حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ
و دیگر اکابرین

خطباتِ جمعہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی

سال بھر کے اسلامی مہینوں سے متعلق
اسی ۸۰ سے زائد مستند خطبات

محرم الحرام
صفر المظفر
ربیع الاول
ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی
رجب المرجب
شعبان المعظم
رمضان المبارک
شوال المکرم
ذیقعدہ
ذوالحجہ

قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں علماء... خطباء... مبلغین حضرات کیلئے بہترین عام فہم مستند تحفہ... ہر اسلامی مہینے کے اہم تاریخی واقعات کیساتھ... فضائل، احکام و آداب اور ترغیب و ترہیب کے دلچسپ واقعات سے مزین اسّی سے زائد اصلاحی مواعظ کا مبارک مجموعہ

مع **خطبات الاحکام لجمعات العام** (عربی)



مرتب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
(خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)



اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ و دیگر اکابر علماء کے خطبات سے ماخوذ
سال بھر کے اسلامی مہینوں سے متعلق اسی (۸۰) سے زائد مستند خطبات

خطباتِ جمعہ

جلد دوم

محرم الحرام
صفر المظفر
ربیع الاوّل
ربیع الثانی
جمادی الاولیٰ
جمادی الثانی
رجب المرجب
شعبان المعظم
رمضان المبارک
شوال المکرّم
ذیقعدہ
ذوالحجہ

قرآن وحدیث اور اسلاف کی تعلیمات کی روشنی میں علماء... خطباء... مبلغین حضرات کیلئے بہترین عام فہم مستند تحفہ... ہر اسلامی مہینے کے اہم تاریخی واقعات کیساتھ... فضائل احکام و آداب اور ترغیب و ترہیب کے دلچسپ واقعات سے مزین اسّی سے زائد اصلاحی مواعظ کا مبارک مجموعہ

مع **خطبات الاحکام لجمعات العام** (عربی)

مرتب
حضرت صوفی محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہ
(خلیفہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

خطبات جمعہ

تاریخ اشاعت.............شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

ناشر.................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت...............سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان
مکتبہ الفاروق مصریال روڈ چوہڑ ہڑپال راولپنڈی

ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور
دارالاشاعت......اردو بازار.........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار.....لاہور
مکتبۃ القرآن.......نیو ٹاؤن.............کراچی

مکتبہ رحمانیہ.......اردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص...قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

شعبان المعظم

پہلا خطبہ....شعبان المعظم

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ....شعبان کے فضائل واعمال

از تحریرات اکابر

تیسرا خطبہ....شب برأت کی اہمیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.....رمضان المبارک کی تیاری

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

پانچواں خطبہ.....ادائیگی زکوۃ اور اس کے متعلق کوتاہیاں

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....زبان کی حفاظت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....ماہ شعبان کا آخری جمعہ

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

رمضان المبارک

پہلا خطبہ....فضائل رمضان المبارک

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

مفکر سید اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.....رمضان المبارک کے روزے

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.....دو روزے

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ.....رمضان کیسے گزاریں؟

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

چھٹا خطبہ....تراویح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....اعتکاف اور شب قدر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آٹھواں خطبہ....شب عید کی فضیلت اور ہم

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

شوال المکرم

پہلا خطبہ.... عید...... رمضان کا انعام اور ثمرہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... عید الفطر اسلامی تہوار

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

تیسرا خطبہ.... اعمال رمضان کا تحفظ وشکر

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ.... خطبہ عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....احکام عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ....دنیا کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ....بخل اور حب مال کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ذوالقعدہ

پہلا خطبہ....حب جاہ وریاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... عجب اور کبر کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... توبہ کا وجوب وفضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ....صبر وشکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....خوف ورجاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ.....فقر وزہد

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ.....حج فرض میں جلدی کیجئے

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

آٹھواں خطبہ.....زیارت حرمین

ذوالحجہ

پہلا خطبہ..... خطبہ عید الاضحیٰ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ.... احکام ذوالحجہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

تیسرا خطبہ.... قربانی، حج، عشرہ ذی الحجہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

چوتھا خطبہ.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیلات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

پانچواں خطبہ....حج اور اس کے تقاضے.... چھٹا خطبہ....زائرین حرم کی خدمت میں

مولانا مفتی سلمان منصور پوری مدظلہ

ساتواں خطبہ....حج اور قربانی کی حقیقت

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

آٹھواں خطبہ....حج کے انعامات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نواں خطبہ....عید الاضحیٰ اور عشق الٰہی

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

دسواں خطبہ....خطبہ استسقاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

شعبان المعظم

پہلا خطبہ

شعبان المعظم..........................حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دوسرا خطبہ

شعبان کے فضائل واعمال..................................از تحریرات

تیسرا خطبہ

شب برأت کی اہمیت.......شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

چوتھا خطبہ

رمضان المبارک کی تیاری.............مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

پانچواں خطبہ

ادائیگی زکوٰۃ اور اس کے متعلق کوتاہیاں.......حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

چھٹا خطبہ

زبان کی حفاظت..............حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

ساتواں خطبہ

ماہ شعبان کا آخری جمعہ.........خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

مع شعبان المعظم کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

شعبان المعظم

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱۔ ”ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار رکھو شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں اختلاف کم ہوگا)۔“ (ترمذی)

حدیث ۲۔ ”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اور کسی ماہ (کے چاند) کا اتنا خیال نہ فرماتے تھے۔“ (ابوداؤد)

حدیث ۳۔ ”اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک دن یا دو دن پہلے سے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ شخص (کسی) خاص دن کا روزہ رکھا کرتا ہو (اور رمضان سے ایک دن پہلے وہ دن ہو مثلاً ہر پیر کو روزہ رکھنے کا معمول ہے اور ۲۹ شعبان کو پیر کا دن ہے) تو وہ شخص اس دن بھی روزہ رکھے۔“ (متفق علیہ)

حدیث ۴۔ ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس رات میں وہ سب بنی آدم لکھ لیے جاتے ہیں جو اس سال میں پیدا ہوں گے اور جو اس سال میں مریں گے اور اسی رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔“ (بیہقی)

ف: اعمال اُٹھائے جانے سے مراد ان کا پیش ہونا ہے اور رزق نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سال میں جو رزق ملنے والا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور گو یہ سب چیزیں پیشتر سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر اس رات کو لکھ کر فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث ۵۔ ”اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدھے شعبان کی رات ہو تو اس رات کو شب بیداری کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات

غروب آفتاب کے وقت ہی آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو روزی دوں؟ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے (کہ وہ عافیت کی دعا مانگے اور) میں اس کو عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے (رات بھر یہی رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے) یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاوے۔''

آیت مبارکہ

اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن کو برکت والی رات میں بلاشبہ ہم آگاہ کرنے والے ہیں اُسی (رات) میں ہر حکمت والا معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے۔ بے شک ہم آپ کو پیغمبر بنانے والے ہیں۔ (فسر الایات بلیلۃ النصف من شعبان عکرمۃ کذا فی الدر المنثور عن ابن جریر وابن المنذر وابن حاتم)

اضافہ: (الف) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ (کل) ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے۔ (متفق علیہ)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے شعبان کی پندرہویں رات میں بس مغفرت فرما دیتا ہے سب مخلوق کی مگر مشرک و کینہ والے شخص کے لیے (مغفرت نہیں فرماتا) (ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے مگر دو شخص ایک کینہ رکھنے والا اور ایک قتل ناحق کرنے والا اور ایک روایت میں ہے یا قطع رحم کرنے والا (عین ما ثبت بالسنۃ عن سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نظر (رحمت) نہیں کرتا ہے اس رات میں (بھی) مشرک کی طرف اور نہ کینہ والے کی طرف اور نہ قاطع رحم (یعنی رشتہ ناطہ والوں سے بلاوجہ شرعی تعلق توڑنے والے) کی طرف اور نہ پاجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کی طرف اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف۔ البتہ اگر توبہ کر چکا ہے تو رحمت خداوندی اس پر بھی متوجہ ہوتی ہے۔ (عین ما ثبت بالسنۃ عن بیہقی)

ف: ان کے علاوہ بعض اور گناہ گاروں پر بھی نظر رحمت نہ ہونا دوسری روایتوں میں آیا ہے پس سب گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے۔ سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے احقر کے فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ کبائر بدون توبہ معاف نہیں ہوتے اور صغائر سب اس رات کی برکت سے حق تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات (نفل) نماز کے سجدہ میں یہ دعا مروی ہے: "**اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک جل وجھک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک**" (عین ماثبت بالسنۃ عن بیہقی)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے غصے سے تیری رضا مندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیرے عتاب سے تیرے درگزر کرنے کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، برتر ہے تیری ذات (مقدس) میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ اسی روایت میں اور دعا بھی ہے۔ بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی ہے اور ماثبت بالسنۃ کے مولف نے فرمایا ہے کہ بیہودہ بدعات میں سے ایک یہ ہے جو کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں پھیلی ہوئی ہے یعنی چراغوں کا جلانا اور ان کا مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا کہ (ہم نے زیادہ روشنی کی ہے) اور لوگوں کا کھیل کود کے لیے جمع ہونا اور آگ کے ساتھ کھیلنا اور آتش بازی جلانا۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ رسم ہندوؤں کی رسم یعنی دیوالی سے لی گئی ہے، جاہل مسلمانوں نے اس کو لے لیا ہے۔

ف: احقر کا ظن غالب یہ ہے کہ قریب قریب تمام رسوم بدعیہ مثل سوم چہلم وغیرہ ہنود سے لیے گئے ہیں۔ ۱۲

بزرگان محترم! وقت اور مناسبت کے لحاظ سے آج شب برأت کے فضائل واحکام کا بیان ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**اَلشَّعْبَانُ شَهْرِىْ وَرَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ**" (کہ شعبان میرا مہینہ ہے رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے)۔ پیران پیر سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ ش سے مراد شرف، ع سے علو، ب سے مراد بر، الف سے مراد الفت والی اور ن سے مراد نور ہے، یعنی یہ ماہ مبارک شرف و منزلت، نیکی اور انس اور نورانیت کا جامع ہے۔

شعبان المعظم کے فضائل واحکام

ارشاد ربانی: ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَo فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍo اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط (الدخان آیت ۳ تا ۵)

"بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔"

ایک قول پر اس کی تفسیر شعبان کی پندرہویں شب ہے لیکن اگر یہ تفسیر ثابت بھی نہ ہو تب بھی اس رات کی فضیلت کچھ اس آیت پر موقوف نہیں۔ احادیث سے اس کی فضیلت ثابت ہے مگر یہ بات طالب علمانہ باقی رہی کہ پھر لیلۃ مبارکہ سے کیا مراد ہے؟ تو دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے لیلۃ القدر مراد ہے اسی کو لیلۃ مبارکہ بھی فرما دیا گیا۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت صفحہ ۳۶۷)

یہ آیت محتمل تھی دو معنی کو کہ یا تو اس سے شب قدر مراد ہے یا شب برأت۔ پس اگر اس سے شب برأت مراد ہو تو پھر اس کے کیا معنی ہوں گے جبکہ نزول قرآن کا لیلۃ القدر میں ثابت ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس رات میں سال بھر کے واقعات لکھے جاتے ہیں جو کچھ ہونے والے ہوتے ہیں۔ تکتب (لکھے جاتے ہیں) کا لفظ حدیث میں آیا ہے۔ من جملہ اس واقعات کے ایک واقعہ ہے نزول قرآن کا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اس رات میں مقرر کر دیا گیا کہ شب قدر میں قرآن مجید نازل ہوگا۔ پس انا انزلنا (نازل کیا ہم نے) کے معنی ہوں گے۔ قدرنا نزول (یعنی مقدر کیا ہم نے اس کا نزول) پس اس تقریر پر اشکال رفع ہو گیا۔

فیھا یفرق من کل امر حکیم۔ یعنی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس شب میں تمام امور کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ تمام امور میں سب چیزیں آ گئیں صرف نماز و روزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا پیدا ہوگا' جنگ ہو گی' فتح ہو گی' اتنا پانی برسے گا' غرض سب امور کا فیصلہ و انتظام ہوتا ہے یہ سب انتظام برکت میں داخل ہو گیا۔ پس ایک فرد یہ ہے برکت کی۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۳۷۶)

اگر کسی کو تقدیر کے واقعات پر شبہ ہو کہ تقدیر تو ایک بار مقدر ہو چکی ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے تو کیسے تطبیق ہو گی؟

جواب یہ ہے کہ ہر سال ایک سال کا انتظام فرشتوں کو بتلا دیا جاتا ہے اور لوح محفوظ میں کل حالات یکبارگی محفوظ کر دیئے گئے ہیں جیسے ایک بڑے کاغذ پر ایک زمانہ دراز تک بندوبست لکھ دیا جائے پھر تھوڑے تھوڑے روز کا کاروبار اس میں سے نقل کر کے ایک معین وقت تک کارکنوں کے سپرد کیا جائے۔ مثال ہے لوح محفوظ اور تقدیر کی۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۴۳۶)

ممکن ہے کہ واقعات لکھ تو لیے جاتے ہوں شب برأت میں اور سپرد کیے جاتے ہوں

شب قدر میں جیسا کہ روح المعانی میں ابن عباسؓ کا ایک قول بلا سند بعینہ یہی نقل کیا ہے اور احتمال کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۲ ص ۹۵۷)

جیسا کہ دور حاضر میں آرڈر تقرری کسی تاریخ کو افسران متعلقہ کر دیتے ہیں مگر سروس کے ریکارڈ میں تاریخ تقرری وہ شمار کی جاتی ہے جس روز ملازم اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوتا ہے۔ اس طرح سال میں پیش آنے والے واقعات تو فرشتوں کو شب برأت میں سپرد کر دیئے جاتے ہیں مگر عملدرآمد شب قدر سے شروع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ جیسا کہ ملکی بجٹ نئے مالی سال سے پہلے منظور کر لیا جاتا ہے۔ **احصوا ھلال شعبان لرمضان** (رواہ الترمذی)

''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار رکھو شعبان کے چاند کا رمضان کے لیے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں اختلاف کم ہوگا)۔'' (ترمذی)

مزید فضائل ماہ شعبان المعظم

۱۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، شعبان میرا مہینہ ہے۔ (دیلمی)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کثرت سے روزہ رکھتے (شیخین وموطا ابوداؤد)

۳۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، شعبان درمیان رجب و رمضان کے ہے اس میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

۴۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اس شب میں خلوت وعبادت اور روزی اور جس کو حج کی توفیق ہوگی سب لکھے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب (کہ وہ شب تھی) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا، میں تلاش کو نکلی آپ بقیع (قبرستان مدینہ) میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ کی بخشش فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ وترمذی وابن ماجہ وبیہقی)

۶۔ عطاء بن یسار نے کہا کہ شب نصف شعبان میں ملک الموت کو ایک فرد ملی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جو جو اس میں کرج ہیں ان کی جان اس (سال میں) قبض کرنا تو بعضا آدمی درخت لگا رہا ہے اور بیبیوں سے نکاح کر رہا ہے اور مکان تعمیر کر رہا ہے اور اس کا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے۔ (ابن ابی الدنیا) (سال بھر کے مسنون اعمال ص ۱۹، ۲۰)

ایک لطیفہ

اور ایک حدیث میں ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں اگرچہ قوی نہیں کہ عالم غیب میں ایک درخت ہے اور اس میں پتے ہیں تو جو شخص اس سال میں مرنے والا ہوتا ہے تو ایک پتا (جس کا تعلق اس شخص سے ہے) اس درخت کا گر جاتا ہے۔ میں نے ایک لڑکی کے سامنے یہ روایت بیان کی جو میرے گھر میں شاگرد ہے اور ماشاء اللہ اب وہ بال بچے والی ہے۔ تو ہر سال قبل شب برأت اس کا خط آتا ہے کہ میرے لیے دعا کیجئے کہ میرا پتا نہ گرے۔ بھلا میری اس دعا سے کیا ہوتا ہے جو ہونا ہوگا وہ تو وہی ہوگا مگر دعا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اتنا مضمون صحاح کی روایت سے بھی ثابت ہے کہ اس سال جو مرنے والے ہوتے ہیں وہ تجویز کر لیے جاتے ہیں۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۳۹۷)

شعبان المعظم کے مسنون اعمال

۱- پندرہویں شب شعبان میں مُردوں کے لیے گورستان میں جا کر دُعا و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

۲- اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔

۳- پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور بہت فضیلت آئی ہے۔

۴- ۲۹ شعبان کو اگر چاند نظر نہ آوے تو ۳۰ کو گیارہ بجے تک مہارت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس خیال سے روزہ رکھنا کہ اگر رمضان ثابت ہو گیا تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو جائے گا ورنہ نفل ہو جائے گا یہ مکروہ ہے۔ اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

۵- شعبان کے چاند کو اہتمام سے دیکھنے اور اس کی تاریخوں کا رمضان المبارک کے لیے خاص طور سے یاد رکھنے کا حدیث شریف میں حکم آیا ہے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال، ص ۱۷)

منجملہ ان رسوم کے شب برأت کا حلوا اور عید کی سویاں، عاشورہ محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔ شب برأت میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم حق تعالیٰ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور اموات کے لیے استغفار فرمایا اس سے آگے سب ایجاد ہے جس میں مفاسد کثیرہ پیدا ہو گئے۔

۱- بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے۔ اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی ہے۔ یہ ان کی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اور اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

وافضل ایام الزیارة اربعة یوم الاثنین والخمیس والجمعة والسبت والزیارة یوم الجمعة بعد الصلوٰة حسن و یوم السبت الیٰ طلوع الشمس و یوم خمیس فی اول النهار وقیل فی آخر النهار وکذا فی اللیالی المتبرکة لا سیمًا لیلة البراء ة وکذالک فی الازمنة المتبرکة کعشر ذی الحجة والعیدین وعاشوره و سائر المواسم. (کذافی الغرائب ص ۲۳۳ ج ۶)

اس روایت سے استحسان زیارت قبور کا خاص شب برأت میں بھی ثابت ہو گیا۔

۳۔ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا یا نہیں۔ ظاہر ہے ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔

۴۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برأت سے پہلے کوئی مر جاوے جب تک اس کے لیے فاتحہ شب برأت نہ کیا جاوے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی محض تصنیف یاراں اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جاوے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ فوت ہوتا ہے مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے۔ یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔

۵۔ حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اس کے سمجھتے ہیں کہ شب برأت نہیں ہوئی۔ اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کو مؤکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں فساد عمل بھی ہو جاتا ہے فرائض وواجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا ظاہر ہے۔

ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ کہ نیت بھی فاسد ہو جاتی

ہے ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے۔ خیال ہو جاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کے خست یا ناداری نے گھیر لیا ہے۔ اس الزام کے رفع کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا ہے مر مار کر کرتا ہے۔ ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف وتفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے قرض سودی لینا پڑتا ہے۔ یہ جدا گناہ ہے۔

٦- جو لوگ مستحق اعانت ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے۔ اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔ غرض اس میں بھی وہی ریاء وتفاخر ہو جاتا ہے۔

۷- بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ غیر مؤکد کو مؤکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے۔

۸- بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۲۴ تا ۱۲۵)

منکرات شب برأت

۱- بہت سے چراغ روشن کرنا اور لہو ولعب کے لیے جمع ہونا آتش بازی میں مشغول ہونا اور غالباً یہ عمل ہنود کی دیوالی سے لیا گیا ہے۔ علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ زیادہ روشنی کرنا یہ بعض برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے۔ جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تا کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں پھر آئمہ ہدیٰ نے ان منکرات کو باطل کیا اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصریہ وشامیہ میں ان منکرات کا خوب قلع قمع کیا گیا (عجب نہیں کہ یہ آتش بازی بھی ان کا شعبہ ہو)۔ (هذا كله من ماثبت بالسنة للشيخ الدهلویؒ)

تاریخ شعبان کو تہوار منانا اور عید بقر عید کی طرح بچوں کو کپڑے پہنانا اور عیدی دینا بے اصل ہے۔

۲- مکتب کے معلموں کو اس دن میں مثل عید کے تعطیل بھی نہیں کرنا چاہیے۔ (سال بھر کے مسنون اعمال)

۳- بچوں کو آتش بازی کے لیے رقم دینا سخت گناہ ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ اپنے رسالہ زوال السنۃ عن اعمال السنۃ صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

آتش بازی مطلقاً خصوص اس رات میں بالکل معصیت ہے۔ آتش بازی کے لیے اپنے

بچوں کو پیسے دینا یا ان کے لیے خریدنا یا کسی قسم کی اعانت اس کے متعلق کرنا بھی نا جائز ہے۔

اس آتش بازی کی اصل دیکھی جائے تو یہ نکلتی ہے کہ برامکہ ایک قوم ہے یہ اصل میں آتش پرست تھے پھر اسلام لے آئے۔ ان میں اچھے لوگ بھی تھے مگر بعض میں آتش پرستی کا مادہ موجود تھا یہ فعل ان کا ایجاد کیا ہوا ہے تا کہ اس بہانہ مرکز کی طرف توجہ رہے پھر دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا تو جب ماخذ اس کا مادہ کفر ہے تو یہ شبہ کفر کا ہوا۔ اس کو دوسری معصیتوں سے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھوڑ دینا چاہیے اور خیر یہ معصیت تو بر رنگ معصیت ہی ہے کرنے والے بھی اس کو برا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے واقعات اس کی بدولت ہر سال پیش آتے ہیں کسی کا ہاتھ جل گیا' کسی کی جان جاتی رہی' کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا اور فرضاً کچھ بھی نہ ہوا تو اتلاف مال تو ضرور ہے۔ زیادہ تر پیران نابالغ پر تعجب ہے جن کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشا دیکھیں گے مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں بچے نہیں مانتے تماشوں میں بچوں کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

صاحبو! ان بچوں کو کیوں بدنام کرتے ہو بلکہ تمہاری ہی گود میں ایک بچہ ہے جس کو نفس کہتے ہیں وہ تم کو لے جاتا ہے۔ ظاہر میں بچوں کو پیسے دیتے ہیں اور مقصود خود تماشا دیکھنا ہوتا ہے۔ اپنی غرض کے لیے اولاد کے اخلاق بگاڑ رہے ہو اور اگر سچ مچ وہی ضد کرتے ہیں تب بھی یہ عذر قابل قبول نہیں۔

(اسی طرح بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ حلوے کے لیے بچے ضد کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ چار دن پہلے پکاؤ اس دن نہ پکاؤ۔ بعض شہروں میں شب برأت سے ایک دن پہلے عرفہ مشہور ہے کہ شب برأت میں تو پرانے مُردوں کو ثواب پہنچاتے ہیں اور ایک دن پہلے جدید مُردوں کو تا کہ وہ پرانے مُردوں میں شامل ہو جائیں۔ شریعت میں ان رسموں کی کوئی اصل نہیں)۔ (شب مبارک)

دیکھو! اگر تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولہ چھوڑنے لگے تو تم اس کو روکو گے یا نہیں؟ ضرور روکو گے' اگر نہ مانے گا جبراً روکو گے۔ اسی طرح یہاں کیوں نہیں روکا جاتا بس یوں کہو کہ گناہ کو برا ہی نہیں سمجھتے۔ اگر تم خود معصیت کو برا سمجھتے تو بچوں کو کیوں اس کی عادت ڈالتے؟ بھلا اگر بچے ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں تو کیا دے دو گے؟ کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وقعت نہیں۔ (شب مبارک ملحقہ مواعظ حقیقت عبادت ص ۳۸۸ تا ص ۳۹۰)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محمد بن زکریا طبیب کسی شے کے خواص بیان فرمائیں تو تم اس پر یقین رکھتے ہو اور جناب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے کے بارے میں ارشاد فرمائیں تو تم اس پر شک کرتے ہو۔ ہائے کمال افسوس ہے تم پر کمال افسوس ہے۔

وہ بد قسمت حضرات جن کی شب برأت میں بھی مغفرت نہیں کی جاتی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حق تعالیٰ شب نصف شعبان میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور سب گناہ گاروں کی مغفرت فرمادیتا ہے (یعنی جو مغفرت مانگے) بجز مشرک کے یا مشاحن کے یعنی جس کے دل میں کینہ ہو (بیہقی) اور اوزاعی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص بدعت والا جماعت حق سے الگ ہونے والا ہو اور ایک روایت میں ان لوگوں کا استثناء اور آیا ہے۔ ظلم سے محصول لینے والا جادوگر، غیب کی خبریں بتلانے والا جیسے کہ آج کل کے فال والے حاضرات والے اور عملیات والے کرتے ہیں۔ عریف یعنی ہاتھ کے خطوط یا دیگر آثار دیکھ کر بتلانے والا۔ سرہنگ ظالم جابی یعنی جو حاکم کو ناجائز محصول کے طریقے بتلادے۔ کوبہ یعنی طبل یا نرد والا عرطبہ طنبور والا (نوفل عن علی) اور ایک روایت میں قاطع رحم کا بھی استثناء آیا ہے۔ (سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ان کا بھی استثناء آیا ہے ٹخنے سے نیچا ازار پہننے والا، ماں باپ کو آزار دینے والا، ہمیشہ شراب پینے والا۔ (بیہقی)

ان حضرات کے بارے میں بس اتنا کہا جا سکتا ہے:

تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر

کاش یہ حضرات ان گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرلیں تو ان کی بھی مغفرت ہو جائیگی۔

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

نصف شعبان المعظم کے روزہ رکھنے اور اس کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت میں حکمت

اب خاص اس روزہ کی حکمت بھی سمجھئے۔ میرے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے پہلے نصف شعبان کا روزہ رمضان کے نمونہ کے لیے مسنون فرمایا ہے تا کہ رمضان سے وحشت و ہیبت نہ ہو کہ نہ معلوم روزہ کیسے ہوگا اور کیا حال ہوگا اس لیے آپ نے پندرہ شعبان کا روزہ مقرر فرمادیا کہ اس دن کا روزہ رکھ کر دیکھ لو چونکہ یہ ایک ہی روزہ ہے اس لیے اس کی ہمت سہولت سے ہو جاتی ہے۔ جب وہ پورا ہو گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بس رمضان کے روزے بھی ایسے ہی ہوں گے اور اس تاریخ میں رات کی عبادت بھی تراویح رمضان کا نمونہ ہے۔ اس سے تراویح کے لیے حوصلہ بڑھتا ہے کہ جب زیادہ رات تک جاگنا کچھ بھی نہ معلوم ہو تو تراویح کے لیے

ایک گھنٹہ زیادہ جاگنا کیا مشکل ہوگا۔ پس یہ تو اعانت بالمثل علی المثل ہوئی اور پندرہ شعبان کے بعد روزہ سے منع کرنے میں استعانت بالضد علی الضد ہے اور یہ سب ایک ہی جملہ میں موفود ہے۔

بھلا ہے کوئی ایسا بلیغ جو ایک ہی جملہ میں علاج بالضد اور علاج بالمثل دونوں کو جمع کردے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال شان تربیت کا بھی ثبوت ہوتا ہے کیونکہ کوئی بڑے سے بڑا عاقل اگر تسہیل صوم رمضان کی کوئی صورت تجویز کرتا تو بہت سے بہت یہ کرتا کہ رمضان سے پہلے بھی ایک دو روز کا روزہ رکھ لیا جائے تا کہ طبیعت کو روزہ سے مناسبت ہو جائے تو صوم سے صوم میں استعانت کرتا باقی یہ علاج کسی کی سمجھ میں نہ آسکتا تھا کہ ترک صوم کو بھی سہولت صوم میں دخل ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا کہ نمونہ کے لیے پندرہ شعبان کا روزہ اور اس کی رات کا قیام مسنون فرما کر اس کے بعد روزہ سے منع فرما دیا۔

(الیسر مع العسر ملحقہ مواعظ نظام شریعت، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

شعبان کے فضائل واعمال

از تحریرات اکابر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان اور شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں متواتر روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں اس مہینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے ایک مسلمان کیلئے یہ چند احادیث بھی بہت ہیں۔

مختصر یہ کہ شعبان کے روزوں کی مثال ایسی ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنتوں کی' ان سنتوں سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسان کا قلب فرض نماز کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ماہ شعبان میں نفل روزے رکھنے سے انسان کا قلب ماہ رمضان کے فرض روزوں کیلئے مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شعبان کے روزے

تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ

یہ شعبان کا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں اس مہینہ میں اللہ رب العالمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔ (نسائی)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت رجب کے مہینہ میں روزے بہت رکھا کرتی تھی آپ کو اس کے متعلق بتلایا گیا کہ فلاں عورت اس مہینہ میں بہت روزے رکھتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس عورت کو نفلی روزے رکھنے ہیں تو شعبان کے مہینہ میں رکھا کرے۔

ناظرین کو ان احادیث سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شعبان کے مہینہ کی کتنی عظمت وفضیلت ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت اور اسکے نام

شعبان کے پورے مہینہ کی فضیلت ہے مگر اس مہینہ کی پندرہویں شب کی جو فضیلت ہے وہ پورے مہینہ کی نہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کے کئی نام ہیں۔

۱- **لیلة البرأة** یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات۔

۲- **لیلة الصک** یعنی دستاویز والی رات۔ ۳- **لیلة المبارکه**، یعنی برکتوں والی رات۔

مگر عرف عام میں یہ رات شب برأت کے نام سے مشہور ومعروف ہے، جو فارسی اور عربی زبان کے دولفظوں کا مجموعہ ہے۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور برأت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں اس کے بعد یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کی فضیلت رمضان المبارک کی شب قدر سے کم۔ لیکن اس کی فضیلت سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن میں اس کے وجود سے انکار کرے یا سورج کی موجودگی میں اس کے وجود کا انکار کرے۔

چند حدیثیں اس شب کی فضیلت کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریباً بیس ہزار بکریاں تھیں اب اندازہ کریں کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے جن کا شمار کرنا انسان کے قبضے کی بات نہیں اسی طرح اس رات میں کتنے لوگ دوزخ سے بری کئے جاتے ہیں وہ بھی انسانی حساب سے باہر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی بخشش کا طلب گار کہ اس کو بخش دوں ہے کوئی سائل کہ سوال کرے کہ میں اس کا سوال پورا کروں۔ (بیہقی)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

مجھے حضرت جبرئیل نے آکر یہ (بشارت) سنائی کہ یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتے ہیں۔ (بیہقی)

پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے

فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے اس سال میں مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ لئے جاتے ہیں اور اس سال میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اترتی ہے۔ (بیہقی)

حضرت تھانویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اعمال اٹھائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال دربار خداوندی میں پیش ہوتے ہیں اور روزی اترنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سال میں جتنی روزی انسان کو ملنے والی ہے وہ سب لکھ دی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں کیا معمول ہوتا تھا وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے پوری طرح واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

میں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا (پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیلئے نکلی) تو آپ کو بقیع (قبرستان مدینہ) میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ کیا تجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے اوپر زیادتی کرے گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خیال کیا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف لے گئے ہوں۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ پس قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار سے زیادہ (دوزخی) لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ: حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے جنت البقیع نکل گئیں اور وہاں آپ کو مصروف دعا پایا تو اپنے نفس کو وساوس پر ملامت کرتے ہوئے جلدی جلدی گھر آئیں۔ اس تیزی سے چلنے کی وجہ سے آپ کا سانس پھول گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے عائشہؓ یہ تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ تو انہوں نے وجہ بتلائی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھے جبرئیلؑ نے آکر بتلایا ہے کہ آج (یہ) شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے اتنے گنہگار بندوں کو جہنم سے نجات دیتا ہے جتنے کہ قبیلہ کلب کے بکریوں کے بال۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب کان لگا کر (غور سے) سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے۔

اعوذ بعفوک من عقابک اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجهک اللهم لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک. (بیهقی)

''یا اللہ! میں تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیرے غصہ سے، اور پناہ چاہتا ہوں تیری سختیوں سے یا اللہ میں آپ کی تعریف کا شمار نہیں کرسکتا۔ آپ کی ذات ایسی ہی بلند وبالا ہے جیسے آپ نے خود فرمایا''۔

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تو بھی یہ کلمے یاد کرلے اور دوسروں کو بھی بتلا دے۔ جبرئیلؑ نے مجھے یہ کلمے بتلائے ہیں اور کہا ہے ان کلموں کو سجدے میں بار بار پڑھا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں کیا دعا مانگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے۔

سجد لک خیالی وسوادی، وامن بک فؤادی فهذه یدی وما جنیت بها علی نفسی یا عظیم یرجی لکل عظیم اغفر الذنب العظیم، سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره (بیہقی)

سجدہ کیا تجھ کو میرے ظاہر وباطن نے اور ایمان لایا میں سچے دل سے تجھ پر سو یہ میرا ہاتھ ہے اور جو کچھ میں نے اس سے اپنی جان پر گناہ کئے ہیں اے عظمت وبزرگی والے معاف فرما دے ان بے شمار گناہوں کو۔ سجدہ کیا میں نے اس ذات اقدس کو جس نے (انسان) کو پیدا فرمایا اور صورت بنائی اور کان اور آنکھیں دیں۔

اللهم ارزقنی قلبا تقیا من الشرک نقیا لا فاجر او لا شقیا، (ماثبت بالسنہ)

اس رات میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے۔

''اے اللہ! مجھے ایسا پاکیزہ دل عطا فرما جس میں شرکت کا شائبہ بھی نہ ہو جو فسق وفجور اور

سختی سے پاک ہو"۔

"یااللہ! میں آپ سے عفو وعافیت اور دین و دنیا میں امن وامان اور عافیت کا طلب گار ہوں"۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کی دعا

شعبان کی پندرھویں رات میں داؤدؑ یوں دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللھم رب داود اغفر لمن دعاک فی ھذہ اللیلۃ او استغفرک فیھا (احمد)

"اے اللہ! اے داؤدؑ کے پروردگار! ہر اس شخص کو بخش دے جو آپ سے اس رات میں دعا مانگے یا بخشش چاہے"۔

حضرت علیؓ اس رات میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اسی طرح بار بار باہر آکر دیکھتے رہے پھر فرمایا۔

حضرت داؤدؑ ایک رات کو ایسی ہی مبارک ساعت میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا (خیر و بھلائی کی) مانگتا ہے قبول فرماتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔

بخشش سے محروم لوگ

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بہت سے بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور ان پر نظر عنایت نہیں ہوتی۔ ہم یہاں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کرتے ہیں تا کہ عبرت حاصل ہو۔

(۱) مشرک۔ (۲) جادوگر۔ (۳) کاہن اور نجومی۔ (۴) ناجائز بغض اور کینہ رکھنے والا۔ (۵) باجہ بجانے والا اور ان میں مصروف رہنے والا۔ (۶) ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، لنگی وغیرہ رکھنے والا۔ (۷) زانی مرد وعورت۔ (۸) والدین کا نافرمان۔ (۹) شراب پینے والا اور اس کا عادی۔ (۱۰) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلق کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت اور عظمت والی رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور غور وفکر کرے کہ ان عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور برائی نہیں اگر ہو تو اس سے توبہ کرے پھر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔

پندرہ شعبان کے روزہ کا حکم

اگر چہ روزہ فرض یا واجب نہیں بلکہ نفلی ہے مگر اس کا بڑا ثواب ہے کیونکہ صرف نفلی روزہ کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ثواب بیان فرمایا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایک دن کا (نفل) روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے ستر برس کے فاصلہ پر (دور) کردے گا''۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جس شخص نے صرف اللہ کی رضا کیلئے ایک دن کا روزہ رکھا (نفل) رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا دور کر دیتا ہے کہ جتنا کوا بچپن سے بڑھاپے تک اڑتا رہے''۔

حدیث نمبر۲۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی مثال کیوں دیں؟ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ جانوروں میں اس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی عمر سات سو سال تک ہوتی ہے۔

بہر حال ہمارے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایک نفل روزہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے رکھے گا تو اس کی برکت سے روزہ دار اور دوزخ میں بے شمار اور بے حساب دوری ہو جائے گی۔ جب عام نفلی روزہ کا اتنا ثواب ہے تو جن روزوں کا حدیث سے ثبوت ملتا ہے ان کا کتنا ثواب ہوگا۔ اسی سے شب برات کے روزہ کے ثواب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد شب برات کے روزہ کا حکم ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو''۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے شعبان کی پندرہ تاریخ کے روزہ کا حکم معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی ہے یعنی اگر کوئی رکھے تو ثواب' نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں۔

پندرہ شعبان کے روزہ کے ثواب کا بہتر طریقہ

اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں بہت زیادہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور امت کو بھی اس کا حکم دیا کہ چاہے تو اس مہینہ میں روزے رکھ کر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے۔

اس کی میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہے کہ اس مہینہ میں صرف پندرہ تاریخ کا ایک

روزہ رکھنے کے بجائے تیرہ، چودہ، پندرہ ان تینوں تاریخوں کے روزے رکھے۔

ان تاریخوں کے روزوں کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ یہ ایام بیض کے روزے کہلاتے ہیں حدیث میں ہے۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر وحضر میں کبھی نہ چھوڑتے تھے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا۔

اے ابوذر! تو جب روزے رکھنا چاہے تو مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ (تاریخ) کے رکھ (ترمذی)

ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھنے کی ایک برکت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دل کا کھوٹ اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ (بزار)

اس صورت میں ایک تو سنت (ایام بیض کے روزوں) پر عمل کا ثواب ہوگا اور اسی کے ساتھ پندرہ شعبان کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

پندرہ شعبان کے بعد روزے کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امت پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں ہوسکتا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینہ کی فضیلت بیان فرمائی وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی کمزوری کا خیال کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ''جب نصف شعبان گزر جائے تو روزے نہ رکھو''۔

اس ممانعت میں یہ راز ہے کہ آدمی میں کہیں روزے رکھتے رکھتے کمزوری آجائے اور اس کا اثر رمضان کے روزوں پر پڑے۔

قبرستان اور اس کے متعلق کچھ مفید باتیں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے (تمام) اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین نیکیاں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) وہ علم (دین) جس سے دنیا میں لوگ فائدہ اٹھائیں۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔ (ابوداؤد)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے مرنے کے بعد کام آنے والی تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کوئی

نیک کام کر جائے جس سے خلق خدا فائدہ اٹھائے جیسے کسی نے مسافر خانہ بنوادیا یا ہسپتال بنوادیا یا کنواں بنوادیا۔ یا مسجد بنوادی یہ سب کام صدقہ جاریہ ہے۔

باقی دونوں کام بھی ایسے ہیں جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے اور اس کو نیک وصالح بنانے کی کوشش کرے تاکہ مرنے کے بعد اس کے کام آئے۔

کیا مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

یہاں ایک بات کی تشریح کر دینا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ بہت سے سخت عقیدہ رکھنے والے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص مرگیا اس کے بعد اس کو کوئی نیک کام کرنے سے فائدہ نہیں پہنچتا اس خیال کی اصلاح شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے الفاظ میں سنئے۔

''امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا۔ یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے اس لئے یہ قول ہرگز قابل التفات نہیں''۔ (فضائل صدقات جلد اول بحوالہ بذل المجہود)

اس سے معلوم ہوا کہ میت کو ہر نیک کام کا ثواب پہنچتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے مردہ اعزہ واقربا کیلئے قرآن کریم پڑھ کر یا صدقہ وغیرہ کر کے ان کو ثواب پہنچاتا رہے اس کے بعد ہم ایصال ثواب کے چند طریقے بیان کرتے ہیں۔

میت کو ایصال ثواب کے چند طریقے

(۱) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر ''قل ھواللہ احد'' (پوری سورت) دس مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کی تعداد کے برابر اس پڑھنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ (دار قطنی)

(۲) معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مردوں کیلئے سورہ یٰسین پڑھا کرو۔ (ابوداؤد)

بعض احادیث میں ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہونے کے بعد سورہ فاتحہ (ایک مرتبہ) اور سورہ اخلاص (قل ھواللہ احد) اور سورہ تکاثر (الھکم التکاثر) پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے

تمام مردوں کو بخش دے تو اس قبرستان کے تمام مردے اس کی شفاعت کریں گے۔

(۴) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جب تم قبرستان جایا کرو تو ''الحمد شریف' قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس'' پڑھ کر قبرستان کے مردوں کو بخش دیا کرو ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ (فضائل صدقات)

(۵) ایصال ثواب کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ اول تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ پھر تین مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھے۔ اس کے بعد اخیر میں پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر قبرستان کے تمام مردوں کو ثواب پہنچا دے۔ (بہتر یہ ہے یوں نیت کرے اس کا ثواب تمام مسلمان مردوں کو پہنچے) (ملفوظات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ)

قبرستان میں داخلہ کے وقت کی دعا

حدیث میں قبرستان میں داخلہ کے وقت پڑھنے کی کئی دعائیں آئی ہیں ہم یہاں صرف ایک دعا درج کرتے ہیں یہ ایک دعا بھی کافی ہے۔

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر (ترمذی)

''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرما دے تم ہم سے پہلے آگئے ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں''۔

زیارت قبور کے متعلق چند ضروری باتیں

(۱) قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ (۲) قبروں کے اوپر سے چل کر روندتا ہوا نہ جائے۔

(۳) جب کسی قبر پر جائے تو میت کے پاؤں کی طرف جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ آنے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے۔

اسلئے کہ جب میت قبر میں دائیں طرف کروٹ لیتی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے۔ اگر کوئی سرہانے کی طرف آئے تو میت کو دیکھنے میں دقت اور مشقت ہوتی ہے۔ (فضائل حج)

والدین کیلئے ایصال ثواب کی دعا

اسلام نے والدین کا بڑا حق بتلایا ہے قرآن کریم نے تنبیہ کی کہ ان کو جھڑکنا اور ڈانٹنا تو بڑی بات ہے۔ زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کا لحاظ رکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب میں والدین کے نافرمان کی بخشش نہیں ہوتی اور وہ رحمت خداوندی سے محروم رہتا ہے اگر کوئی بدقسمت انسان ایسا ہو کہ اس کے والدین ناراضگی کی حالت میں انتقال کر گئے ہوں تو اولاد کا فرض یہ ہے کہ ان کے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہے ہم یہاں ایک دعا نقل کرتے ہیں۔(فضائل صدقات)

ہمیں کیا کرنا چاہئے

مسلمانوں کو چاہئے کہ ان تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں۔قبرستان جا کر اپنی موت کو یاد کریں مردوں کو ایصال ثواب کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کس خاموشی کے ساتھ تشریف لے گئے لیکن آج کل ہم نے اس رات کو بھی ایک میلے اور تہوار کی شکل دیدی ہے۔

قبرستان میں خوب روشنی اور چراغاں کیا جاتا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو گانا بجانا جیسے لہو ولعب کے کام بھی ہوتے ہیں ہم غور کریں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے؟

جب قبرستان ایسی جگہ میں اس قسم کے لہو ولعب اور خلاف شرع کا کام ہوں تو وہاں جا کر انسان کیا اپنی موت کو یاد کرے گا اور کیا ایصال ثواب کرے گا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف چل کر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

شب برأت کی اہمیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اس شب برأت کے بارے میں جو کرنے کے کام ہیں اور جو نہ کرنے کے کام ہیں ان کے متعلق چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ ہمارے قلوب میں صحیح استعداد پیدا فرمائے اپنے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان کو قبول بھی فرمائے۔

عنایت الٰہی

یہ حق تعالیٰ شانہ کی خاص عنایت ہے کہ بعض مبارک اوقات کی محبت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ باوجود اس کے کہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایتیں ہر وقت انسان کے شامل حال رہتی ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ جمعہ کا اجتماع عام نمازوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ رمضان مبارک میں مسلمانوں کی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت اور مہینوں کے اور اسی طرح جو خاص اہمیت کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی ہماری رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ بہ نسبت عام راتوں کے یہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بندوں پر خاص عنایت ہے کہ اس کی خصوصی عنایت اور مغفرت کے جو مواقع ہیں یا عنایت اور مغفرت کے جو اسباب ہیں ان کی محبت زیادہ ڈال دی جاتی ہے اور یہ عنایت یوں ہے کہ شاید اسی راستے سے کسی کا کچھ کام بن جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں اس موقع پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمادی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی توقع رکھنی چاہیے۔

نیکی زیادہ تو گناہ بھی

لیکن اسی کے ساتھ دوسری بات بھی ذہن میں رکھو تصویر کے دونوں پہلو سامنے رکھنے چاہئیں جس طرح خاص مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوگا۔ اسی طرح ان مواقع پر گناہ کا وبال بھی دوسرے اوقات کی نسبت زیادہ ہوگا۔ چنانچہ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! اگر کوئی شخص کنویں میں پیشاب

کرے تو بہت بری بات ہے، لیکن اگر کئی شخص چاہ زمزم میں پیشاب کرے تو اس سے بدتر بات ہوگی۔ بلکہ نعوذ باللہ! کفر کے درجے تک پہنچنے والی بات ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عام مسجدوں کی بے حرمتی کرے تو بہت ہی بری بات ہوگی۔ لیکن خدانخواستہ اور نعوذ باللہ! اگر حرم شریف میں کوئی گستاخی اور بے ادبی کرے تو یہ اور زیادہ بدترین بات ہے۔ ایسے ہی آخر شب کا وقت جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وقت ہے اس وقت میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو بہت بڑا درجہ ہے اور اگر کوئی نعوذ باللہ! اس وقت بدکاری کرے یا چوری کرے تو اس کا بدترین ہونا ظاہر ہے۔ یہ ساری باتیں میں نے سمجھانے کیلئے عرض کی ہیں کہ جن اوقات یا مقامات میں عبادت کا درجہ بڑھا ہوا ہوتا ہے ان مقامات میں یا اوقات میں گناہ کا درجہ بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور ان اوقات میں گناہ کرنا زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

گناہوں سے بچنا زیادہ ضروری ہے

اسی کے ساتھ ایک بات اور ہے کہ آدمی نیکی چاہے تھوڑی کرے لیکن برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے کیونکہ نیکی منافع کی چیز ہے جتنا کمالو گے اتنا تمہارا زرمبادلہ بن جائے گا لوگ دبئی، سعودی عرب جا کر کماتے ہیں اور گھر والوں کو خرچ بھیجتے ہیں یا پیسے جمع کر کے لاتے ہیں۔ یہ ہماری نیکیاں ہمارا زرمبادلہ ہیں یہ وہاں آخرت میں ملے گا۔ کسی نے زیادہ کمالیا زیادہ ملے گا، کم کمایا تو کم ملے گا۔ لیکن اگر برائیاں کرو گے تو یہ بہت سنگین بات ہے نیکی تو چاہے تھوڑی کرو لیکن برائی سے بچنے کی زیادہ کوشش کرو یہ دو باتیں ہوگئیں۔

میں ایک غلطی پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں باتوں کی لوگ رعایت نہیں رکھتے ایک تو یہ کہ نیکی کی رغبت ہوتی ہے اور ہونی چاہئے عرض کر رہا ہوں کہ نیکی زرمبادلہ ہے۔ جتنی زیادہ آدمی نیکی کرے اتنی کم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک موقع پر فرما رہے تھے۔ حضرت ابوذرؓ بڑے زاہد صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے مطلب اور ذوق کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

اے ابوذر! بوجھ ذرا تھوڑا اٹھانا اس لئے کہ گھاٹی بڑی دشوار گزار ہے (جس گھاٹی پر تمہیں چڑھنا ہے وہ بڑی دشوار گزار ہے۔ ذرا بوجھ کم اور ہلکا رکھنا) اور ذرا توشہ لے کر چلنا اس لئے کہ سفر بڑا لمبا ہے اور عمل ذرا کھرا لے کر چلنا اس لئے کہ پرکھنے والا بہت سمجھ رکھنے والا ہے اس کی نظر بڑی باریک ہے۔

اگر کھوٹ ملا ہوا ہوگا تو نکال دیا جائے گا وہاں کھوٹ نہیں چلتا ہمیں تو ہر چیز میں ملاوٹ کی عادت

ہے۔ اور اخلاص کے معنی ہیں ملاوٹ نہ کرنا' یعنی اپنے عمل میں ملاوٹ مت کرو' خالص اللہ کی ذات کیلئے کرو' عمل بھی خالص ہو اور خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ہو لوگوں کو دکھانے یا ریا کیلئے یا مخلوق کی خاطر نہ ہو۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "توشہ لے کر چلو اس لئے کہ سفر بہت لمبا ہے"۔

نیکی کرنا آسان ہے

لیکن ہم لوگوں کو نیکی کرنے کی طرف جتنی رغبت ہے۔ اتنا برائی سے بچنے کا اہتمام نہیں یہ ایک عجیب بات ہے میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔ آپ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ اپنے طور پر اپنی حالت پر غور کر لیجئے۔ عام ذوق یہ ہے کہ نیکی کی طرف رغبت تو بہت ہوتی ہے لیکن برائی سے بچنے کا اہتمام کم ہے۔

ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کی عجیب حکمت بیان فرمائی' فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی میں نفس اپنا کچھ حصہ لگا لیتا ہے۔ کم از کم لذت ہی سہی' یا یوں خیال کر لیا جاتا ہے کہ تم اب اچھے آدمی بن گئے ہو کہ نیکی کا کام کرتے ہو۔ چنانچہ وہ اپنا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لگا لیتا ہے۔ اس لئے نیکی پر لگنا تو اس کیلئے آسان ہے۔

گناہ کو چھوڑنا مشکل ہے

لیکن برائی چھوڑنے میں چونکہ کوئی لذت نہیں نہ ہی کسی کو پتہ چلتا ہے کہ اس نے برائی چھوڑی نہ اس میں ریا کاری چل سکتی ہے اور نہ کچھ نفس کو لذت آسکتی ہے۔ نیکی ایک وجودی یعنی کرنے کا کام ہے۔ کوئی بھی کرے گا تو دوسرا اسے دیکھے گا ریا کاری کا بھی اس میں احتمال' خود اپنے نفس کو بھی لذت' اس لئے نیکی کر نیکی طرف تو نفس کو رغبت ہوتی ہے۔ مگر برائی اور بدی چھوڑنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی' اس لئے کہ اس میں لذت نہیں ہوتی تو میں نے کہا:

ایک یہ کہ نیکی کا اہتمام چاہے تھوڑا کرو لیکن بدی سے بچنے کا اہتمام زیادہ کرو۔

دوسری بات یہ کہ خصوصیت کے ساتھ مقدس مقامات میں' مقدس اوقات میں بدی کے کرنے سے زیادہ سے زیادہ ڈرو۔ چنانچہ جمعہ کے دن اور عصر کے بعد کا وقت بھی بہت زیادہ مبارک وقت ہوتا ہے اس وقت میں بدکاری کا ارتکاب بہت بری بات ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی مبارک مہینہ ہے۔ بہت ہی مبارک وقت ہے۔

میرے پاس آج اکثر خطوط رمضان المبارک کے مسائل سے متعلق آرہے ہیں لوگ پوچھتے ہیں کہ روزہ رکھ کر اگر فلمی گانا سن لیا جائے تو اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟ رمضان

المبارک کی تقریریں تو رمضان المبارک میں ہوں گی۔ یہ درمیان میں ایک مثال کے طور پر بات آ گئی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی سنا ہوگا۔

جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود غلط کاری اور غلط بات کونہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں اور کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔

پٹاخے اور آتش بازی سنگین جرم ہے:

اسی طرح یہ شب برأت کی ساعت اور اوقات ہیں ان میں بھی گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے مجھے ان پٹاخوں سے شدید تکلیف ہورہی ہے۔لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کار ثواب ہے یا یوں سمجھتے ہوں گے کہ نہ ثواب ہے نہ گناہ ہے لیکن میں عرض کردینا چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لئے کم از کم یہ معلوم کرلیجئے کہ یہ گناہ ہے اگر یہ رات مبارک ہے تو جس طرح اس رات میں نیکی کرنے کا درجہ زیادہ ہے اسی طرح برائی کرنے کا جرم بھی زیادہ ہے۔اس لئے اس رات میں پٹاخے بجانا' آتش بازی کرنا' یہ بہت ہی زیادہ سنگین جرم ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل عطا فرمائے۔

تو یہ ایک بات میں نے عرض کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ مبارک اوقات کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا ہمیں شکر کرنا چاہئے اور ساتھ کے ساتھ توقع اور امید بھی رکھنی چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ عنایت اور توفیق ہم پر فرمائی ہے تو ان شاء اللہ اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور ہمیں اپنی رحمت کا مورد بھی بنائیں گے۔ان شاءاللہ۔

شب برأت مانگنے کی رات

دوسری بات حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ قریب کے آسمان پر نزول فرماتے ہیں اور یوں پکارتے ہیں کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کی بخشش کردوں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے جو اس مصیبت سے بچنے کی درخواست کرے میں اس کو عافیت عطا کردوں کیا کوئی فلاں قسم کا آدمی ہے فلاں قسم کا آدمی ہے فلاں قسم کا آدمی ہے ایک ایک ضرورت کا نام لے کر اللہ میاں پکارتے ہیں۔

تو اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں ایک تو جہاں ممکن ہوسکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ نماز پڑھنا سب سے افضل ہے لیکن اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو تو یہ بھی جائز ہے۔ غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گزار سکتے ہو گزارو باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ فجر کی نماز

جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو تو ایک یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گزارا جائے اور دوسرے یہ کہ رات مانگنے کی ہے کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے۔ مانگا کیا جائے؟ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا ہے مختصری اس کی تشریح کر دیتا ہوں۔

مانگنے کی تین چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور تیسرے اللہ سے عافیت مانگو۔ لیجئے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دیدی ہیں جتنا چاہے کھولو اور لو فرمایا ایک اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔

مغفرت مانگئے

بھائی! مغفرت کے معنی ڈھانکنے کے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اندر جو کچھ ہے وہ ناپاکی اور گندگی کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ ابھی چھیل دو تو خون نکلنے لگے گا۔ اور اگر خدانخواستہ پیٹ میں سوراخ ہو جائے تو پھر جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس حسین وجمیل چمڑے کا پردہ ڈال دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ پاک سے پاک مجلسوں میں اور معزز مجلسوں میں ہم بیٹھتے ہیں۔ لیکن جو گندگیاں ہمارے اندر چھپی ہوئی ہیں وہ اس پردے کی وجہ سے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ خدانخواستہ ہماری گندگیاں ظاہر ہونے لگیں تو ہم کسی شریفانہ محفل میں بیٹھنے کے لائق نہ ہوتے۔ یہ تو ظاہری چمڑے کی بات کر رہا ہوں اور بالکل اسی طرح معنوی طور پر ہمارے اندر، جو قصور، لغزشیں، خطائیں ہیں، جو جرائم اور گناہ ہم نے کئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فاش نہیں فرماتے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ستاری فرما رکھی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا حکم فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دو کہ شریعت کا حکم ہے چور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا کہ امیر المومنین میں نے پہلی دفعہ چوری کی ہے۔ آپ اس دفعہ تو مجھے معاف کر دیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کریم ہے کہ پہلی بار آدمی کو پکڑوا دیں۔ یہ اس کے کرم سے بعید ہے۔ جن لوگوں کے پردے فاش ہو جاتے ہیں یہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے جری بن جاتے ہیں۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ہاں اللہ کے حلم اور اس کی ستاری سے مغرور نہ ہو جاؤ، دھوکہ نہ کھاؤ اس لئے کہ دیر سے پکڑیں گے لیکن جب پکڑیں گے تو سخت پکڑیں گے۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مطالعہ کر کے اپنا ایکسرے کرنا چاہئے اپنے

چمڑے کے نیچے کرید کر دیکھو تو نجاست ہی نجاست بھری ہوئی نظر آئے گی یہ اوپر سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی ستاری کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وگرنہ کوئی کرید کر دیکھے تو ہمارے گناہ، وساوس، خیالات اور اندرونی جذبات وغیرہ تو اندر نجاست ہی نجاست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ ہم پر پردہ ڈال دیا ہے اگر کوئی جری ہو جاتا ہے تو تھوڑا سا پردہ اٹھا دیتے ہیں اس کو اپنی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ تو ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی پردہ پوش اور ستار ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ کے کہ "گناہ بیند و پردہ پوشید بحلم"، "گناہوں کو دیکھتا ہے اور اپنے حلم کے ساتھ پردہ ڈالتا ہے۔

خدا کے سوا تم نے کوئی ایسا دیکھا کہ اس کے سامنے تم اس کا قصور کرو اور وہ تمہیں رسوا کرنے پر بھی قادر ہو اور رسوا نہ کرے؟ تم سے انتقام لینے پر قادر ہو اور انتقام نہ لے؟ اللہ کی شان رحیمی و کریمی، ستاری وغفاری ہے کہ ہم سراپا قصور وعیب ہیں۔ گناہ کرتے ہیں مسلسل کرتے ہیں اور بے دھڑک، بغیر جھجک اور بغیر وقفے کے کرتے ہیں لیکن اللہ میاں پردے ڈالتے چلتے جاتے ہیں تم نادان ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے سامنے رسوا نہیں کرتا یہ ہے اللہ کا پردہ ڈالنا۔ اس پردہ ڈالنے کو مغفرت اور بخشش کہتے ہیں اگر یہ پردہ دنیا میں ہی رہا اور آخرت میں یہ پردہ اٹھا لیا گیا تو سمجھو کہ پکڑ ہو گئی لیکن اگر اللہ رب العزت نے دنیا میں پردہ ڈالے رکھا اور اسی طرح آخرت میں بھی پردہ ڈال دیا اور ہمارے عیوب کو مخلوق کے سامنے ظاہر نہ فرمایا تو اس کو بخشش اور مغفرت کہتے ہیں۔ عیوب تو ہمارے ذاتی نقائص ہیں وہ تو ہم سے جدا نہیں ہو سکتے جیسے ممکن نہیں ہے کہ انسان کے بدن کو چھیلو اور اندر سے خون وغیرہ نہ نکلے اسی طرح ہماری عبدیت اور بندگی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم سے لغزشیں، خطائیں، کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ یہ ہمارا لازمہ ذات ہے حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے جیسے ان تمام چیزوں پر دنیا میں پردہ ڈال رہے ہیں۔ آخرت میں بھی پردہ ڈال دیں تو اس کو مغفرت کہتے ہیں اب ایک تو اس رات میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگو۔ ایک بات یاد آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

اے اللہ مجھے رسوا نہ کیجئے، کیونکہ آپ مجھے جانتے ہی ہیں اور مجھے عذاب اور سزا نہ دیجئے اس لئے کہ آپ مجھ پر قادر ہیں (جب چاہیں عذاب دے سکتے ہیں آپ کی قدرت ہے)۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے درخواست فرماتے ہیں۔

اے وہ ذات جس کو بندوں کے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے اور جس کے خزانے میں، مغفرت کوئی نقص اور کمی پیدا نہیں کرتی (اگر اللہ تعالیٰ سب مجرموں کو یک قلم بخش دیں تو کچھ نقصان بھی نہیں ہوا) مجھ کو وہ چیز عطا فرما دے جو آپ کے خزانوں میں کمی نہیں کرتی اور مجھ کو وہ چیز معاف

فرمادے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی (یعنی میرے گناہوں کو معاف فرمادے)

تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو جیسے بھی مانگ سکتے ہو اور یوں سمجھ کر مانگو کہ وہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں کسی اجنبی سے معاملہ نہیں ہو رہا۔ اپنے خدا سے ہو رہا ہے۔ اپنے رب سے مانگ رہے ہیں۔ ہمارا کام ہی مانگنا ہے اور اس کا کام عطا کرنا ہے بلبلا کر مانگو' گڑگڑا کر مانگو' امید کے ساتھ مانگو' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ ہو۔ وہ ہمارے مالک اور خدا ہیں' ہمیں اپنے خدا پر ناز ہونا چاہئے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ایک تو بخشش مانگو اور جس کا خلاصہ میں نے عرض کر دیا کہ یا اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمارے عیوب اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر فرما کر ہمیں رسوا نہ فرمائیے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔

اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔ کیونکہ آخرت میں جس کو رسوا کریں گے اس کو عذاب دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ یا اللہ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر دنیا کی رسوائی اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچا لیجئے۔ نہ دنیا میں ہمارا پردہ لوگوں میں فاش کیجئے اور نہ آخرت میں ہمارا پردہ اپنی مخلوق کے سامنے فاش کیجئے۔ یا اللہ! ہماری بخشش فرما دیجئے اور اگلے پچھلے' چھوٹے بڑے جتنے گناہ ہیں ان سب کی معافی مانگو۔ اس طرح مانگو کہ گویا آج تو سارے قرضے بے باق کر کے جانا ہے آج سارا معاملہ نمٹا کے جانا ہے۔

رزق مانگئے

دوسرا رزق مانگو' کیونکہ اعلان ہوتا ہے۔ "**الا من مسترزق فارزقه**" کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اس کو میں رزق دوں۔ بھائی ہم تو رزق اسی روٹی پانی کو سمجھتے ہیں اور اس میں لوگ پریشان بھی بہت ہیں۔ اپنی اپنی سمجھ اور اپنا اپنا خیال ہے تاہم جہاں تک تمہارا تصور جا سکتا ہے۔ وہاں تک رزق کے حدود پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیاوی یا اخروی' جسم یا روح کی بقا کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا فرمائے ہیں اور جن پر انسان کی بقا کا دارومدار ہے وہ ساری کی ساری چیزیں رزق کہلاتی ہیں۔ روٹی پانی بھی اس میں داخل ہے۔ یہ جسم کی نعمتیں جو اللہ نے ہمیں عطا کر رکھی ہیں یہ بھی اس میں داخل ہیں اور پھر ارد گرد جو چیزیں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں ظاہری چیزیں بھی داخل ہیں۔ باطنی چیزیں بھی داخل ہیں۔ رزق کا لفظ ایسا جامع ہے کہ ہماری ضرورت کی کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہے اور کہا یہ جا رہا ہے۔ "**الا من مسترزق فارزقه**" کیا ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں ہماری سمجھ چونکہ بہت ناقص ہے۔ تو الفاظ بھی ایسے گول مول سے استعمال کر لئے جائیں جو

ہمارے سامنے اہم چیزیں ہوں وہ تو ہم نام لے کر مانگ لیں کہ:

اے اللہ! ہماری فلاں ضرورت ہے' وہ پوری کر دیجئے۔ لیکن جب ہم ان چیزوں کو مانگ لیں تو اتنا ضروری کہہ دیں کہ یا اللہ! آپ کے رزق کی حدود جہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ساری کی ساری چیزیں مانگتے ہیں۔ تا کہ کوئی چیز بھی پیچھے نہ رہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بات چیت کرنے کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کچھ دعا مانگ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو بات کرنے کیلئے ایک طرف کر دیا اور بعد میں فرمایا عائشہ! تم دعا مانگ رہی تھیں۔ تمہیں اپنی دعا درمیان میں چھوڑ دینی پڑی۔ تمہیں ایک جامع سی دعا بتا دیں یعنی چھوٹے الفاظ میں بہت بڑی دعا آ جائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ضرور بتا دیجئے! فرمایا جو کچھ مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کرو اور بعد میں دعا کر لیا کرو۔

یا اللہ! میں آپ سے خیر کی تمام چیزیں مانگتی ہوں جو آپ سے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں اور آپ سے شر کی ان تمام باتوں سے پناہ مانگتی ہوں جس سے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے"۔ (ترمذی)

لیجئے پیچھے رہ کیا گیا؟ بھائی رزق مانگو اللہ تعالیٰ سے خوب مانگو۔ جب وہ خود بلوا رہے ہیں کہ آؤ لے جاؤ تو پھر کیوں نہ مانگیں؟ جو آپ مانگ سکتے ہیں۔ اور جو کچھ آپ کے ذہن میں ہے مانگ لیں' کوئی ضرورت ہو' کوئی تقاضا ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ چیز کہاں مل سکتی ہے؟ مشکوۃ شریف میں حدیث قدسی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر' تمہارے پہلے تمہارے پچھلے' تمہارے مرد' تمہاری عورتیں' تمہارے چھوٹے' تمہارے بڑے' تمہارے انسان' تمہارے جن' سارے کے سارے مل کر سب سے متقی آدمی کی مثال بن جائیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمہارے پہلے' تمہارے پچھلے' تمہارے مرد' عورت' چھوٹے' بڑے اور انسان و جن سارے مل کر تم میں سب سے جو زیادہ برا آدمی ہے اس جیسے بن جائیں تو میری خدائی میں مچھر کے پر کے برابر نقصان نہیں ہوگا۔ (مشکوۃ)

بھائی! یہ تمہاری جمہوری گورنمنٹیں تھوڑی ہیں۔ جو ووٹوں سے بنتی ہوں وہ تو خدا کی خدائی ہے۔ لہٰذا تمہارے پچھلے' مرد' عورت' چھوٹے' بڑے' انسان' جن' سارے کے سارے مل کر جو کچھ

کسی کے جی میں آئے وہ مجھ سے مانگنے لگیں اور میں اس کو دینے لگوں تو میرے خزانوں میں مچھر کے پر برابر کمی نہیں ہوگی یہ خیال مت کرو کہ یہ چیز بہت بڑی ہے۔ کیا مانگیں گے؟ مادی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو، معنوی نعمتیں مانگنی چاہتے ہو تو وہ بھی مانگ لو (لیکن محمود غزنویؒ والی بات کیوں نہ کی جائے) اس سلسلہ میں دو مثالیں عرض کر دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرما دیجئے یعنی اللہ تعالیٰ میری دعائیں قبول کرلیا کریں کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں دوسرے لفظوں میں وہ سارا کچھ سمیٹ کر لے گئے کہ ایک آدھ کیا دعا کروائیں۔ جب دعا کروانی ہے تو ایسی کروائیں کہ ساری چیزیں آجائیں۔

محمود غزنویؒ سے لوگوں نے ایاز کے بارے میں شکایت کی تھی کہ آپ ان کو بہت مانتے ہیں آخر کیوں؟ محمود غزنویؒ نے کہا: اچھا اس کی وجہ بتائے دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے ہیرے جواہرات بکھیر دیئے اور کہا جو کوئی لوٹنا چاہئے۔ یا لینا چاہے لے لے۔ جب اذن عام ہو گیا تو سارے اٹھ کر چیزیں لینے لگے۔ ایاز جہاں کھڑا تھا وہاں کھڑا رہا۔ محمود غزنویؒ نے اس سے کہا: ایاز! تمہیں بھی اجازت ہے، جو کچھ لینا چاہتے ہو لے لو۔ انہوں نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: میں نے یہ لے لیا ہے، جب آپ نے خود کہا ہے کہ جو چاہو لے لو میں نے تو بادشاہ ہی کو لے لیا۔

بھائی! خدا سے جو چاہو گے ملے گا۔ لیکن اگر خدا سے خود خدا ہی کو مانگ لو تو کیا وہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا! اور جس کو خدا ہی مل گیا تو پیچھے کیا رہ گیا؟ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو تمہارے جی میں ہو۔ زور، قوت اور یقین کے ساتھ مانگو۔ جائز مانگو، ناجائز مت مانگو، کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرور ملے گا، خزانہ عام ہے اور جب وہ خود کہہ رہے ہیں۔ ان شاء اللہ روکیں گے نہیں۔

میں کہتا ہوں ساری چیزیں مانگ لو اور ایک چیز مانگنے کی نہ چھوڑ دینا وہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا مانگ لو۔ "اللھم انی اسئلک رضاک" یا اللہ! میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں اور وہ راضی ہو گئے۔ ان کی رضا مل گئی تو سب کچھ مل گیا، خدا کی قسم! اس کی رضا کے بعد پھر پیچھے کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی اور خدانخواستہ نعوذ باللہ! استغفر اللہ! توبہ! توبہ! اگر اس کی رضا نصیب نہیں ہوئی۔ پھر اگر تخت سلیمان بھی دے دیا جائے۔ تو لغو اور لایعنی ہے اس کی رضا کے بغیر کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں۔ تو دوسری چیز مانگنے کی رزق ہے اور میں نے کہا کہ رزق کا مفہوم بہت

وسیع ہے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اس میں سمٹ آتی ہیں اور ان نعمتوں کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور اللہ کی رضا مندی مشروط ہے ایمان اور اہل اللہ کی صحبت اور معیت کے ساتھ اس لئے اللہ کی رضامندی مانگو تو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگو کہ:

یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے ہمیں ایمان صحیح نصیب فرما' ایمان کامل نصیب فرما' تقویٰ نصیب فرما' اپنے نیک بندوں اور مقبول بندوں کا دنیا اور آخرت میں ساتھ نصیب فرما اور ان کے نقش قدم پر چلا۔

اللہ والوں کے ساتھ چلو گے تو اللہ تک ضرور پہنچو گے۔ بھائی جو راستہ جانتا ہو تم اس کے ساتھ ہو لیتے ہو جب اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہو گے جب وہ پہنچے گا تو تم بھی پہنچ جاؤ گے۔ اس لئے کہ وہ راستہ جانتا ہے اور تم جانتے نہیں جب تم اس کے ساتھ چلے اور وہ تو راستہ جانتا تھا۔ وہ پہنچ گیا۔ تو تم بھی ساتھ پہنچ گئے حالانکہ تم جانتے نہیں تھے۔ اہل اللہ کے ساتھ چلو گے۔ اللہ والے تو اللہ تک پہنچیں گے مگر تمہیں بھی ساتھ لے کر کے پہنچیں گے۔ ان شاء اللہ اور یہی راز ہے۔ "اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم" میں کہ یا اللہ! ہمیں چلا سیدھی راہ پر یعنی راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا۔ میں صرف سیدھی راہ کی دعا نہیں سکھائی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی راہ بتائی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ جن حضرات پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا جس راہ پر وہ چلے ہیں ان کی راہ پر چلو گے تو ممکن نہیں جہاں وہ پہنچے ہیں وہاں تم نہ پہنچو۔

میں عرض کر رہا ہوں اصل الاصول اور مقصد المقاصد غایۃ الغایات آخری اور چوٹی کی چیز ہے اللہ کی رضا اور اسی کو فرمایا۔ "رضی الله عنهم ورضوا عنه" اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اسی کو فرمایا ہے۔ "یاَیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک" اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ "راضية مرضية" تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی "فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" میرے بندوں میں داخل ہو جا میری جنت میں داخل ہو جا میرے بندے میری رضا کے امور ہیں اور میری جنت میری رضا کا محل ہے۔

عافیت مانگئے

اور تیسری چیز عافیت ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی عافیت کا معنی ہے مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے حفاظت' جیسے مصیبتیں' بیماریاں' دکھ درد' پریشانیاں اور رنجش وغیرہ یہ ساری چیزیں جو انسان کو ناگوار گزرتی ہیں ان سے بچالینا اس کو عافیت کہتے ہیں اور پھر عافیت کی دو صورتیں ہیں۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہو اور اللہ سے یہ مانگے کہ یا اللہ! مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی تکلیف اور کسی مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ یا اللہ! مجھے اس تکلیف سے بچانا اور اس سے حفاظت فرمانا' حدیث میں ہے۔ "الا من مبتلی فاعافیہ" کیا ہے کوئی مبتلا کہ میں اس کو عافیت دوں معلوم ہوا کہ جو شخص کسی مصیبت میں' کسی تکلیف' کسی رنج میں مبتلا ہو چکا ہے وہ بھی مایوس نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا فرمائیں گے اور اس کے ساتھ جو مصائب ابھی نازل نہیں ہوئے ان سب سے اجمالی طور پر عافیت مانگے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو کہ یا اللہ! میں فلاں فتنے سے تیری پناہ اور فلاں فلاں مصیبتوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں سب سے اللہ کی پناہ میں آ جاؤ۔ سب سے بڑی دولت اللہ کی رضا مندی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عافیت ہے۔ یہ رضا اور عافیت دو چیزیں جس کو مل گئیں تو سب کچھ مل گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

یعنی اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اس لئے کہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جس کو آدمی مانگے۔

جن پریشانیوں میں ہم مبتلا ہیں۔ ان سے بھی اور جن پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں ان سے بھی' بس انہی معروضات پر ختم کرتا ہوں آپ حضرات دعا فرمائیں حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایمان صحیح نصیب فرمائے اپنی رضا نصیب فرمائے۔ ہماری بخشش فرمائے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جو کچھ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چوتھا خطبہ

رمضان المبارک کی تیاری

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا٥ (سورۃ النساء:۳۱) (صدق اللہ العظیم)

رحمتوں والا مہینہ

یہ جو مہینہ مبارک آ رہا ہے یہ کوئی معمولی مہینہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا یوں تو روزانہ ہی ہم پر بڑا کرم اور اس کا احسان اور اس کا انعام ہے، روزانہ ہی ان کی نوازشیں اور عنایتیں انگنت اور بے شمار ہیں، چوبیس گھنٹے ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے اور ہم اتنے نکمے اور نالائق اور کور چشم ہیں کہ بس وہ لمحات گزرتے رہتے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔

انکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

وہ تو اپنا کرم اور اپنی عنایتیں فرماتے ہی رہتے ہیں، ہم ان کو حاصل نہ کریں تو ہماری کوتاہی ہے ان کی عطا میں تو کوئی کمی نہیں۔

سوا تین کروڑ گنا ثواب

یوں تو نماز کے بڑے فضائل ہیں لیکن ''فضائل نماز'' میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض روایات میں جو فضائل آئے ہیں نماز با جماعت کے ان سب فضائل کو جوڑ کر ان کا حساب لگا کر بیان فرمایا ہے کہ جو آدمی مسجد میں جا کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے اس کو سوا تین کروڑ گنا نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

ایک نماز قضاء کرنے کا گناہ

اور دوسری طرف یہ وعید بھی حضرت نے لکھی ہے کہ اگر کوئی آدمی بلا کسی شرعی عذر کے دانستہ

کوئی نماز قضاء کردے' پھر چاہے وہ بعد میں قضاء بھی پڑھ لے تو اللہ بچائے اس کو ایک نماز جان بوجھ کر بلا عذر شرعی قضاء کرنے کی بناء پر جہنم میں دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال تک جلایا جائے گا۔ العیاذ باللہ! ہاں! اگر وہ سچی توبہ کرلے گا تو معاف ہو جائے گا کیونکہ نماز قضاء کرنا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اس کی یہ سزا ہے لیکن توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے' یہ گناہ بھی معاف ہوگا تو اس کی سزا بھی معاف ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ' تو دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال یہ عذاب ہے اور سوا تین کروڑ گنا ثواب ہے۔ اس اعتبار سے اللہ کی رحمت اس کے غضب پر پھر بھی غالب ہے۔

رحمٰن کی مخصوص رحمتیں

یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر روزانہ ہی بڑی عنایتیں اور بڑی مہربانیاں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بطور انعام کے سال کے مختلف دنوں' راتوں اور مہینوں میں اور زیادہ اپنی رحمتیں اور برکتیں بندوں کے اوپر فرماتے ہیں جیسے شب برأت ہے کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے' عرفہ کی رات ہے' عید الاضحیٰ کی رات ہے' عید الفطر کی رات ہے' دس محرم الحرام کا دن ہے' جمعہ کا دن ہے' شب جمعہ ہے اور یکم ذی الحجہ سے لے کر دس ذی الحجہ تک کے دن اور رات ہیں' ان دس دنوں میں سے ہر دن کی رات شب قدر کے برابر ہے اور دس تاریخ کے علاوہ باقی دن کے روزوں میں سے ہر روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ مختلف راتوں اور دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مہربانیاں اپنے بندوں پر کرتے رہتے ہیں' ان خاص دنوں میں اگر بندے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو خاص الخاص اجر و ثواب سے مالا مال فرما دیتے ہیں۔

اہمیت رمضان اور اس کی تیاری

ان سارے مواقع میں سب سے خاص رمضان شریف کا مہینہ ہے' اس کے اجر و ثواب کی تو انتہاء ہی نہیں۔ بس یہ سمجھ لیا جائے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں' گیارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے مقرر کیے ہیں اور یہ ایک مہینہ انہوں نے اپنے لیے خاص فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ یہ مہینہ خاص میرے لیے ہے اس کو خاص میری عبادت میں گزارنے کی کوشش کرو۔ لہٰذا ہمیں اس مہینہ کے اندر اس کا کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر زیادہ سے زیادہ اس کے رات و دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے لیے پہلے سے تیاری کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں یہی قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سیزن میں تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کے آنے سے بہت پہلے وہ اس کی تیاری کرتا ہے اور جو تیاری کرتا ہے وہ سیزن میں کماتا ہے اور جو سیزن آنے کے بعد تیاری

شروع کرتا ہے تو وہ خسارہ سے دوچار ہوتا ہے۔اب اگر رمضان شریف کے آنے کے بعد ہم نے تیاری کرنا شروع کی تو مہینہ ہفتہ بھر میں گزر جائے گا۔ پتہ ہی نہ چلے گا۔تیاری سوچتے آدھا مہینہ ہوجائے گا' پھر کچھ کرنا شروع کریں گے تو باقی مہینہ ختم ہوجائے گا۔

۱۔دعا

لٰہذا ضروری ہے کہ اب ہم رمضان شریف کے لیے اس کے آنے سے پہلے ہی تیاری کریں اور پوری طرح اس کے واسطے تیار رہیں' تیاری کے لیے ہمیں چند کام کرنے ہوں گے جن میں سب سے پہلا کام تو دعا ہے اور یہ دعا نبی کریم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہے۔ایک دعا رجب کے مہینہ کے شروع میں کرنا ثابت ہے اور دوسری دعا رمضان شریف کا مہینہ شروع ہونے سے کچھ دن پہلے کرنا ثابت ہے' دونوں دعائیں ہم اردو میں بھی مانگ سکتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی مانگتے رہیں۔

ماہ رجب کی دعا

ماہ رجب کا چاند دیکھ کر آپ جو دعا فرماتے وہ یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَان

''اے اللہ! ہمیں رجب اور شعبان کے مہینہ میں برکت عطا فرما اور ہم کو عافیت کے ساتھ ماہ رمضان نصیب فرما۔''

ہم روزانہ یہ دعا کریں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت موت آجائے وہ چاہیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ماہ مبارک نصیب ہوجائے گا اور اگر نہ چاہیں گے تو چاند رات میں بھی کسی کا انتقال ہوسکتا ہے۔

قرب رمضان کی دعا

اور جب رمضان شریف کا مہینہ بالکل قریب آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی ایک آیت کی طرح اہتمام سے یہ دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِىْ لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِىْ وَسَلِّمْهُ لِىْ مُتَقَبَّلاً .

''اے اللہ! مجھے رمضان کے لیے سلامت رکھئے اور رمضان کو میرے لیے سلامت رکھئے اور میرے لیے رمضان کو مقبول بنا کر سلامت رکھئے۔''

چنانچہ اگر رمضان شریف نصیب ہو لیکن وہ ہمارے حق میں مقبول نہ ہو تو اس کا کیا فائدہ؟

کچھ بھی نہیں، اصل تو یہ ہے کہ رمضان شریف بھی نصیب ہو، ہم بھی سلامت رہیں اور رمضان شریف بھی سلامت رہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان شریف مقبول بھی ہو جائے تو پھر ہم نے ان شاء اللہ تعالیٰ بھرپور نفع اُٹھالیا، یہ انہیں کی توفیق سے ہوگا، انہیں کی عطاء سے ہوگا۔ وہی رمضان شریف نصیب فرمانے والے ہیں، وہی اس میں توفیق عمل دینے والے ہیں، وہی مغفرت کرنے والے ہیں، وہی بخشش کرنے والے ہیں، وہی دنیا و آخرت کی نعمتیں عطاء کرنے والے ہیں، وہی اجر وثواب کی بارش برسانے والے ہیں۔ "**بیدہ الخیر**" خیر انہیں کے قبضہ میں ہے۔ "**انک علٰی کل شیء قدیر**"۔ بیشک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں تو سب سے پہلے یہ دعا کرنی ہے اور دعا کی توفیق ہو جانا یہ ان شاء اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق ملنے کی علامت ہے۔ جس دن اور جس وقت آپ کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہے اور توفیق ملنے والی ہے۔

۲- ضروری اشیاء کی خریداری

اور تیاری کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے وہ کام کرلیں جن کا تعلق رمضان میں سحری اور افطاری سے ہے یا بازار کی خریداری سے ہے یا عید کی خریداری سے ہے۔ اسی طرح سے ہمارے بہت سارے کام رمضان شریف کے ایسے ہیں جو ہم رمضان سے پہلے کر سکتے ہیں، ہر آدمی کو اپنے کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، اپنے گھر کا اندازہ ہوتا ہے، اپنی دکان کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طریقہ سے گھر کا سامان ہے، کپڑے ہیں، جوتے ہیں، ٹوپی ہے اور جو بھی ضروریات ہیں وہ ساری کی ساری جس قدر ہو سکتی ہوں وہ رمضان شریف سے پہلے پہلے لا کر فارغ ہو جائیں، گھر والوں سے مشورہ کر کے تمام چیزیں پہلے سے لا کر گھر میں رکھ لیں تا کہ رمضان شریف کے مہینہ میں ہمارا کم سے کم وقت بازار میں گزرے اور زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت میں، ذکر میں، تسبیح میں، دعا میں اور توجہ الی اللہ میں گزر سکے۔ بس وہی چند کام رہ جائیں جو رمضان شریف سے پہلے نہیں ہو سکتے جن کو رمضان شریف میں کرنا ناگزیر ہے تو ان کو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ان میں بھی زیادہ سے زیادہ اس بات کی کوشش کریں کہ مثلاً بازار میں ایسے وقت جائیں کہ اس وقت رش نہ ہو، بھیڑ نہ ہو اور جو کام شام میں ایک گھنٹہ میں ہوتا ہے اور سویرے پندرہ منٹ میں ہوتا ہے تو سویرے کے وقت میں کر کے آجائیں۔

باقی وقت یادِ الٰہی میں

اور دل میں ہر وقت یہ فکر ہو کہ دنیا کے یہ جتنے بھی کام ہیں، یہ جتنی جلدی ہو سکیں نمٹ جائیں اور

جو وقت بچے وہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے اور تلاوت کرنے کے لیے فارغ رہے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کے واسطے فارغ کرنے کی کوشش کرتے رہیں، اگر ہم اس کا اہتمام کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سا وقت ہمارا بچ جائے گا اور پھر احتیاط سے رمضان شریف کے لیل ونہار کو یاد الٰہی میں، ذکر الٰہی میں اور دعا مانگنے میں لگانے کی فکر کریں اور کوشش کریں۔

۳- لوگوں سے ملاقاتیں بند کردیں

اسی طرح جن سے ملنا جلنا ہو تو بہت سی میل ملاقات ایسی ہوتی ہیں جو بہت زیادہ اہم اور ضروری نہیں ہوتیں یا ضروری ہوتی ہیں لیکن روزانہ ضروری نہیں ہوتیں۔ ایک مرتبہ کی ملاقات مہینہ بھر کیلئے کافی ہوتی ہے تو ایسی تمام ملاقاتیں بھی رمضان شریف سے پہلے کر کے فارغ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رمضان شریف میں بھی ملاقات جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن غیر ضروری اور بلا ضرورت ملاقات کا بھی یہ مہینہ نہیں ہے یہ تو بس اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مہینہ ہے۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن   بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا   ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا مہینہ ہے۔ اس لیے غیر ضروری ملاقات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ مہینہ تو خالص آخرت کمانے کے واسطے ہے اس کے لیے ہم اپنے آپ کو فارغ کریں۔

۴- حقوق واجبہ ادا کرلیں

اور رمضان شریف کی تیاری کا یہ بھی حصہ ہے کہ رمضان المبارک آنے سے پہلے پہلے جتنے بھی فرائض و واجبات اور حقوق العباد ہمارے ذمہ واجب ہیں اور اب تک ہم نے ان کی ادائیگی نہیں کی تو رمضان شریف کے آنے سے پہلے پہلے ان کی ادائیگی کر کے فارغ ہو جائیں، نمازیں قضاء ہیں تو وہ پڑھنا شروع کر دیں، روزے قضاء ہیں تو ان کو ادا کرلیں، کوئی منت واجب ہو چکی ہے اور اسے پورا نہیں کیا تو اسے پورا کرلیں، قرآن کریم کے سجدے واجب ہیں ادا نہیں کیے تو ان کو ادا کرلیں۔ پچھلے سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے تو اس کو ادا کر کے فارغ ہو جائیں تا کہ نئے سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی نئے سال میں شروع ہو جائے، اگر کوئی قسم کھائی ہے اور کفارہ واجب ہے تو اسے ادا کرلیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حقوق کہلاتے ہیں۔

۵-بندوں کے حقوق کی ادائیگی کرلیں

اور بندوں کے حقوق میں یہ ہے کہ کسی کو مارا ہے' کسی کو پیٹا ہے' کسی کو طعنہ دیا ہے' کسی کی غیبت کی ہے' کسی کو ستایا ہے' کسی کو پریشان کیا ہے' کسی کا پیسہ کھایا ہے' زمین دبائی ہے' دکان پر قبضہ کیا ہے' مکان قبضہ میں لے رکھا ہے اور اس کو خالی کر کے نہیں دیتے' یہ سب حقوق العباد کی کوتاہیاں کہلاتی ہیں۔ ان سب کی ادائیگی یا معافی تلافی کر لینی چاہیے جس جس کا دل دکھایا ہے اس سے معافی مانگ لے' کسی سے کینہ ہے یا کسی سے حسد کا مادہ دل میں ہے تو اس کو دور کرلے' کسی کو مارا پیٹا ہے تو یا بدلہ دیدے یا اس سے معاف کرالے' پیسے کھائے ہیں تو پیسے ادا کردے یا معافی کرالے۔ رمضان شریف سے پہلے پہلے بندوں کے حقوق کی تلافی کردے۔ یہ تو زندگی میں بار بار کرتے ہی رہنا چاہیے لیکن خاص خاص موقعوں پر جیسے رمضان شریف کے مہینے سے پہلے اور عمرہ یا حج پر جانے سے پہلے اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے' یہ بڑا اچھا موقع ہوتا ہے' آسانی سے حقوق العباد کی معافی تلافی ہوجاتی ہے۔

سابق زندگی کا کچا چٹھا بنالو

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رباعی ہے جو اس سلسلہ میں یاد رکھنے کا ہے۔

تم اپنے کئے کی مکافات کرلو جو راہیں بھلا دیں انہیں یاد کرلو
طریقہ صحابہؓ پہ آ جاؤ گے تم تو پھر ساری دنیا پر چھا جاؤ گے تم

مکافات یہی ہے کہ جس جس کو ستایا ہے' پریشان کیا ہے جو اعمال میں کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان سب کا حساب صاف کر کے برابر کرلیں۔ لوگ اس ماہ میں زکوٰۃ نکالنے کے لیے حساب بنا رہے ہیں' ہم اپنی زندگی کا حساب کرلیں کہ اب تک جو زندگی گزری ہے' کیسی گزری ہے؟ کس کس کے ساتھ ہم نے زیادتی کی ہے؟ کس پر ہم نے ظلم کیا ہے؟ کس کو ہم نے طعنے دیئے ہیں؟ کس کس کی غیبتیں کی ہیں؟ کس کس کو مارا ہے پیٹا ہے؟ یہ حقوق العباد کی کوتاہیاں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے رکاوٹ ہیں۔ اگر ایک آدمی ساری رات تہجد پڑھتا ہے دن بھر روزے سے رہتا ہے لیکن دوسروں کا دل دکھاتا ہے۔ یاد رکھئے! اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوسکتی' اس کو تعلق مع اللہ کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے وہاں بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ضروری ہے' اگر کوتاہی پائی جاتی ہے تو اس کی

تلافی ضروری ہے۔ رمضان شریف آنے سے پہلے پہلے یہ بھی اس کی تیاری کا ایک حصہ ہے کہ ان تمام باتوں سے ہم اپنے آپ کو فارغ کرلیں تاکہ جب رمضان شریف آئے تو ہمارے اوپر نہ کوئی قضاء نماز ہو نہ کوئی روزہ قضاء ہو نہ کسی بندہ کا کوئی حق ہمارے ذمہ واجب ہو۔

۶- قضا نمازوں کی ادائیگی

اگر کسی کی بہت ساری نمازیں یا روزے قضا ہیں تو وہ کیا کرے؟ ظاہر ہے کہ رمضان سے پہلے تو سب کی قضا ہو نہیں سکتی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً توبہ کرے اور پھر توبہ کرکے ادا کرنا شروع بھی کردے اور رمضان شریف میں بھی نفلی عبادت کم کرے اور زیادہ سے زیادہ اپنی قضا نمازیں پڑھے اور زیادہ سے زیادہ اپنے دیگر واجبات ادا کرتا رہے اس لیے کہ فرض کی تو آخرت میں پوچھ ہوگی نوافل کی پوچھ نہیں ہوگی۔ لہٰذا فرائض پہلے پورے ہونے چاہئیں لیکن نوافل بالکل بھی نہ چھوڑے اس لیے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بالکل ہی محروم رہ جائے اس لیے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں نوافل کا بھی اہتمام رکھیں لیکن زیادہ سے زیادہ تعداد میں فرائض وواجبات کی طرف متوجہ رہیں۔

۷- رمضان سے پہلے سچی توبہ

اور رمضان شریف کی تیاری کا ایک اہم ترین حصہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص رمضان سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرلے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا اللہ! میں بڑا نالائق اور آپ کا بڑا نافرمان بندہ ہوں اور بڑا ہی خطاکار اور سیاہ کار ہوں یا اللہ! مجھے ہرگز ہرگز یہ کام نہیں کرنا چاہیے، یا اللہ! یہ گناہ مجھ سے ہوتا ہے، میں اپنے کیے پر بڑا ہی نادم اور شرمندہ ہوں، مجھے ہرگز ہرگز یہ کرنا نہیں چاہیے تھا اور جو شخص اپنے گناہ پر شرمندہ اور نادم ہی نہ ہو اور وہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھتا ہو تو اس کے توبہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

سچی توبہ کے تین رکن

۱۔ توبہ کا پہلا رکن یہی ہے کہ جو گناہ ہو چکا اس پر اپنے دل میں شرمندہ اور نادم ہو۔

۲۔ اور دوسرا رکن یہ ہے کہ فی الحال اس گناہ کو چھوڑ بھی دے، یعنی جس وقت توبہ کر رہا ہے اس وقت اس گناہ کے قریب بھی نہ ہو، یہ نہ ہو کہ گناہ بھی کر رہا ہے اور استغفر اللہ استغفر اللہ کی تسبیح بھی پڑھ رہا ہے تو ایسی توبہ واستغفار پر تو شیطان کو بھی ہنسی آتی ہے۔

سبحہ بر کف توبہ برلب دل پُر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ہاتھ میں تسبیح زبان پر توبہ اور دل ذوق گناہ سے پُر ہے۔ تو ایسی توبہ پر گناہ بھی ہنستا ہے کہ یہ کیسا مذاق کر رہا ہے یہ کیسی توبہ کر رہا ہے، گناہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں بدستور باقی ہے، چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں، اوپر سے استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھے چلے جا رہا ہے تو ایسی توبہ و استغفار سے کیا ہوتا ہے، ایسی توبہ سے اس کے مقصد میں تو کوئی خلل نہیں آتا ہے لہٰذا توبہ کا دوسرا رکن یہی ہے کہ فی الحال اس گناہ کو چھوڑے اور ترک کرے۔

توبہ کا تیسرا رکن

اور تیسرا رکن یہ ہے کہ اپنے دل میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا عہد بھی کرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ یا اللہ! آئندہ اب میں یہ گناہ نہیں کروں گا، چاہے اس کا دل یہ کہہ رہا ہو کہ یہ گناہ ایسا ہے کہ میں چھوڑ نہیں سکتا، میں بہت کمزور ہوں اور میں اس کا ایسا عادی ہوں کہ مجھ سے چھوٹے گا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر اس وقت چھوڑ کر آئندہ نہ کرنیکا دل میں ارادہ کر لیں اور پھر اس کیساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں، وہی بچنے کی توفیق دینے والے ہیں، وہی اعمال صالحہ کی توفیق دینے والے ہیں تو ان سے یہ عرض کرے کہ یا اللہ! یہ گناہ ایسا ہے کہ عرض تو کر رہا ہوں کہ آئندہ نہیں کروں گا لیکن آپ میری ہر ہر چیز سے واقف ہیں، میں تو بڑا ہی نالائق ہوں اور میں تو اسکا عادی بن چکا ہوں یا اللہ! مجھے تو نہیں لگتا کہ میں بچ سکوں گا جب تک آپکی مدد شامل حال نہ ہو لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور ایسی مدد فرمائیں کہ یہ گناہ مجھ سے ہمیشہ کیلئے چھوٹ جائے۔ بس جس وقت آپ یہ دعا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد آپکے شامل حال ہوگی، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھئے گا کہ چند دن بعد ہی اس گناہ سے بچنا کیسے آسان ہو جاتا ہے۔

جب یہ تین باتیں کوئی آدمی کسی گناہ کے سلسلے میں اپنے اندر جمع کر لیتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ سچی ہوگئی اور سچی توبہ ہونے کے بعد بڑے سے بڑا گناہ چاہے وہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں، کفر و شرک سے بڑھ کر تو دنیا میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ فسق و فجور سب اس سے نیچے ہیں لہٰذا جتنے بھی گناہ ہو چکے یا خدانخواستہ ہو رہے ہیں تو ان سے سچی توبہ کر لینے کی ضرورت ہے۔

رمضان شریف آنے سے پہلے پہلے توبہ کر کے ان گناہوں سے بچنا شروع کر دیں۔

وقت افطار کی اہمیت

اور اللہ تعالیٰ افطار کے وقت روزانہ ایسے دس لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ روزانہ رمضان کی ہر رات میں چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں۔

اور جب رمضان شریف کا آخری افطار ہوتا ہے تو اس افطار کے وقت روزانہ اللہ تعالیٰ پورے مہینے میں جتنے لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرماتے ہیں اس تعداد کے برابر آخری افطار میں آزاد فرماتے ہیں جو تقریباً تین کروڑ ہوں گے اور دونوں مل کر چھ کروڑ ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ روزانہ ہر رات میں چھ لاکھ لوگوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں۔ آخری شب میں پورے مہینہ کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد فرمائیں گے اس لیے افطاری کا وقت کتنا قیمتی ہو گیا' اس وقت آدمی کو چاہیے کہ بس ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے' تلاوت میں ذکر میں اور آخر میں دعا کے اندر مشغول رہے۔ قسمت میں جو افطاری لکھی ہے وہ تو مل جائے گی' اس وقت زیادہ افطاری کو بنانے سجانے اور جھانکنے کی طرف متوجہ نہیں رہنا چاہیے۔

عصر کے بعد کی اہمیت

عصر کے بعد کا وقت تو انتہائی خاص الخاص وقت ہے یہ وقت تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا اور تلاوت میں لگنے کا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ خواتین کا افطاری کی تیاری میں سارا وقت گزر جاتا ہے اور مردوں کا دسترخوانوں پر بیٹھ کر افطاری کو دیکھنے میں گزر جاتا ہے' کوئی گلاب جامن دیکھ رہا ہے' کوئی امرتی دیکھ رہا ہے' کوئی سموسہ دیکھ رہا ہے' کوئی کچھ دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہیں کہ جلدی سے سائرن بولے تو ہم شروع کریں۔

بھائی! جب سائرن بولے گا تو اس وقت شروع ہو جانا لیکن اس وقت تک تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو یہ تو دس لاکھ آدمی دوزخ سے بری ہونے کا وقت ہے' اپنا نام بھی ان میں رقم کروالو اور جو روزی سامنے رکھی ہے وہ قسمت کی ہے کہاں جائے گی' روزی تو آدمی کو اس طرح تلاش کرتی ہے جس طرح موت آدمی کو تلاش کرتی ہے تو ہماری قسمت کے جو گلاب جامن ہیں وہ کہیں جائیں گے کیا؟ دیکھو یا مت دیکھو' بیٹھو یا مت بیٹھو' آپ کی قسمت کا کوئی دوسرا کھا نہیں سکتا' یہ وقت بڑا ہی قیمتی ہوتا ہے۔

سحری کا وقت

اور ایک سحری کا وقت ہے۔ سحری کا وقت بھی سحری پکانے میں اور کھانے کھلانے میں گزر جاتا ہے حالانکہ یہ وقت خاص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا ہے لہٰذا دستر خوان پر آنے کا وقت بالکل آخر میں رکھیں جب پندرہ بیس منٹ رہ جائیں اس سے پہلے اپنے مصلے پر اپنے کمرہ میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ میں گزاریں اور مغفرت کی دعا کرنے میں گزاریں اور جب پندرہ بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ رہ جائے تو اب آجائیں اور آکر دستر خوان پر بیٹھ جائیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھا ہے وہ کھالیں۔

رمضان کے یہ رات دن تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے برسنے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرتوں کے عطاء کرنے کے لمحات ہیں۔ ان لمحات میں اللہ بچائے ٹی وی دیکھنا' وی سی آر پر فلمیں دیکھنا' ڈرامے دیکھنا اور جانوروں کی تصاویر دیکھنا' نامحرم عورتوں کو دیکھنا' عورتوں کا نامحرم مردوں کو دیکھنا جس کے نتیجہ میں پھر انسان کے جنسی تقاضے بیدار ہو ہی جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ بچائے یہ مہینہ کوئی ایسے کام کرنے کا ہے؟ یاد رکھئے! گیارہ مہینے بھی اس کام کے لیے نہیں ہیں لیکن رمضان شریف کا مہینہ بہت ہی زیادہ اس سے بچنے کا ہے اس لیے اس مہینہ میں اس گناہ سے بہت زیادہ بچیں اور ابھی سے بچیں جو ابھی سے بچے گا وہ رمضان شریف میں بھی بچے گا اور جو ابھی سے نہ بچے گا وہ رمضان شریف میں کیسے بچے گا؟

خواتین کا بے پردہ رہنا

اور دوسرا گناہ خواتین کا بے پردہ رہنا ہے' یہ گناہ بھی ایسا ہے کہ پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اور شاید ہی کوئی خاتون شرعی پردہ کرتی ہو ورنہ اللہ بچائے یہ شرعی پردہ عنقاء بن گیا ہے۔ لہٰذا خواتین پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شرعی پردہ کا اہتمام کریں۔

شرعی پردہ جس طرح باہر کے نامحرم مردوں سے ضروری ہے اسی طرح گھر کے نامحرم مردوں سے بھی ضروری ہے جو دین دار خواتین کہلاتی ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو کہ باہر کے نامحرم مردوں سے تو پردہ کر لیتی ہیں لیکن گھر میں جو دیور جیٹھ وغیرہ رہتے ہیں ان سے شرعی پردہ نہیں کرتیں' رواجی پردہ تو کر لیتی ہیں' شرعی پردہ نہیں کرتیں۔

دین پر عمل آسان ہے

شرعی پردہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں بشرطیکہ ہم اس کو مشکل نہ سمجھیں اور اگر ہم نے مشکل

سمجھ لیا تو کوئی آسان کو مشکل سمجھ لے تو پھر آسان بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت مجذوب صاحبؒ کے اشعار ہیں:

نہ لو نام اُلفت جو خودداریاں ہیں یہاں سرفروشوں کی سرداریاں ہیں
جو آسان سمجھو تو آسانیاں ہیں جو دشوار سمجھو تو دشواریاں ہیں
امیری غریبی میں یکساں رہے ہم نہ جب ذلتیں تھیں نہ اب خواریاں ہیں

تو دین تو بالکل آسان ہے۔اس کا ہر حکم آسان ہے' ٹی وی سے بچنا بھی آسان ہے' کیا بچنے والے دنیا میں نہیں رہتے؟ شرعی پردہ کرنے والی خواتین بھی تو دنیا میں ہی رہتی ہیں' دنیا میں ان کے یہاں بھی شادی بیاہ ہوتے ہیں' ساری دنیا کے کام ان کے یہاں بھی ہوتے ہیں مگر انہوں نے اسے آسان سمجھا تو آسانی سے کرلیا۔

تو خواتین شرعی پردہ کا اہتمام کریں اور جس وقت وہ تہیہ کرلیں گی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گی اور شرعی پردہ کا اہتمام کرلیں گی تو انشاءاللہ آسان ہو جائے گا۔

گھر کے جو مرد حضرات ہیں ان کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے شرعی پردہ میں اہتمام اور پورا پورا تعاون کریں اور عورتیں بھی پختہ تہیہ اور ارادہ کرلیں کہ کچھ بھی ہو جائے لیکن اب ہم غیر شرعی پردہ سے مکمل طور پر اپنے آپ کو بچائیں گی' بے پردگی کے گناہ سے بچیں گی ورنہ ایک طرف بے پردگی کا گناہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف تہجد ہو رہی ہے تو کیا فائدہ ہوگا۔

ڈاڑھی منڈوانے کا گناہ

تیسرا گناہ ڈاڑھی منڈوانے کا ہے۔یہ گناہ بڑا سنگین گناہ ہے' یہ گناہ بھی بڑا ہی سخت اور ہمہ وقتی گناہ ہے۔لہٰذا رمضان شریف کے مہینہ میں تو کم از کم اس گناہ سے توبہ کر ہی لیں اور سچی توبہ کر کے تہیہ کرلیں کہ پورا رمضان ہم اپنی ڈاڑھی نہ منڈوائیں گے اور نہ کترواکر ایک مٹھی سے کم کریں گے کیونکہ کم از کم ایک مٹھی بھر ڈاڑھی رکھنا ہر مسلمان عاقل بالغ مرد کے اوپر واجب ہے اور ایک مٹھی سے کم کتروانا یا منڈوانا یہ ناجائز اور حرام ہے' اس گناہ سے بارہ مہینے اور تازندگی بچنے کی ضرورت ہے۔

لیکن رمضان شریف کا مہینہ اس لیے نہیں ہے کہ اعلانیہ آدمی اپنے چہرہ کو اللہ تعالیٰ کے باغیوں کے مشابہ بنائے' یہ تو بڑی خطرناک بات ہے اس لیے اس گناہ سے بھی بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ بچنا چاہیے۔

شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا گناہ

اور چوتھا گناہ جو کہ آج کل بہت ہی زیادہ عام ہے اور وہ بھی مردوں سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ آجکل یہ عام فیشن بن گیا ہے کہ مرد حضرات اپنی شلوار عام طور پر ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور ناجائز ہے۔ جس سے بطور خاص بچنے کی ضرورت ہے یعنی مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی شلوار ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر رکھیں، تہبند باندھیں یا پاجامہ پہنیں یا شلوار پہنیں تو اس کو ٹخنے سے اوپر رکھیں، بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ شاید نماز کے اندر اسکا حکم ہے، نماز کے باہر مرضی ہے چاہے اوپر کریں یا نیچے، یہ غلط ہے، نماز کے اندر بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اگر کسی کی نماز کے اندر شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی اور نماز کے باہر بھی ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم ہے، گھر کے اندر بھی، آفس کے اندر بھی، دکان کے اندر بھی، بازار کے اندر بھی ہر جگہ مردوں کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھا کریں، یہ گناہ بھی بہت زیادہ عام ہو چکا ہے اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے کا گناہ

اور ایک گناہ جو مسجد میں خاص طور پر ہوتا ہے اور پھر وہ رمضان شریف میں بھی ہوتا رہتا ہے وہ مسجد میں گناہ کی اور دنیا کی باتیں کرنا ہے، مسجد دنیا کی باتیں کرنے کی جگہ نہیں ہے اور گناہ کی باتیں کرنے کی جگہ نہ مسجد ہے نہ مسجد کے باہر لیکن مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا بھی گناہ اور ناجائز ہے اور اس کا بھی بہت بڑا عذاب اور بڑا وبال ہے اس لیے جب مسجد میں آئیں تو گناہ اور دنیا کی باتوں سے اپنے منہ کو تالا لگا کر آئیں۔ یہاں آ کر منہ کھولیں تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں کھولیں، ذکر میں کھولیں، تلاوت میں کھولیں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں کھولیں، دنیا کی باتیں کرنے سے اور گناہ کی باتیں کرنے سے اپنی زبان کو بند رکھیں۔ مسجد میں خاص اس بات کا خیال اور اہتمام کریں۔

''گناہ بے لذت'' کا مطالعہ کریں

ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے گناہ ہیں، اس کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''گناہ بے لذت'' جو ہمارے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترتیب دیا ہوا ہے اس میں حضرت نے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی فہرست دے دی ہے۔ اب اس فہرست کو پڑھ کر ہم میں سے ہر آدمی آسانی سے اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ میرے اندر کون کون سے گناہ ایسے ہیں جو میں کرتا ہوں اور کون کون سے گناہ ایسے ہیں کہ جن سے اللہ پاک نے مجھے بچایا ہوا ہے۔

تو جو گناہ ہو رہے ہیں چاہے کبیرہ ہوں یا صغیرہ ان پر صحیح کا نشان لگا دیں اور صحیح کا نشان لگا کر اب ان سے بچنا شروع کر دیں۔ اگر بچنا مشکل ہو تو پھر اللہ والوں سے مشورہ کریں اور ان سے رجوع کریں کہ مجھ سے یہ گناہ ہوتا ہے' میں اس سے بچنا چاہتا ہوں اور یہ میں نے کوشش کی ہے اس سے بچنے کی مگر میں نا کام ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ میری مدد فرمائیے تو وہ آپ کی رہنمائی کریں گے' آپ کو تعلیم دیں گے اور ایسا طریقہ اور علاج بتلائیں گے کہ اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔

لیکن رمضان شریف کی تیاری میں یہ داخل ہے کہ رمضان شریف سے پہلے پہلے ہم اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے بچالیں' جب بچالیں گے تو پھر جب ان شاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف کا مہینہ آئے گا اور رمضان شریف کی پہلی رات آئے گی تو اس پہلی رات ہی کو ان شاء اللہ تعالیٰ جو پہلا جھونکا اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا آئے گا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری بخشش کا سامان کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اپنے فضل سے ہم سب کو رمضان شریف سے پہلے رمضان شریف کی دل و جان سے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۸- ہم تراویح کہاں پڑھیں؟

آخر میں ایک بات اور عرض کرنی تھی کہ رمضان شریف شروع ہونے سے پہلے پہلے ہم اس بات کو سوچ لیں کہ ہم تراویح کہاں پڑھیں؟

اس میں ایک تو عام ذہن ہے وہ تو یہ ہے کہ ایسی مسجد میں جاؤ جہاں بیس منٹ میں بیس تراویح ہو جائیں' کوئی ایسا حافظ ملے کہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن والناس تک کسی طرح پہنچا دے۔ بس **یعلمون تعلمون** کے سوا کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ تین روز میں یا پانچ روز میں دس روز میں کسی طریقے سے وہ ہمیں پار لگا دے تا کہ ہماری جلدی چھٹی ہو جائے۔ العیاذ باللہ۔

بعض لوگ وہ ہیں جو ایسی مسجد کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں اٹھک بیٹھک ہوتی رہے اور اٹھک بیٹھک ہو کر جلدی سے چھٹی مل جائے یہ تو رمضان شریف کا خون کرنا ہے اور تراویح کا خون کرنا ہے' تراویح تو اس لیے نہیں ہے کہ اس کو اس طریقہ سے بیکار ڈال دیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر سال فرماتے تھے الحمد للہ حضرت کے وہ

بیانات ''رمضان المبارک کے انوار و برکات'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں وہ پڑھ لینے چاہئیں۔

وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں اپنے بندوں کو اپنا مقرب بنانے کے لیے اضافی چالیس سجدے عطا فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نہایت قریب سے قریب ہو جاتا ہے' ایک ہی سجدہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے تو چالیس سجدے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔

ایک سجدہ کی فضیلت

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک سجدہ پر اللہ تعالیٰ جنت میں ایک ایسا درخت لگاتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار اس کے سایہ کو پانچ سو سال میں جا کر طے کرے گا اور ایک سجدہ کے بدلہ میں ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھ دیتے ہیں اور اس سجدہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک ایسا محل بنائیں گے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ میں سرخ یاقوت سے مزین ایک محل ہوگا کسی بھی رات میں کوئی بھی سجدہ کرلے اس کا یہ ثواب ہے۔

پہلے دن کے روزے کی فضیلت

اور روزانہ صبح سے شام تک روزہ دار کے لیے ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار فرماتے ہیں اور جب کوئی مسلمان پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے سارے گناہ صغیرہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ ایسا زبردست ماہ مبارک اور ایسی عظیم الشان نماز تراویح اور ہم اس کے ساتھ یہ گناہوں کا معاملہ کریں تو پھر ہم سے زیادہ محروم کون ہوگا؟

اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ ہم ایسی مسجد تلاش کریں کہ جہاں بڑے آرام آرام سے اور بڑے اطمینان سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہو اور آرام و سکون سے نماز تراویح ادا کی جاتی ہو۔ پہلے سے تلاش کرلیں کہ کس مسجد میں ایسا اچھا انتظام ہوگا وہاں کے حافظ صاحب بہت اچھے اور پکے قاری ہوں گے اور جو آرام آرام سے تراویح پڑھائیں گے اس کا انتخاب کرلیں اور وہاں جا کر اپنی تراویح ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

ادائیگی زکوۃ اور اس کے متعلق کوتاہیاں

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث اول: زکوٰۃ بھی اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا مال قیامت کے دن اُس کے لیے گنجے سانپ کی شکل بنایا جاوے گا۔ (گنجا سانپ زیادہ زہریلا ہوتا ہے) اور اُس سانپ کی آنکھ پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (نقطے بھی زیادہ زہریلے کی آنکھ پر ہوتے ہیں) وہ سانپ اس کے گلے میں ڈالا جاوے گا' پھر وہ سانپ اُس (شخص) کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر (اس سے) کہے گا میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر (اس ارشاد کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ '' اخیر تک تلاوت فرمائی۔'' (بخاری)

ف: اس آیت میں یہی مضمون ہے کہ بخیل کا مال اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حدیث سوم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (ایسے) شخص کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا (جس نے اپنے لیے حکم دریافت کیا تھا) تو اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالا کرے کیونکہ وہ پاکی ہے تجھ کو وہ پاک کردے گی اور عطیہ دیوے تو اپنے رشتہ داروں کو اور پہچانے تو مسکین اور پڑوسی اور سائل کے حق کو۔'' (عین ترغیب عن احمد)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

محترم بھائیو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا عنوان ادائیگی زکوٰۃ کی تاکید میں ہے۔

قرآن حکیم میں نماز کے بعد جس اہم عبادت کی تاکید کی گئی ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ ایک حدیث مبارکہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز' روزہ' حج

سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو یہ اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

زکوٰۃ کی دراصل حکمت یہ ہے کہ بندہ جب نماز کے لیے خود حاضر ہو گیا تو اسے چاہیے اس دربار میں اپنا مال و دولت بھی پیش کرے تاکہ یہ نہ ہو کہ

گر جاں طلبی مضائقہ نیست　　　زرمے طلبی سخن دریں است

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر رقم طلب کرو تو کلام اسی میں ہے)

مگر اسلام کا مقصود یہ ہے کہ اپنا سب کچھ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دے۔

مال و زر دل و جگر کر دے سبھی کو وقف در　　　زندگی بقیہ سر ننگ ہے بندگی نہیں

سال بھر میں ایک مرتبہ زکوٰۃ فرض ہونے میں حکمت یہ ہے کہ انسانی خصوصیتیں، ہمدردی اور شفقت ہاتھ سے نہ جانے پائیں اور ایک سال گزرنے کے بعد ایک قلیل حصہ زکوٰۃ میں نکالنے سے بخل وغیرہ کے عیب سے لوگوں کے نفس پاکیزہ رہیں۔

قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر تاکید نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بھی ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کی ازحد تائید فرمائی ہے۔ ذخیرہ احادیث سے چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ادائیگی زکوٰۃ کے فضائل کا علم ہو کر زکوٰۃ ادا کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعیدیں سن کر عذاب کے خوف کو مستحضر رکھ کر توفیق ادائیگی زکوٰۃ نصیب ہو۔ (اَللّٰھُمَّ آمین)

(۱) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے یا بلند عمارت ہے۔ اگر زکوٰۃ نہ دے تو اسلام پر چل نہیں سکتا یا اسلام کے نیچے درجے میں رہا۔ (طبرانی اوسط و کبیر)

اس سے زکوٰۃ کا کتنا بڑا درجہ ثابت ہوا اور اس کے نہ دینے سے مسلمانی میں کتنا بڑا نقصان معلوم ہوا۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اس کی برائی جاتی رہی یعنی زکوٰۃ نہ دینے سے جو اس مال میں نحوست اور گندگی آجاتی ہے وہ نہیں رہی۔ (طبرانی اوسط ابن خزیمہ صحیح)

معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس میں برکت نہیں رہتی۔ اس کی کچھ تفصیل حدیث تیرہ و چودہ میں آگے آرہی ہے۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر

ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے سے ایمان میں کمی رہتی ہے۔

(۴) عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا' ایمان کا ذائقہ چکھے گا' صرف اللہ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس پر آمادہ کرتا ہو۔ یعنی کسی کو زکوٰۃ دیتے وقت اس کا دل دکھتا نہ ہو۔

زکوٰۃ کا مرتبہ تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو توحید کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کا اثر اس سے ظاہر ہوا کہ اس سے ایمان کا مزہ بڑھ جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص سونے کا رکھنے والا اور چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق یعنی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اس شخص کے عذاب کے لیے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے اس کے پہلو اور پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی تو دوبارہ ان کو تپایا جائے گا اور یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی یعنی قیامت کے دن۔ (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مال داروں پر ان کے مال میں اتنا حق یعنی زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کے لیے کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے تو مال داروں ہی کی اس کرتوت کی بدولت ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ان سے اس پر سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (طبرانی اوسط و صغیر)

ایک حدیث میں اس کی تفصیل میں یہ بھی ارشاد ہے کہ محتاج لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت کریں گے کہ ہمارے حقوق جو آپ نے ان پر فرض کیے تھے انہوں نے ہم کو نہیں پہنچائے' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا' اپنی عزت و جلال کی قسم میں تم کو مقرب بناؤں گا اور ان کو دور کر دوں گا۔ (طبرانی صغیر و اوسط و ابوالشیخ کتاب الثواب)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی مقبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی و اصبہانی)

اور ایک روایت میں اُن کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ پورا مسلمان نہیں کہ اس کا نیک عمل اس کو نفع نہ دے گا۔ (اصبہانی)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ نماز بھی چھوڑ دیں' اگر ایسا کریں گے تو اس کا عذاب الگ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ بھی دینے لگیں۔

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے اور اس کے گلے میں طوق یعنی ہنسلی کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں' میں تیری جمع ہوں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی "وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ" (الآیہ) اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے۔ (بخاری ونسائی)

(۹) عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاوہ "لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایمان لانے کے' اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں' پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گی۔ جب تک سب کو ادا نہ کرو' یعنی نماز' زکوٰۃ' رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز و روزہ و حج سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ سب بھی اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز تو سب کے سامنے ظاہر ہونے والی چیز ہے اس کو تو قبول کر لیا اور زکوٰۃ پوشیدہ چیز ہے اس کو خود کھا لیا حقداروں کو نہ دیا ایسے لوگ منافق ہیں۔" (بزار)

یعنی بعضے لوگ نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ نہ پڑھیں گے تو سب کو خبر ہوگی اور زکوٰۃ اس لیے نہیں دیتے کہ اس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اور منافق ایسا ہی کرتے تھے ورنہ خدا کے حکم تو دونوں ہیں۔

(۱۲) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس قوم نے زکوٰۃ دینا بند کر لیا' اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کرتا ہے اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے

بارش کو روک دیتا ہے۔ (طبرانی و حاکم بیہقی)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مال میں زکوٰۃ ملی ہوئی رہی وہ اس کو برباد کر دیتی ہے۔ (بزار و بیہقی)

زکوٰۃ ملنا یہ کہ اس میں زکوٰۃ فرض ہو جائے اور نہ نکالی جائے اور برباد ہونا یہ کہ وہ مال جاتا رہے یا اس کی برکت جاتی رہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں دریا میں تلف ہوتا ہے زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی)

اور اگر باوجود زکوٰۃ دینے کے شاذ و نادر تلف ہو جائے تو وہ حقیقت میں تلف نہیں ہے کیونکہ اس کا اجر آخرت میں ملے گا اور زکوٰۃ نہ دینے سے جو تلف ہو وہ سزا ہے اس پر اجر کا وعدہ نہیں۔

(۱۵) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ میں اور میری خالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو اس سے ڈر نہیں لگتا کہ تم کو اللہ تعالیٰ آگ کے کنگن پہنا دے اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (احمد بسند حسن)

یہ سب روایتیں ترغیب و ترہیب میں ہیں۔

(۱) زکوٰۃ کی فرضیت اور فضیلت (۲) زکوٰۃ نہ دینے کا وبال اور عذاب دنیا میں تو مال کی بربادی یا بے برکتی اور آخرت میں دوزخ (۳) زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز وغیرہ کا بھی مقبول نہ ہونا (۴) زکوٰۃ نہ دینے والے کی حالت کا منافق کے مشابہ ہونا جس کا بیان بالا کے ذیل میں گزرا۔ (۵) زکوٰۃ کا حقوق العباد کے مشابہ ہونا جیسا کہ نمبر ۶ کے ذیل میں گزرا۔ اس سے اس کی تاکید دوسری عبادتوں سے اور زیادہ بڑھ گئی۔

عالم برزخ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کا حال

زکوٰۃ نہ دینے والوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے شب معراج میں دیکھا جسے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تنویر السراج فی لیلۃ المعراج میں یوں نقل فرماتے ہیں: ”پھر ایک قوم پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۵۰)

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت

شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا فرض قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دے دیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ سے نہ جانے پائیں۔ لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے، بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں پھر خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امیدوار بھی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اس کا ادا کرنا گراں نہ گزرے۔ اس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت براری بخوبی آ جایا کرے اور حاجت مند ڈھونڈے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجت مند کی کار براری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور اسے داد و دہش کے ساتھ جس کا اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے الفت پیدا ہوتی ہے وہاں اس بات کا امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کہاں تک محبت ہے کہ محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے کو وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے۔ اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہوگا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ بازی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہوئے جاتے ہیں۔ بھلا بتائیے کہ جب صاحب قدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بیچارے کی کار براری ہو سکتی ہے یا خود وہ دولت مند مرض بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔ (سائنس اور اسلام ص ۱۳۴، ۱۳۵) (ترجمہ اردو حمیدیہ مصنفہ علامہ حسین آفندی طرابلسی)

زکوٰۃ سے متعلق کوتاہیاں

زکوٰۃ مطلقاً ادا نہ کرنا

عبادات بدنیہ میں نماز سب سے اہم ہے اسی طرح عبادات مالیہ میں زکوٰۃ سب سے اہم ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ہر مقام پر "اقیموا الصلوٰۃ" کے ساتھ "اٰتوا الزکوٰۃ" کے الفاظ آئے ہیں جن سے اس کی اہمیت ظاہر ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی اصلاح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی تاکید و فرضیت کے نصوص اور اس

کے ترک پر جو وعیدیں آئی ہیں اس کو دیکھیں، سنیں اور غور کریں۔ اس میں سے ہم نے کچھ خطبات الاحکام سے نقل کر دیئے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حیات المسلمین کا مطالعہ کریں۔

اس کے اصلی سبب بخل کا علاج کریں۔ اس علاج کا حاصل مال کی محبت گھٹانا جس کی سب سے اچھی تدبیر موت کا بکثرت یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے۔

زکوٰۃ حساب کے مطابق ادا نہ کرنا

بعض لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں مگر حساب سے ادا نہیں کرتے جو جی چاہا دے دیا۔ مثلاً ایک ہزار روپے (ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت ایک ہزار سے زائد ہو تو ایک ہزار روپے زکوٰۃ واجب الادا نہ ہوگی۔ اس زمانہ میں چاندی سستی تھی اور ہزار روپے پر زکوٰۃ واجب الادا تھی۔) کے مال پر پچیس روپے زکوٰۃ تھی اس نے دس روپے دے دیئے بقیہ چھ سو روپے کی زکوٰۃ واجب الادا رہی۔ یہ بھی گویا نہ دینے میں داخل ہے۔

زکوٰۃ کے حساب میں غلطیاں

زکوٰۃ میں ایک کوتاہی یہ ہے کہ اپنے نزدیک حساب سے دیتے ہیں مگر واقع میں وہ حساب غلط ہوتا ہے۔ مثلاً تجارت میں خرید یا لاگت کا حساب لگاتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ایک ہزار روپے کی کتب تاجرانہ خریدیں یا چھپوائیں مگر وہ بازار میں دو ہزار کی ہیں تو زکوٰۃ دو ہزار کی دینا چاہیے اگر دو ہزار روپے کی زکوٰۃ پچاس روپے دیتے وقت دل دکھے تو آسان یہ ہے کہ کتابوں کا چالیسواں حصہ دے، مثلاً چالیس ہدایہ میں سے ایک ہدایہ یا ایسی کتاب دے جس کی ہدایہ کی قیمت کے برابر نکاسی ہوتی ہو۔

رمضان المبارک میں زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہیاں

اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ رمضان المبارک میں زکوٰۃ نکالتے ہیں بوجہ اس کے کہ ایک ذخیرہ ثواب برابر ستر فرض کے ہے پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مالک نصاب کا سال رمضان سے تین چار ماہ قبل ختم ہو گیا تھا تو اس شخص نے رمضان شریف سے حساب رکھنے کے لیے تین چار ماہ کی زکوٰۃ دے دی اور پھر آئندہ کے لیے رمضان سے رمضان تک کا حساب رکھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رمضان سے تین چار ماہ بعد سال ختم ہوتا ہے اور یہ شخص رمضان میں زکوٰۃ ادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھتا ہے حالانکہ تین چار ماہ بعد احتمال ہے کہ رقم نصاب رمضان سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ واقع میں زیادہ کے حساب سے واجب ہوگی تو اس طور پر بقیہ زکوٰۃ اس کے ذمہ رہ جائے گی۔

اس لیے ضروری ہے کہ ختم سال پر کے نصاب کو ضرور دیکھا جائے یعنی رمضان میں جتنا دیا ہے اس کو یاد رکھیں پھر ختم سال پر جتنی مقدار زکوٰۃ کی ہے اس ادا کی ہوئی زکوٰۃ کو اس سے ملائے اگر کچھ ادا کرنے سے رہ گیا ہو تو اسے پورا کرے اگر زیادہ دے دیا ہو تو اگلے سال میں لگا لینا جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا سال مثلاً رجب میں ختم ہو جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ کا حساب رجب میں موجود رقم پر ہوگا۔ اگر وہ دو ماہ بعد رمضان میں زکوٰۃ ادا کرے تو حساب غلط ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کے پاس رجب میں ایک ہزار روپے تھے اور رمضان میں آٹھ سو روپے رہ گئے اور اس نے بیس روپے زکوٰۃ ادا کی تو پانچ روپے زکوٰۃ اس کے ذمہ رہ گئی۔

زکوٰۃ سے دنیاوی مقاصد کا حصول

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ سے دنیوی اغراض نکالنا چاہتے ہیں جو کہ خلوص کے خلاف ہے مثلاً اپنے نوکروں کو زکوٰۃ اس خیال سے دیتے ہیں کہ یہ ہم سے زیادہ دبیں گے اور کام خوب کریں گے اور بعض زبان سے بھی جتلانے لگتے ہیں کہ نمک حرام تجھ کو اتنی تنخواہ دیتے ہیں اور زکوٰۃ بھی مگر تو ایسا احسان فراموش ہے وغیرہ۔

زکوٰۃ نہ دینے کا نامعقول عذر

بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ دکان میں جب مختلف اقسام کا، مختلف قیمتوں کا مال موجود ہے اس کی زکوٰۃ کیسے نکال سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمہاری دکان میں خرید و فروخت کا حساب لکھا جاتا ہے تو کاغذات سے حساب تیار ہو سکتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو نظری تخمینہ کافی ہے جو تخمینہ قرار پائے احتیاط کے لیے کچھ بڑھا لو مثلاً آٹھ سو روپے تخمینہ ہے تو ایک ہزار روپے کی زکوٰۃ دے دو زکوٰۃ میں صرف پانچ روپے بڑھیں گے۔ اسی طرح گوٹہ ٹھپہ کا زیور کا جس میں دوسری چیز مرکب ہے تخمینہ کافی ہے۔

حرام مال مخلوط ہو جانے کا عذر

مثلاً یہ عذر کہ صاحب ہمارا مال حلال نہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ حرام مال جب اپنے مال میں مل گیا وہ ملک میں داخل ہو گیا، گو ملک خبیث ہی ہو اور وجوب زکوٰۃ کے لیے ملک ہونا شرط ہے طیب ہونا شرط نہیں، طیب ہونا مقبولیت کی شرط ہے۔ پس زکوٰۃ واجب ہوگی گو مقبول نہ ہوگی پھر دینے سے کیا فائدہ، جواب یہ ہے کہ نہ دینے سے جو عذاب ہوتا اس سے محفوظ رہے اور قبول نہ ہونے سے عذاب نہیں ہوتا ثواب سے محرومی ہوتی ہے۔

ردی چیز زکوٰۃ میں دینا

بعض لوگ زکوٰۃ میں ایسی چیز دیتے ہیں جو ردی اور نا کارہ ہو تاجر کتب ایسی کتاب دیتا ہے جس کی نکاسی نہیں ہوتی' تاجر پارچہ پرانے تھان نکالتا ہے' تاجر غلہ کرم خوردہ غلہ نکالتا ہے۔ وعلیٰ ھذا۔ پس جس حساب میں اس نے یہ چیزیں نکالیں جو بازار میں نہ نکل سکیں تو زکوٰۃ ہی ادا نہیں ہوئی' بقدر کمی قیمت اس کے ذمہ رہ گئی اور اگر اتنی قیمت کی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی مگر بقدر کمی خلوص کے مقبولیت میں کمی رہی۔

دعوت کے ذریعہ زکوٰۃ کا حکم

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ زکوٰۃ کے روپے کا غلہ یا کھانا مساکین کو کھلا دیتے ہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کھانا پکا کر ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور ان کو اختیار ہو لے جانے کا یا بیٹھ کر کھا لینے کا اور اس کی ان کو اطلاع بھی کر دی جائے اور وہ کھانا قیمت میں اس قدر ہو جتنی زکوٰۃ اس کے ذمہ تھی۔ (مثلاً ایک شخص کو بیس روپے زکوٰۃ کے نکالنا ہیں اس نے جنس خرید کر پکوائی' کچھ خرید میں صرف ہوا' کچھ باورچی کو مزدوری دی مگر کسی وجہ سے خواہ جنس سے خریدنے میں ٹھگا گیا یا مزدوری زیادہ دے دی یا کھانا بگڑ گیا اور کھانا سترہ روپے کا ہوا تو بقیہ تین روپے زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب رہی)۔ تب تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر لے جانے کا اختیار نہ ہو بلکہ بٹھلا کر کھلایا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(یہی حکم کپڑوں کا ہے اگر زکوٰۃ کی رقم کا کپڑا خریدا اور سلوایا اور وہ کپڑا سلنے کے بعد وہ اتنی رقم کا ہے جتنی زکوٰۃ اس کے ذمہ واجب ہے اگر کسی وجہ سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا کپڑا ناواقفی سے مہنگا خریدا یا سلوانے میں بگڑ گیا تو بقدر گھٹنے کے اور زکوٰۃ دینا پڑے گی۔)

قرض میں زکوٰۃ دینے کا حکم

بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ ہمیں پانچ روپے زکوٰۃ میں دینا ہیں اور فلاں غریب آدمی کے ذمہ ہمارا پانچ روپے قرض ہے' اس کو زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیں۔ یاد رکھیں اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک کامل شرط ہے البتہ ایک تدبیر اور وہ جائز ہے کہ اول اس شخص کو پانچ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے اور جب وہ اس روپے پر مالک اور قابض ہو جائے اس سے اپنا قرضہ مانگے اور اگر وہ نہ دے تو جبراً چھین لینا بھی جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

زکوٰۃ صحیح مصرف پر ادا نہ کرنا

بعض آدمی زکوٰۃ نکال کر مصرف شرعی پر ادا نہیں کرتے۔ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی' سر پر

رہتی ہے۔ مثلاً اپنے پیروں کو دیتے ہیں۔ گو وہ صاحب نصاب ہوں، آئمہ و مؤذنین کو تنخواہ میں دیتے ہیں بعض چندہ مدارس میں دیتے ہیں اور مہتمم کو اطلاع نہیں دیتے اور وہ اسے تعمیر یا فرش یا تنخواہ مدرسین یا خرید کتب میں صرف کرتا ہے بعض مردہ کے کفن پر خرچ کرتے ہیں اور بعض سادات اور بنی ہاشم کو دے دیتے ہیں۔ شامی نے بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ اگر ملنے کے وقت ان کو اطلاع ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو لینا بھی حرام ہے اور اگر ان کو قرائن سے معلوم ہو کہ دینے والے کو ہمارا غیر مصرف ہونا معلوم نہیں تو اطلاع کرنا واجب ہے اور اخفاء یا سکوت بالاتفاق حرام ہے اور اگر لے لیا تو صاحب نصاب کو مکرر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔

کفن میت میں زکوٰۃ اس طرح لگ سکتی ہے کہ اس میت کے کسی غریب قریبی عزیز کو دے دی جائے پھر وہ اپنے اختیار ورائے سے بغیر کسی کے مجبور کیے کفن لا کر اپنی طرف سے ڈال دے۔

امام و مؤذن اگر مسکین ہوں تو ان کی تنخواہ کے علاوہ (بغیر مقرر کیے ہوئے) انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ اگر مہتمم مدرسہ پر قلب مطمئن ہو کہ غیر مصرف پر صرف نہ کرے گا تو اطلاع کر کے کہ یہ رقم بمد زکوٰۃ ہے اور وہ مہتمم مستحق طلباء کو دے دے کہ وہ اپنی خوراک و پوشاک میں خرچ کریں اگر مہتمم مسائل نہ جانتا ہو یا محتاط نہ ہو تو چونکہ ان صورتوں میں اطمینان نہیں اس لیے ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا ہی جائز نہیں۔

سابقہ سالوں کے زکوٰۃ کی ادائیگی

اگر پہلے کوئی زکوٰۃ دینے کا خوگر نہ ہو اور اب توفیق ہو تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر درمیان میں مال خود تلف ہو کر نصاب سے کم رہ گیا ہو تو اس وقت کی زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔

مال زکوٰۃ ضائع ہونے کا حکم

اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال نکال کر رکھا ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دینا پڑے گی۔ مال زکوٰۃ جداگانہ نکال کر رکھنے سے صرف اتنا فائدہ ہے کہ ہر جزو کے دینے کے وقت نیت ضروری نہیں ہوتی۔

اگر کہیں ایسے ہی موقع پر زکوٰۃ سے امداد کرنے کی ضرورت ہو اس کی ایک اور تدبیر جو کہ بالکل قواعد کے مطابق ہے یہ ہے کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جاوے کہ تم دس روپیہ مثلاً کسی سے قرض لے کر فلاں سید کو دے دو، یا فلاں مسجد و مدرسہ میں دے دو، ہم تمہاری اعانت ادائے قرض میں کریں گے جب وہ مسکین وہاں دے دے تم اس مسکین کو دس روپے زکوٰۃ میں دے دو پھر اسے اس کا قرض خواہ

وصول کرلے گا اس میں مسکین کو دینا بھی حقیقتاً ہوا اور اس مسکین پر صدقہ دینے میں جبر بھی نہ ہوا کیونکہ وہ آزاد ہے خواہ قبول کرے یا نہ کرے بخلاف حیلہ تملیک کے کہ اگر وہ مسکین موافق تعلیم کے نہ دے تو کدورت بلکہ نزاع واقع ہوجاوے اور ہرچند کہ بعد میں مل جائے اس روپیہ کے قرض خواہ اس سے جبراً لے سکتا ہے مگر قرض تو حق واجب عبد کا ہے اور اس میں جبر جائز ہے اور چونکہ وہ روپیہ حقیقتاً اس مسکین کا ہوگیا اس لیے اس کو جبراً اپنے قرضہ میں لے لینا سہل ہے جیسے اس مسکین کے پاس خاص اس کا مکسوبہ ہوتا تو بھی اس کو جبراً لینا جائز تھا۔

زکوٰۃ وصدقات سے متعلق جامع نصائح

۱۔ زکوٰۃ پیشگی بھی دینا درست ہے۔ ۲۔ پہننے کے زیور اور گوٹے ٹھپے میں بھی زکوٰۃ ہے۔

۳۔ زکوٰۃ حتیٰ الامکان ایسے لوگوں کو دو جو مانگتے نہیں آبرو لیے گھر میں بیٹھے۔

۴۔ تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ جو توفیق ہووے دو۔

۵۔ یوں نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے کر تمام حقوق سے سبکدوش ہوگئے مال میں اور بھی حقوق ہیں جو وقوع ضرورت کے وقت ادا کرنے پڑتے ہیں۔

۶۔ عزیز واقارب کو صدقہ دینے سے دو ثواب ہیں۔ ایک صدقہ دوسرا صلہ رحم۔

۷۔ اگر پڑوسی غریب ہوں تو شوربا بڑھا دیا کرو اور ان کو بھی پہنچایا کرو۔

۸۔ سائل کو کچھ دے دیا کرو خواہ کتنا ہی قلیل ہو۔

۹۔ بی بی شوہر کے مال سے محتاج کو اتنا ہی دے سکتی ہے جس میں اگر شوہر کو اطلاع ہو تو اس کو ناگوار نہ ہو۔

۱۰۔ جو چیز کسی کو خیرات دو اور وہ اس کو فروخت کرتا ہو تو بہتر ہے کہ تم اس کو اس سے مت خرید و شاید تمہاری رعایت کرے تو گویا یہ ایک طرح کا صدقے کو واپس کرنا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۴۵)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چھٹا خطبہ

زبان کی حفاظت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

زبان ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اس کے گناہ بہت ہیں۔اسی واسطے شریعت مقدسہ نے خاموشی کی تعریف کی ہے اور خاموش رہنے کی رغبت دی ہے۔الا آنکہ اظہار حق کی ضرورت پیش آئے۔

حدیث اول: ''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہے اور اس کی جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان میں ہے میں اس شخص کے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''اور ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس کو قتل کرنا کفر ہے۔'' (متفق علیہ) اس زمانہ میں گالی دینے کی برائی دلوں سے بالکل نکل گئی ہے بلکہ بعض لوگ تو اس کو خوشی کے موقع پر بھی استعمال کرتے ہیں۔خدا کی پناہ فسق کی بات اور اس کو اس طرح بے دھڑک کیا جاوے۔

حدیث سوم: ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک سچ نیکی ہے اور بیشک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بیشک جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔'' (مسلم)

حدیث پنجم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) سے ارشاد فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرے جو اس کو ناپسند ہو۔عرض کیا گیا کہ یہ تو فرمائیے کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو

جو میں کہتا ہوں (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بات اس میں ہو جس کا تو ذکر کرے تب ہی تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات ہو ہی نہیں جو تو ذکر کر رہا ہو تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا (جو غیبت سے کہیں بڑھ کر ہے)۔" (مسلم)

حدیث ششم: "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص چپ رہا اُس نے نجات پائی۔" (احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی)

حدیث ہفتم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس بات کو چھوڑ دے جس سے اُس کو کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔" (مالک واحمد وابن ماجہ وبیہقی)

حدیث ہشتم: "اور نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جو شخص دنیا میں دورویہ ہو (کہ اُسکے منہ پر اسکی بات کہے اور اسکے منہ پر اسکی) قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی زبان ہوگی۔" (دارمی)

حدیث نہم: "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو عار دلائی ہو تو نہ مرے گا وہ شخص جب تک کہ اس گناہ کو نہ کرلے (راوی نے کہا ہے کہ) آپ کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلا دے کہ جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔" (ترمذی)

ف: اور اگر توبہ سے قبل عار دلائی تو گویا اس پر وعید کا مستحق نہیں ہے مگر یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ توبہ سے قبل بھی خیر خواہی سے نصیحت کرنا چاہیے۔ عار دلانا اس وقت بھی برا ہے اگر عار دلانا ہی مصلحت ہو تو دوسری بات ہے۔

حدیث دہم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کے رنج پر خوشی ظاہر نہ کرنا، شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما دے اور تجھ کو مبتلا کر دے۔" (ترمذی)

حدیث یازدہم: "و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور عرش اس کی وجہ سے ہل جاتا ہے۔" (بیہقی)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ وہ (انسان) کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار (موجود) ہوتا ہے۔

اضافہ: (الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والے کو دیکھو تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

ف: یعنی ان کو سختی سے منع کر دو البتہ اگر کسی وجہ سے سختی کی ہمت نہ ہو یا مناسب نہ ہو تو

نرمی سے منع کرنے کا مضائقہ نہیں۔۱۲

(ب) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے جھوٹ کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ باطل ہو (یعنی جس موقع پر شریعت نے اجازت نہ دی ہو اس موقع پر جھوٹ کو چھوڑ دیا) تو اس کے واسطے جنت کے کنارے پر مکان بنایا جاوے گا اور جو شخص جھگڑے کو ترک کردے اس حال میں کہ وہ حق پر ہو تو اس کے واسطے جنت کے درمیان میں مکان بنایا جاوے گا۔(ترمذی)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کا) فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے بوجہ اس (فعل ناشائستہ) کی بدبو کے جو اس بندہ نے کیا ہے۔

(د) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نہ طعنہ مارنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بے حیائی کی بات بکنے والا ہوتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔(ترمذی)

معززین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع حفاظت لسان یعنی زبان کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرنا ہے۔خطبہ کے ترجمہ میں آپ حضرات نے زبان سے متعلق چند گناہوں کے بارے میں احادیث مبارکہ سنیں۔مزید چند اور سن لیجیے۔

نسب پر طعنہ مارنا: دوسرے میت پر نوحہ کرنا (مسلم)

غیر اللہ کی قسم کھانا: جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کا کام کیا۔(ترمذی)

نجومیوں کاہنوں سے غیب کی باتیں پوچھنا: جو شخص آئندہ کی غیبی خبریں بتلانے والے کے پاس گیا اور اس سے غیب کی خبریں پوچھیں اس کے چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔(جامع صغیر)

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا: مسجد میں دنیا کی باتیں اس شخص کی نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔

فضول گوئی کرنا: انسان کا اسلام درست وصحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں (اس میں لایعنی باتیں بھی داخل ہیں) کو چھوڑ دے۔(ترمذی)

نابینا کو غلط راستہ بتلانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی نابینا کو راستہ سے گمراہ کردے۔

بیوی کو شوہر یا نوکر کو آقا کیخلاف اُبھارنا: جو شخص کسی کی بیوی کو شوہر کے یا نوکر کو آقا کے خلاف آمادہ کرے (یعنی بیوی یا غلام یا نوکر کے دل میں عداوت کے جذبات پیدا کرے یا ان

کو تقویت پہنچائے) وہ ہم میں سے نہیں۔

جھوٹی گواہی: جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ نے گناہ سے متعلق زبان کے گناہ گنوائے ہیں۔ نہ معلوم ہم دن رات میں زبان کے کس قدر کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر سوچے کوئی بات منہ سے نہ نکالے بات کرنے سے پہلے دو تین سیکنڈ سوچ لے کہ جو بات میں کر رہا ہوں یہ گناہ کی بات تو نہیں؟ اور اگر گناہ کی بات ہو تو سوچے کہ جتنی دیر میں یہ گناہ کی بات کروں گا اگر اس وقت ایک بار بھی سبحان اللہ کہہ دوں تو میزان عمل کا آدھا پلہ بھر جائے گا۔

دوسرا علاج ان سب گناہوں سے بچنے کا خاموشی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "مَنْ سَكَتَ نَجَا" جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔ یعنی انسان خاموشی اختیار کر کے زبان کے سب گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

خاموشی سلامتی دارین کا سبب ہے

زبان اظہار مافی الضمیر کا ایک آلہ ہے۔ سبحان اللہ حق تعالیٰ شانہ نے بدن میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایسا بنایا ہے جس سے انسان اپنا مافی الضمیر ادا کرتا ہے۔ اسی سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت، حق تعالیٰ شانہ کی عبادت، وعظ گوئی یہاں تک کہ ہر طاعت اسی سے ہوتی ہے۔ دیگر معاملات مثلاً نکاح، طلاق اور لین دین، تجارت وغیرہ بھی اس کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ دیگر منکرات مثلاً کلمہ کفر جھوٹ، چغلی، غیبت، گالم گلوچ وغیرہ بھی اسی سے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ مومن میں کوئی بوٹی ایسی نہیں جو اللہ کو زیادہ محبوب ہو سوائے اس کی زبان کے اور کافر میں کوئی بوٹی ایسی نہیں سوائے اس کی زبان کے جس کے ذریعے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (کنز العمال ج:۲، ص ۱۵۹)

پھر کمال ہے کہ پاؤں کثرت سے چلنے کے باعث، ہاتھ لکھنے یا کام کرنے سے اور آنکھ دیکھنے سے تھک جاتے ہیں مگر زبان بولنے سے نہیں تھکتی! خواہ متواتر آٹھ دس گھنٹے بولتا رہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے اور اپنی عبادت کرنے کے لیے یہ آلہ عنایت فرمایا ہے جو نہیں تھکتا۔

اسی طرح مصنوعی آلہ تار کی مشین ہے وہ بھی اظہار مافی الضمیر کا آلہ ہے جو دن بھر کھٹ کھٹ کرنے کے باوجود نہیں تھکتا لیکن بابو اسے صرف اشد ضرورت اور سرکاری کام کے لیے استعمال کرتا ہے

اگر وہ اسے فضول مصرف میں لائے تو اس کی پورے مہینے کی تنخواہ ایک ہی دن میں صرف ہو جائے۔

جس طرح تار میں ایک جملہ زائد ضرورت لکھنے سے پانچ دس روپے کا نقصان ہوتا ہے اسی طرح بلاضرورت ایک جملہ کہنے سے قلب کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔ (ذمّ المکروہات ص ۵۹)

جس طرح تار کی مشین میں کئی پرزے کام کرنے کے بعد ایک جملہ لکھا جاتا ہے اسی طرح اطباء کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو کی حرکت عضلات کی حرکت سے ہوتی اور عضلات کی حرکت دماغ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتی ہے اور دماغی پٹھوں کی حرکت قوت ارادیہ کی حرکت سے ہوتی ہے تو کسی عضو کی حرکت اتنی حرکتوں کے بعد انجام پاتی ہے۔ اس سے اندازہ فرمائیے کہ ایک مرکب لفظ کے لیے کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور مرکب تقریر کرنے میں کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوگی؟ ذرا غور فرمائیے تار کی مشین میں دو چار پرزے ہوتے ہوں گے' زبان میں نہ معلوم کتنے پرزے اور اجزاء ہیں' پھر وہ کس خوبی سے کام کرتی ہے کہ کسی جزو کی حرکت کی ترتیب میں ذرا فرق نہیں آتا۔ نیز جملہ بولنے میں کتنی دفعہ زبان عرض میں بڑھتی ہے کتنی دفعہ طول میں اور کتنے اجزاء میں انخفاض ہو جاتا ہے اور کتنے اجزاء کو ارتقاء (بلندی) (ذم المکروہات ص ۳۰)

جس طرح تار کی مشین میں بجلی خرچ ہوتی ہے اسی طرح بولنے سے نور قلب خرچ ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں روایت عن عیسیٰ علیہ السلام آیا ہے۔ ارشاد ہے:

''سوائے ذکر اللہ کے کلام کی کثرت نہ کرو کیونکہ اس سے قلب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب قاسی کے برابر کوئی چیز یں حق تعالیٰ سے زیادہ دور نہیں۔''

کیونکہ جس چیز کا تصور دل میں آتا ہے اس کا اظہار زبان کیا کرتی ہے۔ جیسا کہ

ان الكلام لفی الفواد وانّما جعل اللسان على الكلام دليلاً

(یعنی اصل میں کلام تو دل میں ہوتا ہے اور زبان تو صرف ترجمان ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی تاثیر قلب پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اسی لیے زیادہ بولنے سے نور قلب جاتا رہتا ہے اور قلب میں قساوت آ جاتی ہے جو سب سے بڑی بدبختی ہے۔ قرآن کریم میں قلب قاسی کو پتھر سے بھی زیادہ جامد (ہدایت کیلئے) کہا گیا ہے: "**ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فهی کالحجارة او اشد قسوةo**" (سورۃ بقرہ آیت ۷۴)

ترجمہ: ''تمہارے دل بھی سخت ہی رہے ان کے مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں

(پتھر سے بھی) زیادہ سخت۔''

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اصول اربعین میں تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''یاد رکھو کہ جب زبان جھوٹی ہو جاتی ہے تو دل میں صورت کاذبہ (جھوٹی) کی تصویر کھینچتی ہے اور کجی آ جایا کرتی ہے۔ خصوصاً جبکہ جھوٹ کے ساتھ فضول اور لغو گوئی بھی شامل ہو تو قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کثرت کلام سے دل بالکل مر جاتا ہے اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت اس میں باقی نہیں رہتی۔'' (تبلیغ دین اردو ص ۹۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اندازہ فرمایئے کہ فضول گوئی سے کس قدر نقصان عظیم ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان تمام بدن کو درست رکھنے والی ہے۔ جب زبان درست ہوتی ہے تو تمام جوارح درست ہوتے ہیں اور جب زبان مضطرب ہوتی ہے تو پھر کوئی عضو درستگی پر نہیں رہتا۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا فی الصمت)

''جس وقت ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی قسم کھاتے ہیں کہ اے زبان ہمارے بارے میں خدا سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ پس اگر تو راست رہی تو ہم سب راست رہیں گے اگر تو کج ہوگئی تو ہم سب کج ہو جائیں گے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ زبان تمام طاعات یا منکرات کی جڑ ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو تمام اعضاء درست اور اگر یہ بگڑ جائے تو سب بگڑ جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا:

''یعنی زبان کا جسم چھوٹا ہے اور گناہ بڑا ہے۔''

زباں منہ کے اندر ہوتی ہے زبان بڑھے ایک نقطہ تو ہوتا ہے زیاں

اسی لیے ضروری ہے کہ زبان کو گندی باتوں سے آلودہ نہ کرنا چاہیے اور ہمیشہ بھلی بات کرنی چاہیے کیونکہ فضول گوئی سے حق تعالیٰ شانہ ناراض ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیل وقال کو اور زیادہ سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔''

بعض لوگ ہر وقت بک بک کرتے ہیں اور قیل وقال کے معنی بک بک کے ہیں۔ غالب مرحوم نے کیا خوب کہا:

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جب انسان فضول باتیں کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث پاک میں

ہے: "الصدق ینجی و الکذب یھلک" (یعنی سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔) نیز جھوٹ بول کر انسان حق تعالیٰ شانہ کی لعنت کا مستحق بنتا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: "لعنت اللّٰہ علی الکذبین" (یعنی جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت ہو)

نیز باتیں کرتے کرتے انسان اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے جس کی وعید میں یہ حدیث آئی ہے: "الیمین الفاجرۃ تدع الدیار بلاقع" (یعنی جھوٹی قسمیں آباد گھروں کو چٹیل میدان بنا دیتی ہیں۔)

باتیں کرتے کرتے خوب ہنستا اور ہنساتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "ایاکم بکثرۃ الضّحک فانھا تمیت القلوب" (یعنی تم زیادہ ہنسنے سے بچا کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے)۔ انسان زیادہ اور فضول قسم کی باتیں اس وقت کرتا ہے جب اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا تکبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان اللّٰہ لایحب المستکبرین" (یعنی اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "الکبریا ء ردائی و العظمۃ ازاری" (یعنی بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری شان ہے، جو بڑائی کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا)۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں احادیث میں تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ "جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہے اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں۔" (علاج الکبر ص ۵)

العیاذ باللہ: یہ سب لغو گوئی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ نیز قیل وقال میں انسان بعض اوقات گالم گلوچ پر اتر آتا ہے اور اس سے اپنی زبان آلودہ کرتا ہے۔

پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو

ابو نعیمؒ نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ بندہ کی پاک رکھے جانے کے قابل اس کی زبان ہے اور گالیاں دینا تو فاسق کا کام ہے۔

بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: "سباب المسلم فسوق" (یعنی گالی دینا سخت گناہ ہے)۔ نیز فضول گوئی میں انسان کسی کی مدح کرتا ہے جو یقیناً اس کا مستحق نہیں ہوتا۔ مثلاً ۱۹۴۷ء سے قبل ایک ہندو کی نسبت کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو یہ شخص مستحق نبوت ہوتا۔ افسوس کی انتہا ہے۔ کیا نبوت کے لیے ایمان کی شرط بھی نہ رہی تقویٰ وورع تو الگ رہا۔ (المورد الفرنجی فی المورد البرزخی ص ۴۴)

افسوس کتنی لغوبات کہی:

شعور و فکر کی یہ کافری معاذ اللہ فرنگ تیرے خیال و عمل کا ہے مسجود

نیز قیل وقال میں اکثر غیبت ہوتی ہے جو بڑا گناہ ہے۔قرآن پاک میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر کہا گیا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولایغتب بعضکم بعضاً ط ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً. فکرھتموہ واتقوا اللہ ط ان اللہ تواب رحیمo (الحجرات آیت ۱۲)

نیز ایک غلط خبر الزام کو سن لیتے ہیں اوراسے پھیلا دیتے ہیں یا پھر یہ خبر یا افواہ حقیقت سے زیادہ مشہور ہو جاتی ہے۔نقل کرتے وقت کہتے ہیں:

دروغ بر گردن راوی

حالانکہ بلاتحقیق بات کو نقل کرنا گناہ عظیم ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم مّا لیس لکم بہٖ علم و تحسبونہ ھیّنا وھو عنداللہ العظیمo (سورہ نور)

''جبکہ تم اس جھوٹ کو اپنی زبان نقل در نقل کررہے تھے اوراپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اورتم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری ہے یعنی گناہ عظیم ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ دروغ برگردن راوی کہہ کر چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔اس لیے جب تک ثقہ اور معتبر آدمی سے تصدیق نہ ہو جائے اس کے بغیر اس کی تصدیق یا تائید جائز نہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

یآیھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قومًا بجھالۃ فتصبحوا علٰی مافعلتم نٰدمینo

''یعنی اے ایمان والو!اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کرلیا کرو کہیں کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچاؤ پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔''(الحجرات آیت ۶)

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمیری کے پاس دو شخص بغرض بیعت کرنے حاضر ہوئے۔آپ کی مسجد میں حوض کے قریب ہی وضو کرنے لگے اورآپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے۔حضرت

نے گفتگو سن کر فرمایا کہ پہلے دونوں حوضوں کی پیمائش کرلو پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پیمائش کی تو حوض صرف دو بالشت بڑا نکلا۔ انہوں نے خوشی خوشی رپورٹ پیش کی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ دو بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے، تم بہت بے احتیاط لوگ معلوم ہوتے ہو، بے ثبوت اور بلا تحقیق بات کر دیتے ہو۔ جاؤ پہلے اپنی زبان کی اصلاح کرو پھر بیعت ہونا۔ غرض کہاں تک شمار کرایا جائے، بڑے بڑے گناہ جیسے دنگا فساد، غصہ، لڑائی جھگڑا قیل وقال سے ہوتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہ نے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں چالیس بڑے بڑے گناہ ذکر کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مختصر سے جملہ میں "**ان اللّٰہ کرہ لکم قیل و قال**" (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں) میں نہ صرف سب گناہ ذکر کردیئے ہیں بلکہ ان کا علاج بھی بتلا دیا ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ "**ان اللّٰہ کرہ لکم معاصی اللّسان**" (یعنی اللہ تعالیٰ زبان کے گناہوں کو ناپسند فرماتے ہیں) فرماتے تو صرف گناہ ذکر ہوتے علاج ذکر نہ ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اللّٰہ کرہ لکم قیل و قال" میں فرمایا ہے کہ سب گناہ قیل وقال سے ہوتے ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ قیل وقال چھوڑ دو، خاموشی اختیار کرو، سب گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے۔ سبحان اللہ بالکل مختصر جملہ میں کتنا وسیع مضمون بیان فرما دیا ہے۔ کیوں نہ بیان فرماتے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو جامع الکلم عطا فرمائی۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ظاہر ہے جو شخص ساکت ہو کر بیٹھ جائے اس کے ہاتھ سے نہ ظلم ہوگا نہ زیادتی نہ کسی سے برائی ہوگی نہ تکبر ہوگا۔ (تسہیل الاصلاح ص ۱۷)

گویا سو دردوں کا ایک درماں وہ ہے خاموشی۔ اگر خاموش رہے گا تو سب گناہوں سے محفوظ رہے گا جیسا کہ طبرانی میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولاد آدم کی زیادہ تر خطائیں زبان سے ہوتی ہیں" خاموش رہنے سے ان سب سے نجات ہو جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ:

خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموشی ایسی چیز ہے جس کے اوصاف بیان نہیں کیے جاسکتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کو جو بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔“

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کی جو بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاموشی کو اس طرح سیکھو جس طرح گویائی کو سیکھتے ہو کیونکہ خاموشی بڑی بردباری ہے اور بات کرنے سے زیادہ سننے کا حریص ہو جا۔ (ابن عساکر) کیونکہ بات کرنے سے بہرحال خطاؤں کا امکان ہے خواہ وہ باتیں عمدہ اور شیریں ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں:

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن　　گرچہ گفتارش بود در عدن

(دل زیادہ باتیں کرنے سے مر جاتا ہے اگرچہ وہ باتیں عمدہ کلام کیوں نہ ہوں)

اسی لیے حضرت حکیم الامت تھانویؒ مبتدی کو وعظ کہنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبتدی کو وعظ گوئی مضر ہے کیونکہ اس کے پاس نور قلب بہت کم ہے اگر ابھی سے اس میں صرف کرے گا تو اور کاموں کے لیے باقی نہ رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء صغر سنی میں جماع سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں وہ مادہ جو محرک جماع ہے بہت کم ہے اگر ابھی سے صرف ہونے لگا تو پھر اس کی نشوونما کہاں سے ہوگی۔ (ذم المکروہات ص ۳۱)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تبلیغی جماعت کے بانی اور بڑے بزرگ ہوئے ہیں، فرماتے ہیں جب بھی مجھے میوات (تبلیغ کے لیے) جانا ہوتا تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط اور کثرت سے بولنے سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعے اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے سہارن پور یا رائے پور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ (ملفوظات ص ۳۷، مولانا موصوف مرتبہ مولانا منظور نعمانیؒ)

اندازہ کرو کہ نیک باتوں سے یہ اثر ہے تو فضول گوئی سے قلب میں کتنی کدورت آتی ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ زبان کے کرتوت سے اکثر لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔ (طبرانی و ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ بعض آدمی زبان سے ایسا کلمہ نکالتا ہے جس کی وجہ سے ستر برس کی مسافت پر دوزخ میں گر جاتا ہے اس لیے انسان کو ہر وقت سوچ کر بات کرنی چاہیے اور بلا ضرورت کوئی کلمہ زبان سے نکالنا نہ چاہیے۔

مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتیدo

کیونکہ جو کچھ بھی انسان زبان سے کہتا ہے کراماً کاتبین اسے نوٹ کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ ہوگا۔

ولاتقف مالیس لک بہ علم ط ان السّمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاo (بنی اسرائیل آیت ۳۶)

''اس چیز کی اتباع مت کرو جس کی تمہیں تحقیق نہیں ہے بے شک کان اور آنکھ اور دل کے متعلق سوال ہوگا۔ اس میں زبان کی حفاظت کا حکم بھی دخل ہے۔'' (تطہیر الاعضاء ص ۱۳)

آج کل بلا ضرورت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشاجرت پر بحث کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ زبان سے کوئی جملہ غلط نکل جائے تو قیامت کے دن سخت مواخذہ ہوگا اس میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

''یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمارے ہاتھوں کو پاک صاف رکھا ہے تو ہم کو اپنی زبانیں ان سے پاک صاف رکھنی چاہئیں۔'' (تحقیق الشکر ص ۳۲)

ان سب کا علاج خاموشی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **من سکت نجا** جس نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔ اُمت کو سکھانے کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود خاموش رہتے تھے۔ (احمد، طبرانی)

خاموشی سے دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ ایک لڑکی نہایت بدزبان تھی اس کی شادی کے وقت اس کی ماں نے نصیحت کی کہ بیٹی سسرال میں خاموش رہنا۔ چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا، اس کی ساس یہ دیکھ کر بے حد پریشانی ہوئی اور اس نے اصرار کیا کہ بیٹی باتیں کیا کرو۔ اس نے کہا بہت اچھا، تھوڑی دیر میں اس نے پوچھا کہ اگر تمہارا فرزند مر جائے تو تم میری دوسری شادی بھی کر دو گی یا ساری عمر مجھے بٹھائے رکھو گی، ساس نے فوراً کہا کہ بیٹی تم خاموش ہی رہا کرو تمہاری

ماں بہت دانا ہے اس نے بالکل صحیح نصیحت کی۔شیخ سعدیؒ نے بالکل صحیح کہا ہے:

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ ساز

(جب تک آدمی خاموش رہے اس کے عیوب اور ہنر پوشیدہ رہتے ہیں)

حضرت امام یوسفؒ کے ایک شاگرد ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔امام صاحب نے ایک دن فرمایا بھائی تم بھی کوئی سوال کیا کرو؟ اس کے بعد جب سبق پڑھتے پڑھتے یہ حدیث آئی کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو فوراً روزہ افطار کرلیا کرو تو اس نے دریافت کیا جس دن آفتاب غروب نہ ہو تو کیا کیا جائے۔حضرت امامؒ نے فرمایا کہ بھائی تم خاموش ہی رہا کرو تمہارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

غرض خاموشی میں بڑے فائدے ہیں۔اختصار کے پیش نظر یہاں سب بیان کرنا دشوار ہے ورنہ یہ ثابت کردیتے کہ سیاست میں بھی خاموشی سب سے بہتر ہے۔امیر شریعت خطیب ملت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے خوب فرمایا:

''زندگی میں کچھ چیزیں بھی ہوتی ہیں، بعض گفتنی بعض ناگفتنی۔ناگفتنی میں کام کی کوئی چیز نہیں اور گفتنی میں خطرات ہی خطرات ہیں۔'' (سوانح امیر شریعتؒ مرتبہ شورش)

اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی ہی مناسب ہے۔صوفیاء کرام کے قلب پر بہت سی باتیں وارد ہوتی ہیں لیکن وہ عوام الناس کے گمراہی میں پڑ جانے کے خطرے سے زبان پر نہیں لاتے۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی خوف فساد خلق سی ناگفتہ رہ گئے

کلام کی تین قسمیں مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہیں۔کلام لفظی یعنی لغو گوئی۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں تم کو فضول کلام سے ڈراتا ہوں تم میں سے ہر ایک کیلئے اتنا کلام کافی ہے کہ حاجت پوری ہو جائے۔

انسان کو چاہیے کہ بلاضرورت اور فضول گفتگو کرنے کے بجائے خاموش رہے۔حدیث پاک میں ہے ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ'' (یعنی انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کو ترک کردے)۔نیز ارشاد خداوندی ہے: ''لاخیر فی کثیر من نجواھم'' (بہت سی سرگرشیوں میں بھلائی نہیں) چونکہ زبان کو اعمال صالحہ میں دخل عظیم ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا بطور خاص حکم دیا ہے۔

یٰآیھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا یصلح لکم

اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم۝ (الاحزاب آیت نمبر ۷)

''یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔''

اس لیے ہمیشہ راست گوئی سے کام لینا چاہیے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا قول ہے کہ جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے جس کا عمل اسی پر ہوگا۔ یعنی باتوں پر بڑا وقت برباد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لایعنی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص قتل ہوگیا۔ رونے والی اس پر روئی اور کہا ہائے میرا شہید۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا پتہ کہ وہ شہید تھا' شاید وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی چیز میں بخل کرتا ہو جس میں اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (حیات الصحابہ ص ۲۹۹ ج:۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ بروز قیامت زیادہ خطا کار انسان وہ ہوگا جو سب سے زیادہ بے کار باتیں کرتا ہے۔ اسی لیے بزرگان نے بعض ضروری باتوں کا جواب بھی نہیں دیا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں:

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند آرے آرے مے کند با خلق عالم کار نیست

(دنیا کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے ہاں ہاں وہ کرتا ہے مجھے لوگوں سے کوئی کام نہیں ہے)

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا اے خلیفہ رسولؐ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مقام پر ڈالا ہے۔

حضرت داؤد طائی نے حضرت امام اعظمؒ سے پوچھا کہ تم باہر کیوں نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا میں نے مجاہدہ اختیار کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجلس میں آؤ اور کچھ نہ بولو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس سے بڑا کوئی مجاہدہ نہیں (کیمیائے سعادت) خاموشی بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ صوفیائے کرام قلت کلام کی اکثر مشق کراتے ہیں۔

مزن بے تامل بگفتا روم نکو گوئی دیر گوئی چہ غم

کلام تحریری

یہ بھی کلام لفظی میں شامل ہے۔ بلا ضرورت ایک جملہ لکھنے سے بھی قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے بعینہ لکھے ہوئے مضمون کا دیکھنا تکلم تحریری ہے اس لیے غیر ضروری مضامین' افسانے' ناول اور ڈراموں کے مطالعہ سے بچنا چاہیے۔

کلام نفسی

بعض لوگ اس کو کلام نہیں سمجھتے اور غیر ضروری حدیث النفس میں مشغول رہتے ہیں۔ سب سے زیادہ مضر غیر ضروری کلام نفسی ہے کیونکہ وہ قلب سے زیادہ قریب ہے۔ بلاضرورت حدیث النفس میں مشغول رہنے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال غیر ضروری کلام سے حتیٰ الوسع بچنا ہی چاہیے اور خاموش رہنا چاہیے۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموش رہنے میں جو فائدہ ہے وہ بولنے میں نہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے غذائے روح میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی ایک نیک خو فرزند کو ایک عالم کے حوالہ بغرض تحصیل علم کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب شہزادہ گھر آیا تو بادشاہ چاہتا تھا کہ اس سے علمی گفتگو کرے اور معقولات و منقولات کے چند سوالات کرے لیکن شہزادہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا' کوئی اچھی یا بری بات زبان سے نہ نکالتا تھا۔ جب بادشاہ نے یہ ماجرہ دیکھا کہ استاد صاحب کو بلایا اور شہزادہ کی خاموشی کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس دن سے اس نے خاموشی کا وصف پڑھا ہے کوئی بات زبان سے نہیں کہتا' بادشاہ کو اس سے پریشانی لاحق ہوئی۔ اس نے جاسوس مقرر کیے کہ یہ بات کرے تو مجھے مطلع کرنا۔ اتفاقاً بادشاہ شکار کو گیا' شہزادہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ ایک درخت پر تیتر چھپا بیٹھا تھا کسی کو معلوم نہ ہوا' سب وہاں سے گزر گئے اتنے میں تیتر بولا بادشاہ نے فوراً پلٹ کر شکار کر لیا۔ شہزادے نے اپنے ندیموں سے کہا کہ اگر تیتر خاموش رہتا تو اس کی جان بچ جاتی۔ مصاحبوں نے بادشاہ کو خبر دی' بادشاہ کی گویا عید آ گئی۔ اس نے شہزادے سے بے حد اصرار کیا کہ وہی جملہ دہرا دو لیکن شہزادہ خاموش رہا۔ بادشاہ نے شہزادہ کو سخت غصہ میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا' شہزادے نے کوڑے کھانے کے بعد جو کہا وہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی زبان میں سنئے۔

غصے سے بولا وہ شاہ بے خبر — مارو اس کو تازیانے بے ثمر

اس پسر نے پھر ندیموں سے کہا — کیا یہ تم بناتے ہو سدا

اک دفعہ وہ جانور بولا تھا وہاں — قطع سر اس کا ہوا اور میں یہاں

اک سخن کہنے سے پائی یہ سزا　　اے سخن گو ڈر تو از روز جزا
اک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب　　تازیانے تن پہ سوکھائے ہیں اب
چق چق وبق بق میں جورہتے یہاں　　دیکھئے کیا حال ہوا ان کا وہاں
تو بھی اے امداد باہوش رہ　　سو حکایت گر سنے خاموش رہ
خامشی کا ہے قلعہ مضبوط تر　　صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر
کیونکہ اس عالم میں ہے سود وزیاں　　ہوں زباں سے آفتیں اکثر یہاں
تادم آخر ز اول دم مزن　　اول دم خود کار خود برہم مزن

(مجموعہ کلیات امدادیہ ص۱۷۲)

اب مثل آفتاب ثابت ہوگیا کہ خاموشی نجات دارین کا سبب ہے اس لیے ہمیں خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں توفیق دے خود بھی اس پر عمل کر کے خاموش ہوتا ہوں۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم　　مسئلہ بسیار گفتم دم ز دم

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

ماہ شعبان کا آخری جمعہ

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

شعبان کے آخری ایام میں ایک جمعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطبہ دیا اور یہ وہی خطبہ ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی فضیلت، روزے کی اہمیت اور اس عبادت کا ذکر فرمایا۔ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن تھے اور جمعہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔

اے مسلمانو! ایک مہینہ تمہارے اوپر اپنا سایہ ڈالنے والا ہے۔ اس لفظ سے یہ بتا دیا کہ جو مہینہ آرہا ہے اس کی حیثیت رحمت کی ہے۔ تب ہی فرمایا کہ وہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔

ماہ عظیم

تو ظل کے معنی سایہ کے آتے ہیں، فرمایا کہ مبارک ایک مہینہ تمہارے اوپر سایہ ڈالنے والا ہے اور وہ اب شروع ہو رہا ہے۔ وہ مہینہ عظمت والا ہے۔ وہ مہینہ برکت والا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی بہت سی خصوصیتیں اور اس کی بہت سی صفات بیان فرمائی ہیں۔ اسی مہینہ میں ایک عبادت بھی ہے جس کا نام ہے روزہ اور قرآن کریم کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے روزوں کا بیان الگ کیا ہے۔ رمضان کے مہینے کی صفت الگ بیان کی ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں کہ ایک مسجد ہے اور ایک مسجد میں ہونے والا کام یعنی اذان اور نماز، اور یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص فرض کر لیجئے کہ مسجد میں حاضری نہیں دیتا۔ نماز نہیں پڑھتا، اذان نہیں دیتا تو یہ بے شک بہت بڑا گناہ ہے۔ بہت بڑی کوتاہی ہے مگر اس کے باوجود اگر کوئی آدمی مسجد کی بے حرمتی کرتا ہے اور مسجد کو ڈھانے کا خیال اور ارادہ کرتا ہے اس کا نام گناہ نہیں، یہ بغاوت ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ احترام مسجد اور چیز ہے اور مسجد میں ہونے والا کام جس کا نام نماز ہے وہ دوسری چیز ہے۔ احترام مسجد ان لوگوں کیلئے بھی ہے کہ جو مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کیلئے بھی ہے جو مسجد میں نہیں آتے احترام ان کو بھی کرنا چاہئے۔

یہی حال ہے رمضان کے اس مہینے اور اس مہینے کے اندر ادا ہونے والی عبادت' جس کا نام روزہ ہے۔ تو قرآن کریم کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت اور عظمت اپنی جگہ پر ہے۔ روزے کی عبادت اور اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس مہینہ کا نام رمضان رمض، رمض کے معنی عربی میں آتے ہیں' حرارت' تپش' اتنی تپش کہ جو جلا کے رکھ دے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عام طور پر رمضان کا مہینہ یا تو آتا ہے گرمیوں میں اور یا اگر گرمیوں میں نہ آئے تو کم سے کم روزے کی وجہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تکلیف میں اور شدت میں ہے۔ اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس مہینہ کا نام رمضان اس وجہ سے ہے کہ اس مہینے کی ساعتوں میں اس کے دنوں میں' اس کی راتوں میں' اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اگر کوئی خدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو اللہ کی رحمت اس کے گناہوں کو اس طرح جلا کر ختم کر دیتی ہے کہ جس طرح تپش کسی چیز کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ تمام گناہ اس کے محو ہو جاتے ہیں۔ ختم ہو جاتے ہیں اور علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ رمضان کا جو لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے ۹۹۹ نام' ایک کم ایک ہزار' ناموں میں سے ایک نام ہے اور اسی لئے اللہ کے نام کی عظمت برقرار رکھنے کیلئے صرف لفظ رمضان نہیں کہا جاتا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بھی فرق کرنے کیلئے شہر رمضان کہا۔ شہر کا لفظ بڑھا دیا۔

عظمت رمضان

بہر حال اس مہینہ کی عظمت کیلئے سب سے بڑی یہی بات ہے کہ اس کا نام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مہینہ خالصتاً اللہ کا مہینہ ہے اللہ کا مہینہ ایسا' جیسا کہ اللہ کا گھر' جیسے اللہ کی اونٹنی' جیسے اللہ کا کلام' ان تمام چیزوں کی طرف جو ہم نسبت کرتے ہیں کہ کسی جگہ کو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے تو آپ سب جانتے ہیں کہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نعوذ باللہ' اللہ تعالیٰ اس کے اندر رہتے ہیں یہ خدا کے رہنے کی جگہ ہے۔ یہ ہمارے اور آپ کیلئے گھر کا تصور ہے۔ زمین پر آسمان پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں پر اللہ موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود ایک جگہ کو کہا جاتا ہے یہ خدا کا گھر ہے۔

بالکل اسی طرح...... ہم آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بتائیے' سر سے لے

کر پاؤں تک، آپ میں حیات اور زندگی ہے۔ مگر اگر میں یہ پوچھوں کہ کس جگہ ہے۔ آپ کہیں گے کہ کوئی جگہ نہیں بتا سکتے۔ سب جگہ ہے، سر میں اگر کوئی چیز آپ چبھایئے تو آپ کو محسوس ہوگا تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ حیات کی وجہ سے ہی تو ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر حصہ کے اندر حیات اور زندگی موجود ہے۔ سب بدن میں پھیلی ہوئی ہے۔

اضافت تشریفی

اللہ کا تعلق بھی ساری کائنات کے ساتھ ایسا ہے عرش پر، فرش پر، زمین و زمان، ہر جگہ اللہ موجود ہے اور اللہ کی نسبت ہر جگہ ایسی ہے جیسے کہ حیات، انسان کی جسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ مگر اس کے باوجود اگر آپ انسانی حیات اور زندگی کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہاتھ کسی وجہ سے کٹ گیا، آپ زندہ ہیں، ناک کٹ گئی آپ زندہ ہیں، کان کٹ گیا آپ زندہ ہیں۔ ایک گردہ نکل گیا، آپ زندہ ہیں۔ جسم اور بدن کی بہت سی چیزیں کہ جن کے اندر حیات موجود ہے۔ جو اگر جسم سے الگ کردی جائیں تو آپ کی حیات اور زندگی پھر بھی باقی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ میں حیات ہے لیکن حیات کا اصل سرچشمہ نہیں ہے۔ پاؤں میں حیات ہے۔ کان میں حیات ہے۔ مگر یہ مرکز حیات نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کسی کا قلب نکال دیں۔ قلب نکالنے کے بعد اب حیات ختم ہوگئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر حدود میں ہر جگہ پر حیات ہے۔ لیکن عبادت کا مرکز اور حیات کا سرچشمہ ایک جگہ ہے کہ جس کو قلب کہا جاتا ہے کہ اگر وہ سرچشمہ اور خزانہ نکال دیا جائے تو حیات ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ مگر ایک مقام اور ایک جگہ ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز ہے اور وہ مرکزی علاقہ وہ ہے جس کو بیت اللہ اور خدا کا گھر کہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ جگہ جہاں اللہ کی تجلیات نازل ہوتی ہیں۔ اس مرکزی جگہ کو گھر کہا جاتا ہے ورنہ وجود کے اعتبار سے خدا ہر جگہ موجود ہے تو میں نے عرض کیا۔ مہینے کا بھی یہی حال ہے۔ خدا کا مہینہ ایک تو اس وجہ سے ہے کہ اس مہینہ میں ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک عبادت ایسی ہے جو میرے اور بندے کے درمیان راز ہے۔ کسی کو خبر نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے۔ روزے کے بارے میں اللہ کو بھی علم ہے۔ بندے کو بھی علم ہے۔ کیونکہ ایک آدمی اگر آپ کے ساتھ بیٹھ کر سحری کھاتا ہے۔ لیکن جب صبح ہوتی ہے تو جا کے غسل خانہ میں پانی پی لیتا ہے۔ آپ کے دل میں تو یہ ہے کہ یہ روزہ دار ہے۔ لیکن اس نے جھوٹ کہہ کر غلط طریقے سے روزہ توڑ دیا ہے آپ کو کوئی علم نہیں

ہے اس میں دکاوے کا سوال نہیں ہے جو روزہ رکھتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ کو اور اس کے بندے کے سوا کسی کو علم نہیں اور فرمایا کہ اسی وجہ سے کیونکہ یہ اللہ کے بندے کے درمیان ایک راز ہے فرمایا کہ اس کی جزاء اور اس کا بدلہ بھی میں خود دوں گا۔

عبادات میں امتیازی شان

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک عبادت ایسی ہے کہ جب بندے کی عبادتیں (قیامت کے دن حساب کتاب کے دوران) تقسیم ہونے لگیں گی اور تقسیم ہو کر ختم ہو جائیں گی۔ صرف روزہ باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ معاوضہ میں ادا نہیں کیا جائے گا وہ کیسے؟

حدیث میں تو آتا ہے کہ کسی انسان کا حق کسی انسان کے اوپر رہ گیا' جان کا مال کا' عزت کا آبرو کا جان کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کو ایذاء پہنچائی مال کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کی چیز غصب کر لی۔ عزت و آبرو کا حق یہ ہے کہ آپ نے کسی کی عزت کو نقصان پہنچایا۔ کسی کی غیبت کی' کسی کی برائی کی یہ حقوق العباد ہیں اور حقوق العباد معاف نہیں کئے جاتے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے۔

اگر آپ نے کسی کی غیبت کی ہے آپ نے کسی کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ آپ صاحب حق سے کہیں کہ تم مجھے معاف کر دو۔ آپ نے اگر کسی کا مال غصب کیا ہے آپ اس سے کہ تم معاف کر دو۔ آپ نے کسی کو کسی طریقے پر نقصان پہنچایا ہے۔ آپ اس سے یہ کہیں کہ تم مجھے معاف کر دو اور اگر معاف نہیں کروایا' تو حدیث میں آتا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو جس کی جان کو نقصان پہنچایا۔ جس کے مال کو نقصان پہنچایا جس کی عزت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس آدمی کی عبادتیں اس مظلوم کو دلوا دیں گے۔ نمازیں دلوائیں گے' حج دلوائیں گے' زکوٰۃ دلوائیں گے' جتنی نیکیاں ہیں سب کی سب تقسیم ہوں گی اور تقسیم ہو کر جب بالکل خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ صرف روزہ باقی رہ جائے گا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ عبادت چونکہ ایسی عبادت ہے کہ جو میرے اور بندے کے درمیان راز تھا اس لئے معاوضہ میں ادا نہیں کی جائے گی یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کا بدلہ اور جس کا اجر میں خود دوں گا اور یہ کسی صاحب حق کو منتقل نہیں کی جائے گی۔

بہت سی عبادتیں ایسی ہیں ان میں دکھاوا پایا جاتا ہے۔ ریاکاری پائی جاتی ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی آدمی اگر یہ چاہے کہ میں اس کے اندر دکھاوا اور اسکے اندر ریاکاری اختیار کروں تو کبھی ریاکاری چل نہیں سکتی۔ ریا سے خالی ہے۔

اخلاص شرط قبولیت ہے

اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بندے سے ایک سوال کریں گے تم آج

یہاں آئے ہو ایسی کوئی نیکی بتاؤ' ایسی کوئی نیکی پیش کرو کہ جو نیکی تم نے صرف اللہ کیلئے کی ہو' بندہ غور کرے گا اور بہت سی نیکیوں کے نام لے گا۔ لیکن معلوم ہوگا کہ ہر نیکی اس نے کسی شہرت کی وجہ سے کی ہے۔ کسی لالچ کی وجہ سے کی ہے۔ کسی منفعت کی وجہ سے کی ہے۔ کسی مصلحت کی بناء پر کی ہے۔ یہ پتہ چلے گا' کوئی ایسی عبادت میرے پاس موجود نہیں ہے کہ جس کو میں یہ کہوں کہ میں نے خالصتاً اللہ کیلئے کی ہے اور خدا کی نظر میں اس نیکی کی بڑی قیمت ہے کہ جو خالصتاً اللہ کیلئے ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سخی سے سوال کریں گے تو کون سی نیکی لے کر آیا ہے وہ جواب دے گا اور یہ کہے گا کہ جہاد کا موقع نہیں ملا جو میں جان دیتا اور میرے پاس علم نہیں تھا جو میں تبلیغ کرتا میرے پاس دولت تھی اور میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا اور انکو بانٹتا تھا۔ یہ نیکی لے کے آیا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ کذبت تو نے جھوٹ بولا' تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ تیری سخاوت اور تیری داد و دہش کے چرچے ہو جائیں' وہ چرچا دنیا میں ہو گیا اور شہرت دنیا میں تجھے حاصل ہو گئی اب آخرت میں تیرے لئے کوئی حصہ نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض شہداء جنہوں نے جان دی تھی ان سے یہ پوچھیں گے کہ تم کون سی نیکی زاد آخرت کے طور پر لے کے آئے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے جان دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کذبت تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ تیری بہادری کا اور تیری شجاعت کا تذکرہ ہو اور چرچا ہو' وہ حاصل ہو گیا۔ اب آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ نہیں' کوئی بدلہ نہیں۔

فرمایا کہ تیسرا گروہ علماء کا' ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم زاد آخرت کے طور پر کون سی نیکی لائے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے درس دیا تھا' وعظ کہا' پند و نصیحت کی تھی۔ لوگوں کو سبق دیا تھا۔ میرے پاس پیسہ نہیں تھا جہاد کا' ہمیں موقع نہیں ملا تھا۔ یہی نیکی کر سکتے تھے اور یہی نیکی لے کر آئے ہیں حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کذبت تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ صاحب یہ تو زبردست عالم ہے۔ اپنے علم کا چرچا' علم کی شہرت کی خاطر تو نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ لہٰذا آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ اور کوئی بدلہ نہیں۔

آپ نے اندازہ لگایا' نیکیاں ہیں لیکن اس نیکی میں اخلاص نہیں ہے خالص نہیں۔

اخلاص کیسے حاصل ہو

نماز میں اخلاص اس تصور سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے دربار میں کھڑے ہیں کہ سامنے اللہ تعالیٰ ہے اور میری ہر نقل و حرکت اور ان الفاظ کو دیکھتا ہے۔ پھر اندازہ لگایئے کہ آپ کی نماز

میں کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کھڑے ہونے کا انداز ٹھیک ہو جائے گا۔ رکوع کا اندازہ ٹھیک ہو جائیگا۔ سجدے کا انداز ٹھیک ہو جائے گا۔

جلدی جلدی آپ نہیں کریں گے۔ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ میرے سامنے حق تعالیٰ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایک آدمی ایسا ہے کہ معنی تو سب کچھ سمجھتا ہے۔ نعوذ باللہ نعوذ باللہ خدا کا تصور ہی موجود نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر موجود ہے۔ تو ایسے سمجھنے کا کیا مطلب؟

تصحیح نیت کا اہتمام

تو میں کہہ رہا تھا کہ ریاکاری' دکھاوا' اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔ ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ وہ کسی دوسرے محدث کے پاس گئے اور جا کر یہ کہا' جیسے کبھی کبھی نعتیہ مشاعرہ ہوتا ہے۔ مذاکرہ ہوتا ہے اس زمانے میں عام طور پر اس کا نام مذاکرہ رکھا گیا تھا۔ حدیث کا مذاکرہ حدیث کے مذاکرے کا معنی یہ ہے۔ ایک حدیث آپ پیش کریں۔ ایک حدیث یہ پیش کرے۔ وہ دونوں کے دونوں محدث جمع ہوئے اور کہا کہ آج کی رات ہم اور آپ حدیث کا مذاکرہ کریں گے۔ ایک روایت اور ایک حدیث یہ پیش کرتے تھے۔ تو دوسری حدیث وہ پیش کرتے تھے۔ پھر تیسری حدیث یہ پیش کرتے تھے اس مبارک مصروفیت کے اندر صبح کی اذان ہوگئی۔ تو مذاکرہ بند ہو گیا اور ایک محدث کہنے لگے آج کی رات اتنی مبارک رات تھی کہ مذاکرے میں بسر ہوگئی۔

نیکیوں میں بسر ہوگئی' دوسرے محدث کہنے لگے' ممکن ہے کہ آپ کی رات نیکی میں بسر ہوئی ہو مگر میں اندر سے کانپ رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ آج کی رات اگر اللہ تعالیٰ نے حساب نہ لیا تو ہم چھوٹ گئے۔ کہنے لگے کہ حساب و کتاب کی کیا بات ہے۔ فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ آپ کی کیفیت کیا تھی؟ میں اپنی کیفیت بتاتا ہوں۔ میں جب کوئی روایت اور حدیث پیش کرتا تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ آپ میرے بارے میں یہ تسلیم کریں گے کہ یہ بڑے محدث ہیں۔ جب میں کوئی روایت پیش کرتا تھا تو میں یہ سمجھ کے پیش کرتا تھا کہ آپ میری علمیت کا لوہا مان لیں گے۔ مجھے نہیں معلوم آپ کس نیت سے پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جب آپ نے اندر کی چھپی ہوئی بات کہہ دی ہے تو سچی بات یہ ہے کہ جب میں بھی کوئی روایت پیش کرتا تھا تو یہ سمجھ کر پیش کرتا تھا کہ آپ بھی میرے علم کا لوہا مان لیں گے۔

انہوں نے کہا کہ ہم دونوں کی رات ریاکاری میں بسر ہوگئی۔ دیکھنے میں حدیث کا مذاکرہ ہے لیکن اصل میں اپنے اپنے علم کی نمائش میں بسر ہوئی۔ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آج کی رات نیکیوں میں بسر ہوگئی۔

شیخ سعدیؒ نے بھی ایک حکایت لکھی ہے' بڑی اچھی اس سے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور میں یہ

کہا کرتا ہوں کہ سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اگر کوئی کام صرف دکھاوے کیلئے کریں تو ہمارا کوئی یار دوست رشتہ دار اس کام کو کام سمجھتا ہے؟ نہیں سمجھتا' وہ اس کام کو رد کر دیتا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ بندہ ہوتے ہوئے بندوں کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں' اللہ کی شان تو بہت بلند ہے۔

عظیم نعمت کی ناشکری کا وبال بھی عظیم ہوتا ہے

ماہ رمضان اتنا مقدس اور اتنا بابرکت ہے کہ اس میں ہر نیکی کا بدلہ بڑھ گیا ہے۔ ہر نیکی عبادت فرض کے برابر اور ہر فرض ستر فرضوں کے برابر' تو ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر چھوٹا موٹا معمولی گناہ' اگر رمضان کے علاوہ کیا جائے تو شاید اس کا گناہ اتنا نہیں ہے۔ اس کی پاداش اور اس کی سزا اتنی نہیں ہے۔ جتنا اگر کوئی رمضان کے ایک مہینے میں کرے۔ جیسے ایک آدمی بازار میں بیٹھ کے جھوٹ بولے اور ایک مسجد میں بیٹھ کے جھوٹ بولے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ جھوٹ حرام ہے' حرام سب برابر ہیں۔ مگر نہیں' حالات کی وجہ سے حرام' حرام کے اندر سنگینی بڑھ جاتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی پڑوسی کی عورت کی عزت پر ہاتھ ڈال دے۔ ہاتھ تو یہ جس کی عزت پر بھی ڈالتا ہے۔ حرام ہے لیکن فرمایا کہ یہ جو اس نے کیا ہے اپنے پڑوس کے ساتھ' یہ تو دہرا حرام ہو گیا۔ کیوں؟ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ ایک تو اعتماد اور دوسرا یہ کہ پڑوسی کی تو عزت کی ذمہ داری اسی پر تھی۔ بجائے محافظ بننے کے خود ہی لٹیرا بن گیا ہے۔ اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔ پڑوس میں رہتے رہتے بھی ایک قسم کا دوسرے کے ساتھ وعدہ ہوتا ہے۔ وعدہ شکنی بھی کی اور عزت بھی خراب کر دی۔

اسی طریقے سے اگر ایک آدمی مسجد میں بیٹھ کے جھوٹ بولے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو جھوٹ بولا۔ ایک مسجد کی بے حرمتی کی۔ اسی طریقے پر کوئی گناہ اگر رمضان کے مہینے میں کیا جائے اس کی سزا دگنی ہے اور غیر رمضان میں کیا جائے تو اس کی سزا معمولی ہے۔

میں اصل یہی بتانا چاہتا تھا۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر رمضان کے مہینے کا روزہ کسی نے جان بوجھ کر توڑ دیا تو فرمایا کہ اس کے ذمہ دو قضائیں ہیں۔ ایک روزے کی قضا دوسرا کفارہ اور کفارہ ساٹھ روزے مسلسل رکھنا۔ متواتر دو مہینے کے روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے لیکن فرمایا کہ اگر رمضان ہی کا روزہ ہے۔ آپ نے شوال میں رکھ لیا' ذیقعدہ میں رکھ لیا کسی اور مہینے میں رکھ لیا۔ یہ بھی رمضان ہی کا فرض روزہ ہے اور پھر آپ نے اسے توڑ دیا تو فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف روزے کی قضا ہے کفارہ نہیں۔

بہر حال ایسے مقدس اور مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو دو سعادتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک نزول وحی، میں نے نزول وحی کا لفظ اس لئے کہا ہے صرف قرآن کریم نہیں کہا کیونکہ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں یہی مہینہ مقرر ہے نزول وحی کیلئے۔ آسمانی کتابیں چار توریت، زبور، انجیل، قرآن اور حدیث میں آتا ہے کہ یہ چاروں کی چاروں کتابیں اللہ تعالیٰ نے رمضان ہی کے مہینہ میں نازل فرمائی ہیں۔ جتنے صحیفے اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے کو منتخب فرمایا ہے اور یہ مہینہ نزول وحی کا مہینہ ہے اور نزول قرآن کا مہینہ ہے۔

یہ اس لئے فرمایا کہ قرآن کریم جو نازل کیا گیا ہے تم کو بھی اس کی ذمہ داری ادا کرنی چاہئے۔ اس مہینے میں تمہیں کیا کرنا چاہئے۔ روزے کی بات الگ ہے فرمایا

وہ کتاب جو ہم نے اس مہینے میں اتاری ہے، نازل کی ہے۔ اس میں تین باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کیلئے سراپا ہدایت ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں ہدایت ہے۔ بعضے لوگ کہا کرتے ہیں الم میں کیا ہدایت ہے۔ ہمیں تو اس کے معنیٰ ہی نہیں معلوم...... علماء کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہمیں معلوم نہیں۔ اللہ کو معلوم ہے قرآن کریم میں نعوذ باللہ، نعوذ باللہ ایسے معمے کیوں نازل کئے گئے جن کے معنیٰ اللہ کو معلوم ہے۔ بندے میں سے کسی کو نہیں معلوم۔

ہدایت کا معنیٰ

تو میں نے عرض کیا ہدی للناس ہدی کے معنیٰ ہیں۔ راستہ دکھانا، ہمیشہ یاد رکھئے۔ راستہ دکھایا جاتا ہے روشنی سے روشنی دو طرح کی ہے۔ ایک روشنی دماغ میں ظاہر ہوتی ہے ایک روشنی فلک پر ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ کو راستہ معلوم نہیں ہے اور آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ آپ یہاں سے جائیے، بائیں ہاتھ کی طرف مڑ جایئے اور وہ سیدھے ہاتھ کی طرف آپ کو جو مکان نظر آئے گا۔ وہ منزل ہے آپ جو جارہے ہیں۔ اس روشنی میں جارہے ہیں یہ ہدایت ہے جو ایک آدمی نے آپ کو دی ہے۔

ایک ہدایت وہ ہے کہ کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک استاد وہ بات آپ کو سمجھا دیتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اب میرے دماغ میں روشنی آگئی بات سمجھ میں آگئی۔

کل ہی ایک جگہ ایک تعلیم یافتہ کہنے لگے کہ صاحب! وہ محکمہ موسمیات اور فلاں سائنس، فلاں ریاضی کے ذریعہ سے چاند کے بارے میں یہ تعلیمات ہیں۔ چاند کے بارے میں یہ رائے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اسلام کا نکتہ نظر سمجھ لیں۔ آپ کی باتوں سے مجھے انکار نہیں ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر

یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کے حساب کو آپ کی ریاضی کو آپ کے سسٹم کو غلط کہتا ہے۔ نہیں، یہ سب صحیح ہیں، مگر اسلام یہ کہتا ہے کہ تم بحیثیت بندے کے اس کارروائی کے اس طریق کار کے پابند اور ذمہ دار ہو جو طریقہ کار ہم نے مقرر کیا ہے۔ بس، سائنس کیا کہتی ہے۔ آلہ کیا کہتا ہے اس کی کوئی بحث نہیں ہے۔

اور میں نے یہ عرض کیا تھا کہ مثال کے طور پر آپ حالت سفر میں ہیں۔ رات کا وقت ہے، ستارے بھی نظر آرہے ہیں۔ ابر ہے، آپ عشا کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ تہجد کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ کوئی آدمی نہیں جو بتائے قبلہ کدھر ہے؟ کوئی آلہ آپ کے پاس موجود نہیں ہے جو قطب شمالی اور قطب جنوبی بتائے کہ قبلہ کدھر ہے؟ آپ کیا کریں گے۔

اسلام کہتا ہے کہ جو ہم نے طریقہ مقرر کیا ہے اس کی تم پابندی کرو اور وہ یہ ہے کہ تم اپنی عقل سے چاروں طرف دیکھ کے اندازہ لگاؤ کہ قبلہ کس طرف ہونا چاہئے۔ آپ اپنی طرف سے اس میں تفکر کریں۔ سوچیں کہ قبلہ کس طرف ہونا چاہئے۔ جب آپ نے سوچ لیا اور آپ کا ضمیر کہتا ہے کہ قبلہ ادھر ہے اس طرف نماز پڑھ لیں اور نماز پڑھنے کے بعد وہیں لیٹ گئے اور صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ سورج نکلنے سے معلوم ہوا کہ قبلہ تو ادھر تھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس کی نماز ہوگئی۔ اس کی عبادت ہوگئی۔ کیونکہ ہم نے جس طریق کار کا پابند بنایا تھا وہ طریق کار اس نے اختیار کرلیا۔

آپ یہ کہیں کہ صاحب! آلہ یہ بتارہا ہے یہ قطب نما یہ بتارہا ہے بے شک بتارہا ہوگا۔ اسلام نے جس طریق کار کا پابند بنادیا ہے اس طریق کار پر عمل کرو۔

اسلام نے کہا کہ اگر ۲۹ تاریخ (شعبان) کو ابر ہو، کوئی شہادت نہ ہو، کوئی ثبوت نہ ہو، اب ہمارا بتایا ہوا طریق کار یہ ہے کہ آپ اس دن کو تیس قرار دیں اور اس کے بعد احکام شرع جاری کرائیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جی دیکھیں! میرا حساب یہ کہتا ہے میری تقویم یہ بتاتی ہے میرا فن یہ بتایا ہے یہ سب کچھ آپ کو بتانا ہے۔

مگر اسلام نے جو طریق کار ہم کو بتایا تھا ہم نے اس پر عمل کردیا مگر ہوسکتا ہے کہ غلطی بھی ہوئی ہو۔ مگر ہم نے وہ کارروائی پوری کرلی ہے جس کا حکم ہمیں اسلام نے دیا۔ بہرحال، رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر کچھ تمہید کلمات، آپ کی خدمت میں عرض کیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

شعبان المعظم کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	شعبان المعظم	مطابق
۱	تحویل قبلہ بوقت نماز ظہر	۱۵، ۲ھ	۱۱ فروری، ۶۲۴ء
۲	رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت آخری عشرہ میں	۲ھ	۲۰ فروری ۶۲۴ء
۳	نکاح ام المؤمنین حضرت حفصہؓ ہمراہ نبی پاک	۳ھ	جنوری ۶۲۵ء
۴	غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع	۳، ۵ھ	۲۸، دسمبر ۶۲۶ء
۵	تیمم کے حکم کا باقاعدہ نزول	۳، ۵ھ	۲۸ دسمبر ۶۲۶ء
۶	نکاح ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ	۳، ۵ھ	۲۸، دسمبر ۶۲۶ء
۷	سریہ دومۃ الجندل	۶ھ	دسمبر ۶۲۶ء
۸	مسجد ضرار کو نذر آتش کیا گیا	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۹	وفد خولان کی آمد اور قبول اسلام	۱۰ھ	نومبر ۶۳۱ء
۱۰	مسیلمہ کذاب کا قتل	۱۲ھ	اکتوبر ۶۳۱ء
۱۱	وفات حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ	۲۳ھ	جون ۶۴۴ء
۱۲	پہلا رفاہی ہسپتال حضرت معاویہؓ نے قائم فرمایا	۴۹ھ	ستمبر ۶۶۹ء
۱۳	وفات حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ	۵۰ھ	اگست ۶۷۰ء
۱۴	وفات حضرت ثوبان	۵۴ھ	جولائی ۶۷۴ء
۱۵	وفات حضرت عرباض ابن ساریہ اسلمی	۷۵ھ	نومبر ۶۹۴ء
۱۶	وفات حضرت انسؓ خادم خاص حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۹۳ھ	مئی ۷۱۲ء
۱۷	وفات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ	۱۱۰ھ	نومبر ۷۲۸ء
۱۸	ابو مسلم خراسانی کا قتل	۱۳۸ھ	جنوری ۷۵۶ء

۱۹	وفات حضرت سفیان ثوری	۱۶۱ھ	مئی ۷۷۸ء
۲۰	وفات امام محمد ابن حسن شیبانی	۲۲‘۱۸۹ھ	جولائی ۸۰۵ء
۲۱	محمود غزنوی نے سومنات توڑا	۲۲‘۴۱۶ھ	ستمبر ۱۰۲۵ء
۲۲	وفات علامہ ابن حزم ظاہری	۲۷‘۴۵۶ھ	۱۰۶۴ء
۲۳	سلطان شہاب الدین غوری نے سندھ پر قبضہ کیا	۵۷۱ھ	فروری ۱۱۷۶ء
۲۴	وفات سلطان شہاب الدین غوری	۲‘۶۰۲ء	مارچ ۱۲۰۶ء
۲۵	وفات میر جعفر بنگالی	۳۰‘۱۱۷۸ھ	جنوری ۱۷۶۵ء
۲۶	وفات علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی	۲۳‘۱۲۷۰ھ	اپریل ۱۸۵۴ء
۲۷	وفات مولانا محمد الیاس کاندھلوی	۲۳‘۱۲۶۲ھ	اگست ۱۹۴۳ء
۲۸	وفات مولانا ابوالکلام آزاد	۲۳‘۱۳۷۷ھ	۲۱ فروری ۱۹۵۸ء
۲۹	وفات خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی	۹‘۱۳۸۶ھ	۲۳‘ نومبر ۱۹۶۶ء
۳۰	وفات حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ثم ملتانی	۲۰‘۱۳۹۰ھ	۲۲‘ اکتوبر ۱۹۷۰ء
۳۱	پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا	۱۹‘۱۳۹۴ھ	۷ ستمبر ۱۹۷۴ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲‘ اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام و دیگر تاریخی کتب و رسائل)

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

رمضان المبارک

مع رمضان المبارک کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

فضائل رمضان المبارک

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا (غالباً اخیر تاریخ جمعہ واقع ہوا ہوگا یا جمعہ نہ ہوگا تو ویسے وعظ فرمایا ہوگا)۔ اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے برکت والے مہینے نے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے۔ (یعنی لیلۃ القدر) اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض کیے اور رات کا قیام تطوع قرار دیا (تطوع) کا لفظ کبھی سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں سنت مؤکدہ ہی مراد ہے کیونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے جس نے اس (ماہ) میں کوئی نیک خصلت (از قبیل نوافل) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ) میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا ہو وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز کا ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے (اور غم خواری کی جاتی ہے) اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جس نے اس میں روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے بخشش اور (دوزخ کی) آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے بدون اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جاوے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ہم میں ہر شخص ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی گنجائش رکھتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے جو کہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا ایک پانی کے گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرادے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی اور یہ معلوم ہی ہے کہ جنت میں پیاس ہی نہیں لقولہ تعالیٰ (انک لاتظماء فیھا) اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول (حصہ یعنی عشرہ اولیٰ) رحمت ہے اور درمیان اس کا مغفرت ہے اور اخیر (حصہ) اس کا آگ سے آزادی

ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا (یعنی ان سے خدمت لینے میں تخفیف کردی) اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کردیتا ہے۔ (بیہقی)

آیت مبارکہ: "ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ اے مؤمنو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم بچو (گناہوں سے اور دوزخ کی آگ سے۔)"

اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس رمضان آگیا ہے، مبارک مہینہ، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطان کو طوق پہنائے جاتے ہیں اللہ کے واسطے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی (خیر و برکت) سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد و نسائی)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جبکہ رمضان شروع ہو چکا تھا) بیشک یہ مہینہ آیا تمہارے پاس اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم ہوتا اس سے مگر ہر بے نصیب۔ (ابن ماجہ)

معززین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع موقع اور محل کے اعتبار سے فضائل رمضان المبارک ہے۔ اس مہینے کو حدیث شریف میں شھر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا مہینہ فرمایا گیا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "**اَلشَّعْبَانُ شَهْرِىْ وَرَمْضَانُ شَهْرُ اللّٰهُ**" (یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان شریف اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے) حالانکہ اگر دیکھا جائے تو سب مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ یہ ارشاد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں اللہ کے خاص بندوں کو عباد الرحمٰن فرمایا گیا حالانکہ بہ لحاظ مخلوق سب انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں مگر عباد الرحمٰن صرف ان بندوں کو کہا گیا جن میں خاص اوصاف ہوں۔ جیسا کہ سورۃ فرقان کے آخری رکوع میں یا قرآن پاک کے چند مقامات پر ان صفات کا ذکر فرمایا۔ انہی مذکورہ اوصاف سے متصف لوگ ہی عباد الرحمٰن کہلانے کے مستحق ہیں اور یہ صفات سب انسانوں میں کہاں۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کہا ہے:

دل میرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا بت کے بندے تو ملے کوئی اللہ کا بندہ نہ ملا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی نے ماہ رمضان کو شھر اللہ اس لیے فرمایا کہ اس میں ایسی چند امتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے مہینوں میں ہیں۔ مثلاً

(۱) اس مہینہ میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۵)

(۲) اس مہینہ میں سب مسلمانوں (بعض مرد وزن) کو روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔

(سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۲)

(۳) اس مہینہ میں شیطان اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

(۴) اس مہینہ میں دوزخ کے سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (ترمذی، احمد، ابن ماجہ)

(۵) اس مہینہ میں جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (نسائی، احمد)

(۶) اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ (بیہقی)

(۷) اس مہینہ میں ہر دن رات میں مسلمان کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزار)

(۸) اس مہینہ کی پہلی تاریخ سے (آخر رمضان تک) نماز فجر سے غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے روزہ داروں کی مغفرت کیلئے دُعا کرتے ہیں۔ (بیہقی)

(۹) اس ماہ میں حق تعالیٰ رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ (طبرانی)

(۱۰) اس مہینہ میں فرض کا ادا کرنا ایسا ہے جیسا دوسرے مہینوں میں بہتر فرضوں کا (بیہقی)

(۱۱) اس مہینہ میں نفل پڑھنا ایسا ہے جیسا دوسرے مہینوں میں فرض پڑھنا۔ (بیہقی)

(۱۲) اس مہینہ کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں جہنم کے قیدیوں کو چھوڑا جاتا ہے۔ (بزار)

(۱۳) اس مہینہ میں عرش اُٹھانے والے فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ اپنی عبادت کو چھوڑ دو بلکہ روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہو۔ (ترغیب)

(۱۴) اس ماہ میں تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اس کے محض ایمان اور طلب ثواب کی غرض سے پڑھنے سے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (نسائی)

(۱۵) یہ مہینہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ رکھنے والوں کی شفاعت کرے گا جو قبول کی جائے گی۔ (بیہقی)

(۱۶) اس ماہ کے آخر میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے جس کا ثواب دو حج اور دو عمروں کی مانند ہے۔ (بیہقی)

(۱۷) اس مہینہ میں ایک رات ہے جس کا نام لیلۃ القدر ہے۔ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ (سورۃ القدر)

(۱۸) اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ (ترغیب)

(۱۹) اس ماہ میں بنی آدم کے ہر عمل کو بڑھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک نیکی دس گنی

بلکہ سات سو (۷۰۰) گنی تک ہو سکتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۰) اس ماہ کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۲۱) جنت کے آٹھ (۸) دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ کا نام "باب الریان" ہے۔ سوائے روزہ داروں کے اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

(۲۲) اس ماہ کی آخری رات کو سب روزہ داروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ (احمد، بزار)

یہ چند خصوصیات بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کیے ہیں ورنہ ماہ رمضان کے فضائل و برکات اتنے ہیں کہ

میں جو گنانے پہ بھی آؤں تو گنا بھی نہ سکوں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر ان میں کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ رمضان کی اخیر رات ہو جاتی ہے اور کوئی ایماندار بندہ ایسا نہیں جو ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے (مراد وہ نماز ہے جو رمضان کے سبب ہو جیسے تراویح) مگر اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت سے بناتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا پھر جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے سبب گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (جو رمضان گزشتہ کے ایسے ہی دن تک (ہوئے ہوں یعنی اس رمضان کی پہلی تاریخ سے پہلے رمضان کی پہلی تاریخ تک) اور ہر روز صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہ جتنی نمازیں رمضان کے مہینے میں پڑھے گا خواہ دن کو خواہ رات کو ہر سجدہ کے عوض ایک درخت ملے گا جس کے سائے میں سوار پانچ سو برس تک چل سکے گا۔ (بیہقی)

"ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کو نہیں ملی ہیں۔ (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) یہ کہ ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دُعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان

کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں۔ (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔" (احمد)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم) کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر شب و روز میں ایک دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔" (بزار)

ف: بہت سی روایات میں روزے دار کی دُعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دُعا مانگنے کی تو کہاں فرصت، خود افطار کی دُعا بھی یاد نہیں رہتی۔ افطار کی مشہور دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

ترجمہ: "اے اللہ! تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔"

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ" ترجمہ: (اے اللہ! تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر چیز کو شامل ہے یہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے) بعض کتب میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا منقول ہے: "یَاوَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ" (ترجمہ: اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما) اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں۔ اجابت دُعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لیے دُعا فرماویں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

چشمہ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی

افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہ بادلوں سے اوپر اُٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔'' (احمد)

ف: دُرِ منثور میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دُعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرما دیتے تھے کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دُعا پر آمین کہا کرو۔ بہت سی روایات سے رمضان کی دُعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لیے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دُعا قبول نہیں ہوئی بلکہ دُعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جب مسلمان دُعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں اُسے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دُعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اُس سے ہٹا دی جاتی ہے یا آخرت میں اُسی قدر ثواب اُس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے۔'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دُعا مانگی تھی، وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔ اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دُعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو تو نے فلاں دُعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹا دی جائے، میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لیے دُعا کی تھی مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لیے متعین کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی

تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا بھی پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔

''حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں' خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں' دعا کو قبول کرتے ہیں' تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ' بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے۔'' (طبرانی)

ف: تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پر دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے۔ تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

دوسرا خطبہ

رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

مفکر سید اسلام ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

"یاایّھا الّذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علَی الّذین من قبلکم لعلکم تتقون."

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

یہ رمضان المبارک چونکہ ہر سال آتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی ہے ان کے لیے ایک امتحان بھی ہے۔ امتحان یہ کہ جو چیز بار بار آتی ہے اس میں آدمی کے اندر اخلاص پیدا ہونا اور صرف رضائے الٰہی کا طالب ہونا ایک امتحان بن جاتا ہے۔ بہت سے لوگ عادتاً کرتے ہیں تو ان کے اندر عظمت و وقعت پیدا نہیں ہو پاتی اور جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں ان پر یقین نہیں جم پاتا ہے۔ اس لیے کہ بہت سی چیزیں طبعی و فطری ہوتی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

"من صام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفرله ماتقدم من ذنبه"

یہ بڑے سوچنے کی بات ہے اور یہاں سے آپ یہ سیکھ جائیے اور پورے رمضان بھر اس کو ذہن میں محفوظ کیجیے۔ یہ اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی فرما سکتا تھا، دنیا کا بڑے سے بڑا مبصر اور ماہر نفسیات بڑے سے بڑا نبض شناس اور حکیم بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ پر یقین کرتے ہوئے اور اس کو اجر و ثواب کی امید میں تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی پوچھ سکتا ہے کہ آدمی روزہ اور کس کے لیے رکھے گا؟ وہ کھانا چھوڑ دیتا ہے، گرمی میں پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بہت بڑا خطرہ مول لے لیتا ہے اور سخت مشقت کی زندگی گزارتا ہے تو اجر وثواب ہی کی نیت سے تو کرتا ہے لیکن جو لوگ انسانی نفسیات اور سائیکالوجی اور انسانی کمزوری سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب کوئی کمزوری عمومی طور پر رائج ہوتی ہے تو وہ بے شعوری اور غفلت سے ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کا تقاضا

ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے۔ گرمی کا موسم، سردی کا موسم، بارش کا موسم، ایسے ہی رمضان کا موسم بھی ہوتا ہے۔ اس موسم کا تقاضا یہ ہے کہ روزے رکھے جائیں اور عبادات وطاعات میں اور اضافہ کیا جائے۔ اس موسم سے سبھی متاثر ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کا دھیان نہیں رہ پاتا کہ وہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا پینا چھوڑ رہے ہیں، صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، روزہ رکھنے پر لوگ تعریف کریں گے اور نہ رکھنے پر لوگ برائی کریں گے اور تنقید کریں گے۔ بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے تو ضروری چیز اس میں یہ ہے کہ نیت کا استحضار رہے، آدمی اپنے کو ٹٹولے، محاسبہ کرے۔ اُدھر ذہن ہی نہیں جاتا، دھیان ہی نہیں جاتا کہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں، کھانا پینا کیوں چھوڑ رہے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ روزے کے سلسلے میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں اور جو بشارتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں اور اس سلسلے میں جو وعدے مذکور ہیں ایک تو یہی ہے جو اسی آیت کے آخر میں فرمایا "لعلکم تتقون" باقی معیشت میں برکت حاصل ہوتی ہے، قلب منور ہوتا ہے، گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہم کھا پی سکتے ہیں مگر محض اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ سب چھوڑ رہے ہیں۔ ایک ایک لحہ کا ہم کو ثواب ملتا ہے۔ ہمارا بھوکا رہنا اللہ کو پیارا لگتا ہے، اللہ خوش ہوتا ہے کہ اس بندے نے ہمارے حکم کی تعمیل کی اور محض ہماری خوشی کے لیے وہ بھوکا پیاسا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کو بڑی خوشی ہوتی ہے مگر افسوس کہ اکثروں کا اِدھر خیال جاتا ہی نہیں ہے کہ یہ جو روزہ رکھا ہے اس کی کیا عظمت ہے۔ اللہ کا اس پر کیا انعام ہے، اللہ کو اس پر کتنا پیار آتا ہے۔ اُدھر ذہن جاتا ہی نہیں۔ اس میں نیت کو حاضر کرنے کی

ضرورت ہے اس لیے کہ ہر چیز تو اپنے وقت پر ہوتی رہتی ہے اور اپنے موقع پر انجام پاتی ہے، سب شریک ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آدمی کے ذہن میں اس کا اصل مقصد اور نیت بھی ہو، ایک ہوا چلتی ہے، موسم ہوتا ہے جو اپنا اثر چھوڑتا ہے، سب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

لطیفے کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لکھنؤ میں پہلی مرتبہ جب ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا مجھ سے یہ فرمائش کی گئی کہ رمضان قریب آ رہا ہے۔ رمضان کے لیے میں کوئی ٹاک لکھ دوں اور وہ براڈ کاسٹ ہو، ٹاک ہم نے لکھ دی لیکن اس کے بعد ہی فوراً ہمیں کوئٹہ کا ایک سفر پیش ہو گیا اور آگے افغانستان کی سرحد کا ایک دینی و دعوتی ضرورت سے یہ سفر تھا تو جب رمضان کی شب آئی اور جس رات کو چاند ہوا تو ہمارے عزیز بھائی مولوی ابوبکر صاحب حسنی (جو اس وقت یہاں موجود بھی ہیں) انہوں نے وہ مضمون پڑھا ہم چونکہ کوئٹہ میں تھے، وہاں ایک فوجی افسر مسلمان تھے، یہاں ہماری دعوت تھی، مولانا منظور صاحب نعمانی بھی مدعو تھے اور یہ دعوت انہوں نے احتراماً اور تعلق کے اظہار کے لیے کی تھی، اس دعوت میں اور بھی فوجی افسران شامل ہوئے تو ایک فوجی افسر صاحب آئے اور کہنے لگے مولانا آپ کی تقریر لکھنؤ سے ہو رہی تھی ہم نے بھی سنی بڑی اچھی باتیں آپ نے فرمائیں لیکن مولانا صاحب آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مزہ روزہ میں آتا ہے وہ اور کسی چیز میں نہیں آتا، ہم تو روزہ رکھتے ہی اس لیے ہیں کہ افطار میں بڑا مزہ آتا ہے۔

تو آج جب نماز روزہ میں ہمارا یہ حال ہو گیا ہے تو دوسرے امور میں کیسے دھیان رہے گا۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ دین کے سارے ہی اعمال اور امور طبعیہ شادی بیاہ، لین دین، کھانا اور کھلانا کسی سے ملنے جانا، کسی کی مدد کرنا، کسی سے محبت کے ساتھ ملنا، ان سب میں نیت کی ضرورت ہے، نیت تازہ کرے تو وہ عمل عبادت بن جاتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں جیسے سب غیر مسلم کر رہے ہیں، اسی طرح ہم بھی کر رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلم اور غیر مسلم کے عمل میں بالکل کوئی فرق نہیں لیکن ایسا ہوتا ہے کہ نہ وہ کوئی نیت کرتے ہیں اور نہ ہم کوئی نیت کرتے ہیں۔

اس وقت اُمت میں جو بیماری زیادہ پھیلی ہوئی ہے وہ بے نیتی ہے، آج بد نیتی کم ہے بے نیتی زیادہ ہے اور یہ نتیجہ ہے بے شعوری اور غفلت کا۔

بڑے سے بڑے کام بے نیتی سے کر لیتے ہیں اور اب تو اس کا بھی تجربہ ہوا اور مشاہدہ بھی کہ حج بھی قربِ الٰہی کی نیت سے نہیں کرتے اور اس کی عظمت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ ملتا ملاتا

ہے شہرت ہوتی ہے کہ فلاں نے دسواں حج کیا فلاں نے پندرہواں حج کیا بعضوں کی زبان سے اس کا اظہار بھی ہوا تو حج میں بھی یہ بات پیدا ہوگئی ہے۔ یہ رمضان کے روزے ہیں اس کے مقابلے میں جو اللہ کے مقبول بندے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ان کا کوئی فعل نیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس کی مناسبت سے عرض کرتا ہوں۔ آپ نے نام سنا ہوگا حضرت سید احمد شہیدؒ کا وہ یہاں پیدا ہوئے ان کے نام سے یہاں مدرسہ ہے اور بالاکوٹ میں وہ شہید ہوئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا جب سے ہوش آیا اور شعور بیدار ہوا اس وقت سے اس وقت تک کوئی روزمرہ کا کام بھی رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا' استنجاء گیا ہوں تو اس میں رضائے الٰہی کی نیت کی کہ میں پاک ہوں' کسی سے ہنس کر بولا ہوں تو اسی نیت سے' کسی کو ہنسایا ہو تو اسی نیت سے' کھانا کھایا ہو تو اسی نیت سے۔ انہوں نے اتنے وثوق سے فرمایا کہ شعور کے پیدا ہونے کے بعد سے اس وقت تک کوئی عمل رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا۔ اب ہم اپنے کو ٹٹولیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عمل بھی ہم نے اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو اور یہ کہ آخرت میں ہم کو اس کا ثواب ملے گا اور اللہ راضی ہوگا' عبادات کا یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ عادات بن گئی ہیں' بے شعوری دل و دماغ اور اعصاب پر چھا گئی ہے' بھوک لگی کھانا کھالیا لیکن اس پر جو اللہ کے یہاں اجر کا وعدہ ہے اس کو ذہن میں نہیں رکھا' کوئی عمل جو اللہ کا پسندیدہ ہے اس کا شعور نہیں' کھانا کھلانے پر بھی اجر و ثواب کی نیت نہیں ہوتی اس میں ریاء اور شہرت طلبی ہوتی ہے اور ریاء اور شہرت طلبی بہت بہت بری چیز ہے' ہم سب کو الزام نہیں دے سکتے لیکن یہ بے شعوری کی بات ہے بد شعوری کم' بے شعوری زیادہ ہے تو یہ ہنسنا بولنا' کھانا پینا' کھلانا پلانا' آنا جانا' یہ سب شعور اور استحضار نیت سے کرنا چاہیے اور بہت سی چیزیں چھوڑ دینا جو ہم کر سکتے ہیں مگر وہ دین کے خلاف ہیں اس لیے اب نہیں کریں گے تو سب میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہیے۔ یہ ایک آسان کام بھی ہے اور وسیع کام بھی ہے' اتنا وسیع کہ اس سے وسیع دوسرا کام مشکل سے ملے گا' کچھ کرنا نہیں' بس اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ہم ان سے ہنس کر صرف اس لیے بول رہے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے' جب اس شعور کے ساتھ کام ہوتا ہے تو زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے ورنہ نشیب و فراز کی زندگی رہتی ہے کہ نماز تو اللہ کے لیے پڑھیں اور اُدھر کسی سے ملنے چلے گئے تو بس ایسے ہی چلے گئے کسی سے تعلق و محبت ہے تو ایسے ہی ہو گیا' جب یہ شعور ہوتا ہے تو پوری زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔

بس یہاں سے آپ یہ چیز لے کر جائیں کہ جو کام کرنا ہے اللہ کی رضا کے لیے کرنا ہے۔ سب کام میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہیے' ہم تھکے ہیں پریشان ہیں' اتنے میں مہمان آ گئے' اب بشاشت سے ان سے ملنا ہے' موڈ نہیں ہو رہا ہے' جی نہیں چاہ رہا ہے لیکن ان کی خاطر تواضع کرنی ہے اس لیے کہ اللہ کی رضا اس میں ہے اس لیے کہ اللہ کو یہ عمل پسند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے' جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو پوری زندگی پر نور کی چادر چھا جاتی ہے اور رحمت الٰہی کا سایہ ہوتا ہے اور اس کا اصل فائدہ قیامت میں معلوم ہو گا۔ جب اللہ کے سامنے جائیں گے تب قدر آئے گی کہ یہ چھوٹا سا عمل آج کتنا بڑا بن کر سامنے ہے کہ فلاں کا کام کر دیا تھا اور فلاں سے ہنس کر بولے تھے۔

یہ تحفہ ہے رمضان المبارک کا پہلا اور عظیم تحفہ ہے۔ بس یہ کہ آپ کی نیت رضائے الٰہی کی ہونی چاہیے۔ یہی اس مبارک مہینہ کا پیغام ہے' آپ کی زندگی کے لیے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

رمضان المبارک کے روزے

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱ - "ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو قید کر دیئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جنات اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پس نہیں کھولا جاتا ان میں سے کوئی دروازہ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' پس نہیں بند کیا جاتا ہے ان میں سے کوئی دروازہ اور پکارتا ہے پکارنے والا۔ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائی چاہنے والے رُک جا اور اللہ کے لیے بہت لوگ (بہ برکت ماہ رمضان) آزاد کیے ہوئے ہیں دوزخ سے اور یہ (ندا اور پکار) ہر رات ہوتی ہے۔" (ترمذی' ابن ماجہ' احمد)

حدیث ۲ - "اور ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے (اس طرح) کہ ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے سات سو گنی تک' فرمایا اللہ تعالیٰ نے مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا' چھوڑتا ہے (روزہ دار) اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے (اس سے یہ خیال نہ کیا جاوے کہ پھر مسواک کرنا اچھا نہ ہوگا کیونکہ مسواک کے بعد بھی وہ بُو جو خلو معدہ کے باعث آتی ہے زائل نہیں ہوتی' مسواک سے تو فقط دانتوں کی بدبُو دُور ہو جاتی ہے) اور روزہ ڈھال ہے (دوزخ سے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اس کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے اور نہ بیہودہ چلاوے۔ پس اگر کوئی اُس کو برا کہے یا اس سے کوئی جھگڑا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔" (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: "پس اب (تمہیں اجازت دی جاتی ہے) کہ تم مباشرت کرو ان (بیویوں اور باندیوں) سے اور طلب کرو اس کو جو اللہ نے

تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاری فجر کی ظاہر ہو جاوے (رات کی) سیاہ دھاری سے پھر روزہ کو رات تک پورا کرو۔''

اضافہ: (الف): اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی بیجا بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے (یعنی اس روزہ کو قبول نہیں کرتا)۔ (بخاری)

(ب): نیز ارشاد فرمایا کہ ''سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔'' (متفق علیہ)

(ج): و نیز ارشاد فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اُس کو چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیوں کہ وہ برکت کا (سبب ہے) پس اگر نہ پاوے کوئی کھجور کو تو چاہیے کہ پانی پر افطار کرے کیوں کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔'' (ترمذی)

(د): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

''یعنی اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے..... یعنی پیاس گئی اور رگیں تر ہوئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔'' (ابوداؤد)

معززین حضرات آج میں آپ حضرات کے سامنے روزہ کے فضائل بیان کروں گا۔

کچھ فضائل تو آپ حضرات خطبہ اور اس کے ترجمہ میں سن چکے ہیں۔

روزہ کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی اُمی نے فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نیکی بڑھائی جاتی ہے دس (۱۰) گنا سے سات سو (۷۰۰) گنا تک بجز روزہ کے اس لیے کہ وہ روزہ خاص میرا ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔''

بعض (۱) اہل لطائف نے کہا ہے کہ روزہ نہ چھنے گا اس لیے کہ سرکاری جائیداد ہے اس کو کوئی نہ لے سکے گا۔

(روزہ (۲) کی خصوصیات میں ہے کہ حقوق العباد میں دوسرے کو نہ دیا جائے گا) اور انا اجزی بہ میں ایک بصیغہ مجہول بھی مشہور ہے اس کے معنی مشہور یہ ہیں کہ روزہ میرا ہے اور اس کے بدلہ میں دیا جاؤں گا یعنی اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اس کو ملوں گا اور یہ مضمون گو فی نفسہ صحیح ہو کہ حق تعالیٰ اس کے بدلہ میں مل جائیں گے۔ (سبحان اللہ کتنی بڑی فضیلت ہے) یعنی رویت خداوندی نصیب ہوگی۔

اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی وجہ (۱) بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہمارے عادات کے موافق معاملہ فرماتے ہیں جیسا کہ دنیا میں سلاطین کا یہ قاعدہ ہے کہ انعام اور خاص خلعت وہ اپنے ہاتھ سے دیا کرتے ہیں چوں کہ روزہ کا ثواب غیر متناہی اور عظیم الشان ہے اس کا ثواب حق تعالیٰ خود دیں گے اور دیگر اعمال کا ثواب ملائکہ کے واسطہ سے ملے گا۔

اس حدیث (۲) میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک عمل ایسا بھی ہے جس کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔ اس کے تضاعف اجر کی کوئی حد ہی نہیں اور وہ عمل صوم ہے۔

فَاِنَّہٗ لِیْ (۳) میں اس فضیلت خاص کا منشا بتلایا گیا کہ چونکہ حق تعالیٰ کی ذات بہ اعتبار صفات وکمالات غیر محدود ہے تو جو چیز خاص ان کی ہوگی وہ بھی غیر محدود ہی ہوگی۔ رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے خاص روزہ کو اپنا کیوں فرمایا:

عبادات نماز، زکوٰۃ، حج سب انہی کے لیے ہے تو اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں ریاء نہیں ہوسکتا کیونکہ جو شخص چھپ کر ضرور کھا پی لے گا پھر روزہ کہاں ہوا۔ اب جو شخص چھپ کر بھی کھاتا پیتا نہیں وہ واقعی خدا ہی کے لیے ترک طعام وشراب کرتا ہے۔ غرض اس میں ریاء نہیں ہوسکتا۔

قیامت کے روز جن خوش قسمتوں کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا ان سے ارشاد ہوگا:

"کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ"

یعنی حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ جو تم نے ایام گزشتہ یعنی زمانہ قیام دنیا میں کیے تھے۔ فی تفسیر میں مجاہد وکلبی سے منسوب کیا ہے انہوں نے کہا کہ ایام خالیہ سے مراد روزے کے دن ہیں۔ (یعنی وہ ایام جو طعام وشراب سے خالی تھے یعنی ایام صیام) لہٰذا کھانا پینا جنت میں دنیا میں کھانے پینے سے رُکنے کا بدل ہوجائے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعا

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ خطبہ پڑھنے کے لیے جارہے تھے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے ایک درجہ پر قدم رکھا، فرمایا آمین، پھر دوسرے درجہ پر فرمایا آمین، پھر تیسرے درجہ پر تشریف فرما کر فرمایا آمین، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حیرت ہوئی کہ آپ یہ آمین تین مرتبہ کیوں فرما رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے

جب میں نے منبر کے ایک درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ" "یعنی اس شخص کی ناک رگڑ جائے اور وہ ذلیل وخوار ہو جائے جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ بھیجے' میں نے کہا آمین۔ دوسرے درجہ پر میں نے پیر رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اِنْسَلَخَ رَمْضَانُ وَلَمْ یُغْفِرْلَہٗ" "یعنی وہ شخص بھی ذلیل وخوار ہو جائے جس نے ماہ رمضان کو پایا اور سارا رمضان شریف گزر گیا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کرائی۔ تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا "رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ وَالِدَہٗ اَوْ اَحَدُھُمَا الْکِبَرُ عِنْدَہٗ وَلَمْ یُدْخِلِ الْجَنَّۃَ" (یعنی وہ شخص بھی ذلیل ہو جائے جس کے والدین یا ان میں سے ایک بوڑھا ہو گیا ہو اور وہ اس کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔ (آمین)

شاید بعض لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کی بنا پر اشکال ہو۔

"اے اللہ! میں بشر ہی ہوں' غصہ کرتا ہوں جیسے بندہ غصہ کرتے ہیں پس جس بندہ کو میں تکلیف پہنچاؤں یا اس کو برا کہوں یا اس پر لعنت کروں تو اس کو زکوٰۃ اور رحمت اور قربت اس کے لیے کر دیجئے تا کہ اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرے۔"

(اس دعا پر اشکال ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا قبول نہ ہو) جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ میری بددعا کو دعا بنا دیا جائے وہ خاص ہے اس بددعا کے ساتھ جو بطور بشریت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل جائے تو ظاہر ہے کہ بشریت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے جو دعا نکلے گی وہ بغیر قصد اور ارادہ کے صادر ہوگی اور جس بددعا کو حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آمین فرمائی۔

اس میں یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ بشریت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہوگی۔

پس یہ معمولی بددعا نہیں اس سے بہت ڈرنا چاہیے۔

صاحبو! فکر کرلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بددعا کرنا خالی نہیں جاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ حالت ہے:

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت بگوے گویم

غور کرو پھر اس شخص کا ٹھکانہ کہاں ہوگا جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوس رہے ہیں۔

چوں خدا از خود سوال و گدکند پس دُعائے خویشتن چوں ردکند

جب حق سبحانہ وتعالیٰ خود دُعا اور درخواست کرنے کی فہمائش کریں تو پھر اپنی دُعا کو کس طرح رد فرما سکتے ہیں۔

روزے رکھنا خاص کر فرض روزے رمضان کے اور واجب روزے رکھنا' روزہ بھی مثل نماز وزکوٰۃ کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا ایک لازمی حکم ہے۔ چنانچہ

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے اور

(۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الخ علاوہ **لاالٰہ الاّ اللہ مُحمّد رّسُول اللہ** پر ایمان لانے کے اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں جو شخص انمیں سے تین ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گے یعنی نماز' زکوٰۃ' رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج (احمد)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وزکوٰۃ وحج سب کرتا ہو مگر روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔ روزے میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں' وہ یہ ہے کہ چونکہ روزہ ہونے یا نہ ہونے کی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اس لیے روزہ وہی رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت یا اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور اگر فی الحال کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربے سے ثابت ہے کہ محبت وعظمت کے کام کرنے سے محبت وعظمت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا تو روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگئی۔ اگلی دو حدیثوں میں اسی بات کو اس طرح فرمایا ہے:

(۴) ایک اور روایت میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ''روزہ دار اپنا کھانا' اپنا پینا اپنی نفسانی خواہش (جو بی بی کے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔'' (بخاری)

اور اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں آئی ہے:

(۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا کہ وہ کھانا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور پینا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی لذت میرے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی بی بی کو میرے لیے چھوڑ دیتا ہے (یعنی اپنی خواہش اس سے پوری نہیں کرتا)۔ (ابن خزیمہ)

ف: ان حدیثوں سے اوپر والی بات ثابت ہوگئی اور اسی لیے روزے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چیز فرمایا جیسا نمبر ۳ میں گزرا اور اسی خصوصیت مذکورہ کے سبب روزے کو اگلی حدیث میں بڑی

تاکید سے سب عملوں میں بینظیر فرمایا۔

چنانچہ (٦) حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کوکسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے۔ فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اس کے برابر نہیں، میں نے (دوبارہ) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کے مثل نہیں۔ میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کسی (بڑے) عمل کا حکم دیجئے! فرمایا روزہ کو لو! کیونکہ کوئی عمل اس کی مثل نہیں۔ (نسائی وابن خزیمہ)

ف: یعنی بعض خصوصیتوں میں بے مثل ہے۔ مثلاً خصوصیت مذکورہ میں اور روزے میں جو حق تعالیٰ کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے روزہ دار اگر اس کا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچے گا کیونکہ گناہ محبت اور خوف کی کمی ہی سے ہوتا ہے اور جب گناہوں سے بچے گا تو دوزخ سے بھی بچے گا۔ اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے۔

(٧) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے (بچانے کے لیے) (احمد وبیہقی) اور جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر یہ بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں، روزہ سے ان میں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آویں گی۔ (اگلی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے)

(٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

ف: یعنی جس طرح زکوٰۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسدہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہو جاتا ہے اور اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل صاف آیا ہے۔

(٩) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ:

(١٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں (نصیب) ہوتی ہیں۔ ایک تو جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر خوش ہوتا ہے، چنانچہ ظاہر ہے) اور جب اپنے

پروردگار سے ملے گا (اس وقت) اپنے روزے پر خوش ہوگا۔ (بخاری)

آیت: ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ایک لمبی آیت میں) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (اخیر میں ارشاد فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب تیار کیا ہے۔ (احزاب)

(۱۱): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث میں) فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو فاقہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (بخاری)

ف: اس بدبو کا اصلی سبب چونکہ معدہ ہے اس لیے یہ مسواک سے بھی نہیں جاتی، ہاں کچھ کم ہوجاتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث جس میں اعمال کے ثواب کی مختلف مقداریں آئی ہیں) ارشاد فرمایا کہ روزہ خاص اللہ ہی کے لیے ہے، اس پر عمل کرنے والے کا ثواب (غیر محدود ہے اس کو) کوئی شخص نہیں جانتا۔ بجز اللہ کے (طبرانی فی الاوسط وبیہقی)

(۱۳) ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔'' (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ)

ایک حدیث میں فرمایا گیا ماہ رمضان المبارک میں ہر روز افطاری کے وقت دس لاکھ افراد کے جہنم کی آزادی سے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جمعہ کی افطاری میں ہفتہ کی مجموعی تعداد کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے اور رمضان المبارک کی آخری افطاری میں پورے رمضان میں آزاد ہونے والوں کی تعداد کے مساوی جہنم سے آزادی کے پروانے دیئے جاتے ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو پابندی سے روزے رکھنے اور دیگر رمضان سے متعلق عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمّد وّعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین، وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین٥

چوتھا خطبہ

دوروزے

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد

روزہ معمولی نعمت نہیں

میرے بھائیو! سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لیے توفیق الٰہی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ معمولی نعمت نہیں ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی لالچ میں تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہو گئے اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے، اس کے بعد جو روزے باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت ونعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں لیکن وہ نئی بات نہیں ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ماخوذ ہے اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لیے نئی ہوگی اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ "روزے دو طرح کے ہیں، ایک چھوٹا روزہ اور ایک بڑا روزہ"

چھوٹے روزے کی تحقیر نہیں بلکہ صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو ۱۳، ۱۴ گھنٹہ کا روزہ ہوگا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ یہ وہ روزہ ہے جو بلوغ پر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک قائم رہتا ہے، اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، آپ جانتے ہیں کہ روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات ومعاملات کا لطف نہیں

حاصل کر سکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے یہ روزہ ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰ دن کا ہو اس میں محدود پابندیاں ہیں' رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین و احکام پر عامل ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کونسا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے' گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کونسا بڑا روزہ ہوگا' کیا شش عید روزہ بتانے والا ہوں' یا پندرھویں شعبان کا؟ کونسا روزہ بتانے والا ہوں۔

اسلام خود ایک روزہ ہے

بڑا روزہ ہے اسلام کا روزہ' اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی بلکہ روزہ' نماز یہاں تک جنت بھی جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا وہ سب اس کے طفیل ہی ہے۔

اصل بڑا روزہ اسلام کا روزہ ہے وہ کب ختم ہوتا ہے' کب شروع ہوتا ہے' یہ بھی سن لیجئے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل و مسلسل روزہ فرض ہو جاتا ہے اور جو اسلام لائے' کلمہ پڑھے یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

اور یہ روزہ کب ختم ہوگا' یہ بھی سن لیجئے۔ رمضان کا روزہ نفلی روزہ تو غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتاب عمر کے غروب ہونے پر ختم ہوتا ہے۔

رمضان کا روزہ و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے؟ آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کر سکتے ہیں اور زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آ جائے گا اور شوق پیدا ہو جائے گا اس لیے میں ان کا نام نہیں لیتا' وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا؟ حضرت محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین شفیع المذنبین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے جام طہور' جام کوثر سے کھلے گا۔ اگر وہ روزہ پکا ہے اور اگر اس روزے کے آپ نے شرائط پوری کر دیئے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے گئے ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ رہے تھے اور ہمارے دل میں نور ایمان تھا ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا' تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے' اس کا افطار کیا ہے؟ اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دے دے اور اللہ کے

بندوں نے جان دی ہے اللہ کے سینکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں راضی ہوں جہاد کے واقعات غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھیے لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ احد کی جنگ کے موقع پر آیا اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تم چھوٹے ہو اس نے کہا نہیں چھوٹا نہیں، میں لڑسکتا ہوں اس نے بڑی خوشامد کی کسی نے سفارش بھی کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے کہنے لگے آپ نے انہیں اجازت دی تھی مجھے بھی اجازت دے دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ابھی بچے ہو اس نے عرض کیا کہ آپ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجئے میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجئے یہ بچوں کا شوق تھا کشتی ہوئی اس نے واقعی پچھاڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ شہید بھی ہوئے اور ابوجہل کو دیکھ کر دونوں بھائیوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ ہمیں ابوجہل کو دکھائیے ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں ابوجہل کے بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں سب روزہ دار کھانے پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہیں لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی نہ روزہ ہوتا اور دیکھ لیجئے جہاں اسلام نہیں وہاں نہ نماز ہے نہ روزہ نہ کلمہ ہے نہ اللہ پر یقین ہے نہ اس کے واحد ہونے کا یقین ہے نہ حشر کا نہ روز قیامت کا نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یہ سب دولت ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے ہم گنا بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو ملی ہیں یہ سب اسلام کے طفیل میں ملی ہے عزت ملی ہے طاقت ملی ہے روحانیت ملی ہے اور مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی۔ اس کا پوچھنا ہی کیا نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں معلوم نہیں پھر کبھی

ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے' بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں تب ان کی قضا ہوگی لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں منع ہیں۔ اس میں شرک منع ہے' سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**ان اللہ لا یغفر أن یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء**" قرآن میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا باقی جس کو چاہے گا معاف کردے گا۔

شرک کیا ہے؟ آپ سن لیجئے۔ اس کو سب برا سمجھتے ہیں آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے عقیدہ یہ جو ہے کہ یہ خیال کرے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے: "**الا لہ الخلق والامر**" اسی کا کام ہے پیدا کرنا' اسی کا کام ہے جلانا' اس کو مانتے ہیں کہ خالق ارض وسموات اور کائنات چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن چلانے کے بارے میں بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے اس نے اپنی جگہ نہیں بنائی ہے۔ وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا "کن فیکون" کہہ دیا بس بن گئی لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کردے کوئی بات کسی کے ذمہ کردے' بھائی تم خیرات بانٹا کرو' تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا' غلہ پہنچادو' کچھ پہنچادو۔ جس کی ضرورت ہو کوئی بیمار ہو اس کو شفادے دو' کسی کے اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو' کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کردو' کسی کا مقدمہ جتادو' وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانہ کردیئے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی' ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا لے لے گا۔

لیکن ایسا نہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا ہی کام ہے پیدا کرنا اور میرا ہی کام ہے جلانا اور حکم دینا "**الا لہ الخلق والامر**"

یہ دنیا تاج محل نہیں

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہان بنا کر چلے گئے اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے ان کے بس میں کچھ نہیں اور شاہجہان کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمران ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہی خلاق کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے اور وہی حکمراں، سیاہ سپید کرنے والا، جلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا "**انما أمره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون**" اولاد دینا، روزی دینا، قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا، جتانا اور کسی کو عزت دینا، کسی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ دوڑ عنان حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے، اولاد وہی دے سکتا ہے روزی وہی دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے نہ کسی قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے۔ ایک بات یہاں سے یہ لے کر جائیے اور یہ وہ جگہ ہے (دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعوت توحید و جہاد کا سب سے پہلے مرکز بنی اور وہیں سے سارے ہندوستان میں یہ دعوت پھیلی) جہاں خاص طور پر اس چیز کی دعوت دی گئی اور پورے ہندوستان میں پہنچی۔ پہلے عقیدہ توحید کو جانچئے کہ آپ اللہ ہی کو مسبب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق و رازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ ہے اور اس کے بعد دوسری بات قیامت کا یقین و آخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین، محبوب العالمین ماننا اور یہ ماننا کہ شریعت انہی کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی اور آخرت میں کام آئے گی، قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے اور واجب القتل ہے، شریعت شریعت محمدی ہے اور وہی قیامت تک چلے گی اور ہر جگہ چلے گی اور اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہوگا اور سرخرو ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب خدا ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین**" یہ مرتبہ اور کسی بزرگ، ولی کیا چیز کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا، یہ مرتبہ خدا نے آپ کے لیے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو، عقیدہ بھی ہو، محبت بھی اور شفاعت کا شوق بھی ہو اور اہتمام کے ساتھ ساتھ یہ کہ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو کہ آپ پوچھیں آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتائے اور اہل علم وفضل کے پاس جائیے لیکن افسوس ہے کہ مسلمان میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے۔ شادی بیاہ کس طرح پر ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا کیا طریقہ کار تھا، خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، ماتم گانا، بجانا، یہ تزک واحتشام، دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک کہ گردن شرم سے جھک جائے، کیسی بری بات ہے یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو ناپسند ہے، سب میں ہم پابند ہیں، نہیں شریعت کے، صرف نماز وروزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں، ہر چیز میں ہمارے لیے نمونہ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**"

" (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔"

اپنی زندگی پر شریعت نافذ کیجئے

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے، یہ نہیں کہ بس نماز وروزہ شریعت کے مطابق ہوں اس کے لیے مسئلہ پوچھیں اور نکاح وطلاق تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں، لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے (جو لہو الحدیث کی بہتر تشریح ہے) اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود ونمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے تو آپ یہ سمجھ کر جائیں کہ یہ روزہ تو ان شاء اللہ اب ۵-۶ دن باقی ہیں اگلے جمعہ کو شاید عید ہو جائے یا اس کے بعد ہو، اگر ۳۰ کا رمضان ہوا، اس کے بعد ہم آزاد ہیں ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ ابھی بھی ہے بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے، جو آپ رکھ رہے ہیں وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے بلکہ جس کے لیے جان کی بازی لگا دینا اور جس کے لیے جان فدا کر دینا جسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہے، ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گزر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے، اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی ان کے حالات پڑھیے جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے ان کو یہ فکر ہوتی تھی بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے کہ خاتمہ بخیر ہو، سب کے دل سے یہ لگی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا، اور ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں سے رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہو گئی اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں ہرگز ایسا نہیں، آپ آزاد بالکل نہیں ہیں، آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے، آپ کی تختی آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روزہ کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب و کتاب ہوگا۔ ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**'' میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے کہ ایسا کرو اور وہ کرنا چاہے، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعویٰ کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں جو چیز حرام ہے قیامت تک حرام رہے گی، دنیا میں کسی کو اجازت یہ نہیں اور نہ اس کے لیے مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے، شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی، وہ چیزیں جو حرام ہیں، حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کر کے جائیے کہ اگر کسی کی جائیداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائیداد کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوگا،

آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائیداد اپنا تر کہ یہ تمہیں مبارک ہو اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، دل آزاری کرنا، گالی بکنا، ناجائز، حرام ذرائع آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں حرام ہیں اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گی۔ اسی طرح سود ہے کہ بعض لوگ اس دور پر فتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں، کس قدر افسوسناک بات ہے جس چیز کو شریعت و دین نے حرام قرار دے دیا، قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجئے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر اس کا افطار ہو۔ شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کبار مشائخ میں تھے۔ نواب میر خان نے جوان کے مرید تھے، ارادہ کیا، جب انہوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانچ پانچ سو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں، کوئی آمدنی نہیں، کوئی جائیداد نہیں تو انہوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنی چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں، فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا، اب میرا آفتاب عمر ڈوبنے کے قریب ہے، اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو میں روزہ نہیں کھولوں گا کہ تمام دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے، کبھی نہیں ٹوٹ سکتا جو چیزیں حرام ہیں، حرام ہیں، غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہیے، سمجھ لیجئے نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے، نہ اولاد دے سکتا ہے نہ نوکری دلا سکتا ہے کہ آپ کسی اور سے مانگیں جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگیں جو سمیع و مجیب ہے، وہ فرماتا ہے:

"واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبو الی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون."

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ دعا کرے۔"

بس آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جائیے، خوش ہوئیے، اللہ کا شکر ادا کیجئے۔ یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اور رمضان نصیب کرے مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں، ہاں وہ مسلسل و طویل روزہ رہے گا، وہ روزہ مبارک ہو اس روزہ کا

خیال رکھئے وہ روزہ نہ توڑیئے گا' وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا' سب کچھ بگڑ گیا۔ بس یہی دوروزے ہیں' ایک روزہ ہے قریب المیعاد وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے۔ ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا اور مسلمان کے لیے جب سے وہ بالغ ہوا' اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔

ربِ توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین.

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

رمضان کیسے گزاریں؟

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ. هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ o فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ o (سورۃ البقرہ:۱۸۵)

رمضان ایک عظیم نعمت

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ جل شانہ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں کیونکہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں اُلجھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں اور مادیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جل شانہ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ جل شانہ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے اس کو پہچانتے ہیں، ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر ہوتی ہے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ﴾ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجئے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا اور اس کے حاصل ہو جانے کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینہ نصیب فرما دے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

عمر میں اضافے کی دعا

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی عمر میں اضافے کی دعا کرے کہ میری عمر میں اضافہ ہو جائے تا کہ اس عمر کو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صحیح استعمال کرسکوں اور پھر وہ آخرت میں کام آئے تو عمر کے اضافے کی یہ دعا کرنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ دعا مانگنی چاہیے کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ فرمادیں کہ میں اس میں آپ کی رضا کے مطابق کام کرسکوں اور جس وقت میں آپ کی بارگاہ میں پہنچوں تو اس وقت آپ کی رضا کا مستوجب بن جاؤں لیکن جو لوگ اس قسم کی دعا مانگتے ہیں کہ "یا اللہ! اب تو اس دنیا سے اٹھا ہی لے" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور موت کی تمنا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارے تم تو یہ سوچ کر موت کی دعا کررہے ہو کہ یہاں (دنیا میں) حالات خراب ہیں جب وہاں چلے جائیں گے تو وہاں اللہ تعالیٰ کے پاس سکون مل جائے گا۔ ارے یہ تو جائزہ لو کہ تم نے وہاں کے لیے کیا تیاری کررکھی ہے؟ کیا معلوم کہ اگر اس وقت موت آجائے تو خدا جانے کیا حالات پیش آئیں اس لیے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے عمر مقرر کررکھی ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زندگی کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَاكَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْراً لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْراً لِیْ" (مسند احمد)

اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندگی فائدہ مند ہے اس وقت تک مجھے زندگی عطا فرما اور جب میرے حق میں موت فائدہ مند ہو جائے' اے اللہ! مجھے موت عطا فرما۔ لہٰذا یہ دعا کرنا کہ یا اللہ! میری عمر میں اتنا اضافہ کردیجئے کہ آپ کی رضا کے مطابق اس میں کام کرنے کی توفیق ہو جائے' یہ دعا کرنا درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اس دعا سے مستفاد ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔

رمضان کا انتظار کیوں؟

اب سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اشتیاق اور انتظار کیوں ہو رہا ہے کہ

رمضان المبارک کا مہینہ آجائے اور ہمیں مل جائے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کو اپنا مہینہ بنایا ہے، ہم لوگ چونکہ ظاہر بین قسم کے لوگ ہیں اس لیے ظاہری طور پر یہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روزوں کا مہینہ ہے اس میں روزے رکھے جائیں گے اور تراویح پڑھی جائے گی اور بس۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ روزے ہوں یا تراویح ہوں یا رمضان المبارک کی کوئی اور عبادت ہو، یہ سب عبادات ایک اور بڑی چیز کی علامت ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنا مہینہ بنایا ہے تاکہ وہ لوگ جو گیارہ مہینے تک مال کی دوڑ دھوپ میں لگے رہے اور ہم سے دور رہے اور اپنے دنیوی کاروبار میں الجھے رہے اور خواب غفلت میں مبتلا رہے، ہم ان لوگوں کو ایک مہینہ اپنے قرب کا عطا فرماتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ تم ہم سے بہت دور چلے گئے تھے اور دنیا کے کام دھندوں میں اُلجھ گئے تھے، تمہاری سوچ، تمہاری فکر، تمہارا خیال، تمہارے اعمال، تمہارے افعال، یہ سب دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے تھے اب ہم تمہیں ایک مہینہ عطا کرتے ہیں اس مہینے میں تم ہمارے پاس آجاؤ اور اس کو ٹھیک ٹھیک گزار لو تو تمہیں ہمارا قرب حاصل ہو جائے گا کیونکہ یہ ہمارے قرب کا مہینہ ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد

دیکھئے! انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (الذاریات)

یعنی میں نے جنات اور انسان کو صرف ایک کام کے لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کا اصل مقصد زندگی اور اس کے دنیا میں آنے اور دنیا میں رہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کی عبادت کرے۔

کیا فرشتے عبادت کے لیے کافی نہیں تھے؟

اب اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس مقصد کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پہلے ہی پیدا فرما دیا تھا اب اس مقصد کے لیے دوسری مخلوق یعنی انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتے اگرچہ عبادت کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن وہ اس طرح پیدا کیے گئے تھے کہ خلقتاً عبادت

کرنے پر مجبور تھے اس لیے کہ ان کی فطرت میں صرف عبادت کا مادہ رکھا گیا تھا' عبادت کے علاوہ گناہ اور معصیت اور نافرمانی کا مادہ رکھا ہی نہیں گیا تھا لیکن حضرت انسان اس طرح پیدا کیے گئے کہ ان کے اندر نافرمانی کا مادہ بھی رکھا گیا' گناہ کا مادہ بھی رکھا گیا اور پھر حکم دیا گیا کہ عبادت کرو۔ اس لیے فرشتوں کے لیے عبادت کرنا آسان تھا لیکن انسان کے اندر خواہشات ہیں' جذبات ہیں' محرکات ہیں اور ضروریات ہیں اور گناہوں کے دواعی ہیں اور پھر حکم یہ دیا گیا کہ گناہوں کے ان دواعی سے بچتے ہوئے اور ان جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے اور گناہوں کی خواہشات کو کچلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

انسان کا امتحان لینا ہے

انسان کو اس عبادت کے لیے اس لیے پیدا فرمایا تا کہ یہ دیکھیں کہ یہ انسان جس کے اندر ہم نے مختلف قسم کے داعیے اور خواہشات رکھی ہیں ہم نے اس کے اندر گناہوں کے جذبات اور ان کا شوق رکھا ہے' ان تمام چیزوں کے باوجود یہ انسان ہماری طرف آتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے یا یہ گناہوں کے داعیے کی طرف جاتا ہے اور ان جذبات کو اپنے اوپر غالب کر لیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا۔

یہ حکم بھی ظلم نہ ہوتا

جب یہ بات سامنے آگئی کہ انسان کا مقصود زندگی عبادت ہے لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ حکم دیتے کہ چونکہ تم دنیا کے اندر عبادت کے لیے آئے ہو اور تمہاری زندگی کا مقصد بھی عبادت ہے تو اب صبح سے شام تک تمہارا اور کوئی کام نہیں بس ایک ہی کام ہے اور وہ یہ کہ تم ہمارے سامنے ہر وقت سجدے میں پڑے رہو اور ہمارا ذکر کرتے رہو اور جہاں تک ضروریات زندگی کا تعلق ہے تو چلو ہم تمہیں اتنی مہلت دیتے ہیں کہ درمیان میں اتنا وقفہ کرنے کی اجازت ہے کہ تم درمیان میں دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا کھالیا کرو تا کہ تم زندہ رہ سکو لیکن باقی سارا وقت ہمارے سامنے سجدہ میں رہتے ہوئے گزار دو۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ حکم جاری کر دیتے تو کیا ہم پر کوئی ظلم ہوتا؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ ہمیں پیدا ہی اسی کام کے لیے کیا گیا ہے۔

ہم اور آپ بکے ہوئے مال ہیں

لہٰذا ایک طرف تو عبادت کے مقصد سے پیدا فرمایا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا:

"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ" (التوبۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانیں اور تمہارا مال خرید لیا ہے، اور اس کی قیمت جنت لگا دی ہے۔ لہٰذا ہم اور آپ تو بکے ہوئے مال ہیں، ہماری جان بھی بکی ہوئی ہے اور ہمارا مال بھی بکا ہوا ہے۔ اب اگر ان کو خریدنے والا جس نے ان کی اتنی بڑی قیمت لگائی ہے یعنی جنت جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے وہ خریدار اگر یہ کہہ دے کہ تمہیں صرف اپنی جان بچانے کی حد تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور کسی کام کی اجازت نہیں ہے۔ بس ہمارے سامنے سجدے میں پڑے رہو تو اسے یہ حکم دینے کا حق تھا ہم پر کوئی ظلم نہیں ہوتا لیکن یہ عجیب خریدار ہے جس نے ہماری جان اور مال کو خرید لیا اور اس کی اتنی بڑی قیمت بھی لگا دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہم نے تمہاری جان بھی خرید لی اور اب تمہیں ہی واپس کر دیتے ہیں تم ہی اپنی جان سے فائدہ اُٹھاؤ اور ساری زندگی اس سے کام لیتے رہو، کھاؤ، کماؤ، تجارت کرو، ملازمت کرو اور دنیا کی دوسری جائز خواہشات پوری کرو، سب کی تمہیں اجازت ہے، بس اتنی بات ہے کہ پانچ وقت ہمارے دربار میں آجایا کرو اور تھوڑی سی پابندی لگاتے ہیں کہ یہ کام اس طرح کرو اور اس طرح نہ کرو۔ بس ان کاموں کی پابندی کر لو باقی تمہیں کھلی چھوٹ ہے۔

انسان اپنا مقصدِ زندگی بھول گیا

اب جب اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اس کی جان اور اس کا مال واپس دے دیا اور یہ کہہ دیا کہ تمہارے لیے تجارت بھی جائز، ملازمت بھی جائز، زراعت بھی جائز، جب سب چیزیں جائز کر دیں تو اب اس کے بعد جب یہ حضرت انسان تجارت کرنے کے لیے اور ملازمت کرنے کے لیے، زراعت کرنے اور کھانے کمانے کے لیے نکلے تو وہ یہ بھول گئے کہ ہم اس دنیا میں کیوں بھیجے گئے تھے؟ اور ہمارا مقصدِ زندگی کیا تھا؟ کس نے ہمیں خریدا تھا؟ اور اس خریداری کا کیا مقصد تھا؟ اس نے ہم پر کیا پابندیاں لگائی تھیں؟ اور کیا احکام ہمیں دیئے تھے؟ یہ سب باتیں تو بھول گئے اور اب خوب تجارت ہو رہی ہے، خوب پیسہ کمایا جا رہا ہے اور آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اسی کی فکر ہے اور اسی میں دن رات لگا ہوا ہے اور اگر کسی کو نماز کی فکر ہوئی بھی تو حواس باختہ حالت میں مسجد میں حاضر ہو گیا، اب دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے اور جلدی جلدی جیسی تیسی نماز ادا کی اور پھر واپس جا کر تجارت میں لگ گیا اور کبھی مسجد میں بھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی تو گھر میں پڑھ لی اور کبھی نماز ہی نہ پڑھی اور قضا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دنیاوی اور تجارتی سرگرمیاں انسان پر غالب آتی چلی گئیں۔

عبادت کی خاصیت

عبادت کا خاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اس کے ساتھ ایک تعلق قائم کرتی ہے جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

دنیاوی کاموں کی خاصیت

دوسری طرف دنیاوی کاموں کی خاصیت یہ ہے کہ اگرچہ انسان ان کو صحیح دائرے میں رہ کر بھی کرے مگر پھر بھی یہ دنیاوی کام رفتہ رفتہ انسان کو معصیت کی طرف لے جاتے ہیں اور روحانیت سے دور کر دیتے ہیں۔

اب جب گیارہ مہینے اسی دنیاوی کاموں میں گزر گئے اور اس میں مادیت کا غلبہ رہا اور روپے پیسے حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا غلبہ رہا تو اس کے نتیجے میں انسان پر مادیت غالب آ گئی اور عبادتوں کے ذریعے جو رشتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا تھا وہ رشتہ کمزور ہو گیا، اس کے اندر ضعف آ گیا اور جو قرب حاصل ہونا تھا وہ حاصل نہ ہو سکا۔

رحمت کا خاص مہینہ

تو چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسان کے خالق ہیں وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت انسان جب دنیا کے کام دھندے میں لگے گا تو ہمیں بھول جائے گا اور پھر ہماری عبادات کی طرف اس کا اتنا انہماک نہیں ہوگا جتنا دنیاوی کاموں کے اندر اس کو انہماک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس انسان سے فرمایا کہ ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں اور ہر سال تمہیں ایک مہینہ دیتے ہیں تاکہ جب تمہارے گیارہ مہینے ان دنیاوی کام دھندوں میں گزر جائیں اور مادے کے روپے پیسے کے چکر میں اُلجھے ہوئے گزر جائیں تو اب ہم تمہیں رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا کرتے ہیں۔ اس ایک مہینہ کے اندر تم ہمارے پاس آ جاؤ تاکہ گیارہ مہینوں کے دوران تمہاری روحانیت میں جو کمی واقع ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ تعلق اور قرب میں جو کمی واقع ہو گئی ہے اس مبارک مہینہ میں تم اس کمی کو دور کر لو اور اس مقصد کے لیے بھی ہم تمہیں یہ ہدایت کا مہینہ عطا کرتے ہیں کہ تمہارے دلوں پر جو زنگ لگ گیا ہے اس کو دور کر لو اور ہم سے جو دور چلے گئے ہو اب قریب آ جاؤ اور جو غفلت تمہارے اندر پیدا ہو گئی ہے اس کو دور کر کے اپنے دلوں کو ذکر سے آباد کر لو۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ عطا فرمایا۔ ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب پیدا کرنے کے لیے روزہ اہم ترین عنصر ہے۔ روزہ کے علاوہ اور جو عبادات اس ماہ مبارک میں

مشروع کی گئی ہیں وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اہم عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ دور بھاگے ہوئے انسانوں کو اس مہینے کے ذریعے اپنا قرب عطا فرماویں۔

اب قرب حاصل کرلو

چنانچہ ارشاد فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥ (البقرہ)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔''

گیارہ مہینوں تک تم جن کاموں میں مبتلا رہے ہو ان کاموں نے تمہارے تقویٰ کی خاصیت کو کمزور کردیا اب روزے کے ذریعے اس تقویٰ کی خاصیت کو دوبارہ طاقت ور بنالو۔ لہٰذا بات صرف اس حد تک ختم نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ لیا اور تراویح پڑھ لی بلکہ پورے رمضان کو اس کام کے لیے خاص کرنا ہے کہ گیارہ مہینے ہم لوگ اپنی اصل مقصد زندگی سے اور عبادت سے دور چلے گئے تھے اس دوری کو ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے کو پہلے ہی سے زیادہ سے زیادہ عبادات کے لیے فارغ کیا جائے اس لیے کہ دوسرے کام دھندے تو گیارہ مہینے تک چلتے رہیں گے لیکن اس مہینے کے اندر ان کاموں کو جتنا مختصر سے مختصر کرسکتے ہو کرلو اور اس مہینے کو خالص عبادات کے کاموں میں صرف کرلو۔

رمضان کا استقبال

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان کا استقبال اور اس کی تیاری یہ ہے کہ انسان پہلے سے یہ سوچے کہ میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں سے مثلاً تجارت، ملازمت، زراعت وغیرہ کے کاموں میں سے کن کن کاموں کو مؤخر کرسکتا ہوں، ان کو مؤخر کردے اور پھر ان کاموں سے جو وقت فارغ ہو اس کو عبادت میں صرف کرے۔

رمضان میں سالانہ چھٹیاں کیوں؟

ہمارے دینی مدارس میں عرصہ دراز سے یہ رواج اور طریقہ چلا آرہا ہے کہ سالانہ چھٹیاں اور تعطیلات ہمیشہ رمضان المبارک کے مہینے میں کی جاتی ہیں۔ ۱۵ شعبان کو تعلیمی سال ختم ہوجاتا ہے اور ۱۵ شعبان سے لے کر ۱۵ شوال تک دو ماہ کی سالانہ چھٹیاں ہوجاتی ہیں۔ شوال سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے یہ ہمارے بزرگوں کا جاری کیا ہوا طریقہ ہے۔ اس طریقہ پر لوگ اعتراض

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ مولوی صاحبان رمضان میں لوگوں کو اس بات کا سبق دیتے ہیں کہ آدمی رمضان کے مہینے میں بیکار ہو کر بیٹھ جائے حالانکہ صحابہ کرام نے تو رمضان المبارک میں جہاد کیا اور دوسرے کام کیے۔ خوب سمجھ لیں کہ اگر جہاد کا موقع آجائے تو بیشک آدمی جہاد بھی کرے۔ چنانچہ غزوۂ بدر اور فتح مکہ رمضان المبارک میں ہوئے لیکن جب سال کے کسی مہینے میں چھٹی کرنی ہی ہے تو اس کے لیے رمضان کے مہینے کا انتخاب اس لیے کیا تا کہ اس مہینے کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی براہِ راست عبادت کے لیے فارغ کر سکیں۔

اگرچہ ان دینی مدارس میں پورے سال جو کام ہوتے ہیں وہ بھی سب کے سب عبادت ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کی تعلیم، حدیث کی تعلیم، فقہ کی تعلیم وغیرہ مگر یہ سب بالواسطہ عبادات ہیں لیکن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس مہینے کو میری براہ راست عبادات کے لیے فارغ کرلو۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جب چھٹی کرنی ہی ہے تو بجائے گرمیوں میں چھٹی کرنے کے رمضان میں چھٹی کرو تا کہ رمضان کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادات میں صرف کیا جا سکے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں چھٹی کرنے کا اصل منشا یہ ہے۔

بہرحال! رمضان المبارک میں چھٹی کرنا جن کے اختیار میں ہو وہ حضرات تو چھٹی کرلیں اور جن حضرات کے اختیار میں نہ ہو وہ کم از کم اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کریں کہ اس کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی براہ راست عبادت میں گزر جائے اور حقیقت میں رمضان کا مقصود بھی یہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عباداتِ مقصودہ کا حکم

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دیکھو! قرآن کریم کی سورۃ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ“ (سورۃ الم نشرح)

یعنی جب آپ (دوسرے کاموں سے جن میں آپ مشغول ہیں) فارغ ہو جائیں تو (اللہ تعالیٰ کی عبادت میں) تھکئے۔ کس کام کے کرنے میں تھکئے؟ نماز پڑھنے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے میں تھکئے اور اپنے رب کی طرف رغبت کا اظہار کیجئے۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ یہ خطاب کس ذات سے ہو رہا ہے؟ یہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو رہا ہے اور آپ سے یہ کہا جا رہا

ہے کہ جب آپ فارغ ہو جائیں یہ تو دیکھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کن کاموں میں لگے ہوئے تھے جن سے فراغت کے بعد تھکنے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی کاموں میں لگے ہوئے تھے؟ نہیں بلکہ آپ کا تو ایک ایک کام عبادت ہی تھا، یا تو آپ کا کام تعلیم دینا تھا یا تبلیغ کرنا تھا یا جہاد کرنا تھا یا تربیت اور تزکیہ تھا تو آپ کا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ سے کہا جا رہا ہے کہ جب آپ ان کاموں سے فارغ ہو جائیں یعنی تعلیم کے کام سے اور تبلیغ کے کام سے اور جہاد کے کام سے فارغ ہو جائیں تو اب آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو کر تھکئے۔ چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری ساری رات نماز کے اندر اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشغول تھے وہ بالواسطہ عبادت تھی اور جس عبادت کی طرف اس آیت میں آپ کو بلایا جا رہا تھا وہ براہِ راست عبادت تھی۔

چالیس مقامات قرب حاصل کرلیں

اب آپ اپنا ایک نظام الاوقات اور ٹائم ٹیبل بنائیں کہ کس طرح یہ مہینہ گزارنا ہے۔ چنانچہ جتنے کاموں کو مؤخر کر سکتے ہیں ان کو مؤخر کر دو اور روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح بھی ان شاء اللہ ادا کرنی ہی ہے۔ ان تراویح کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ بڑے مزے کی بات فرمایا کرتے تھے کہ یہ تراویح بڑی عجیب چیز ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو روزانہ عام دنوں کے مقابلے میں زیادہ مقامات قرب عطا فرمائے ہیں اس لیے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں جن میں چالیس سجدے کیے جاتے ہیں اور ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ مقام کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اپنی معزز پیشانی زمین پر ٹیکتا ہے اور زبان پر "سبحان ربی الاعلیٰ" کے الفاظ ہوتے ہیں تو یہ قرب خداوندی کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہوتا ہے جو کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہو سکتا۔

ایک مؤمن کی معراج

یہی مقام قرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر لائے تھے جب معراج کے موقع پر آپ کو اتنا اونچا مقام بخشا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ میں اپنی اُمت کے لیے کیا تحفہ لے کر جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُمت کے لیے یہ "سجدے" لے

جاؤ، ان میں سے ہر سجدہ مؤمن کی معراج ہے۔ فرمایا: "**الصلوٰۃ معراج المؤمنین**" یعنی جس وقت کوئی مؤمن بندہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین پر رکھ دے گا تو اس کو معراج حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ سجدہ مقام قرب ہے۔

سجدہ میں قرب خداوندی

سورۃ اقرأ میں اللہ تعالیٰ نے کتنا پیارا جملہ ارشاد فرمایا: یہ آیت سجدہ ہے لہٰذا تمام حضرات سجدہ بھی کرلیں۔ فرمایا کہ:

"**وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ**" (سورۃ علق: ۱۹)

سجدہ کرو اور ہمارے پاس آجاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہر سجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ایک خاص مرتبہ رکھتا ہے اور رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں چالیس سجدے اور عطا فرما دیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس مقامات قرب ہر بندے کو روزانہ عطا کیے جا رہے ہیں۔ یہ اس لیے دیئے کہ گیارہ مہینے تک تم جن کاموں لگے رہے، ان کاموں کی وجہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ دوری پیدا ہو گئی ہے اس دوری کو ختم کرنے کے لیے روزانہ چالیس مقامات قرب دے کر ہم تمہیں قریب کر رہے ہیں اور وہ ہے "تراویح" لہٰذا اس تراویح کو معمولی مت سمجھو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو آٹھ رکعت تراویح پڑھیں گے، بیس نہیں پڑھیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ہم تمہیں چالیس مقامات قرب عطا فرماتے ہیں لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں صاحب ہمیں تو صرف سولہ ہی کافی ہیں، چالیس کی ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان مقامات قرب کی قدر نہیں پہچانی، تبھی تو ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں

بہرحال، روزہ تو رکھنا ہی ہے اور تراویح تو پڑھنی ہی ہے اس کے علاوہ بھی جتنا وقت ہو سکے عبادات میں صرف کرو۔ مثلاً تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام کرو کیونکہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے خاص مناسبت ہے اس لیے اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم دن میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں ختم کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم تراویح میں ختم فرماتے تھے۔ اس طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رمضان کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے

بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآن کریم داخل رہی ہے۔لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز پڑھنے کی عام دنوں میں توفیق نہیں ہوتی لیکن رمضان المبارک میں رات کے آخری حصے میں سحری کھانے کے لیے تو اُٹھنا ہوتا ہی ہے تھوڑی دیر پہلے اُٹھ جائیں اور اسی وقت تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ اس کے علاوہ اشراق کی نوافل، چاشت کی نوافل، اوابین کی نوافل، عام ایام میں اگر نہیں پڑھی جاتیں تو کم از کم رمضان المبارک میں تو پڑھ لیں۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارے سال ہی موجزن رہتا ہے لیکن رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکیں مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں جو آپ کے پاس آیا اس کو نواز دیا۔لہٰذا ہم بھی رمضان المبارک میں صدقات کی کثرت کریں۔

ذکر اللہ کی کثرت کریں

اس کے علاوہ چلتے پھرتے' اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں' ہاتھوں سے کام کرتے رہیں اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔

سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و لا اِلٰہ الاَّ اللّٰہ و اللّٰہ اکبر.

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم.

لاحول و لا قوۃ الاَّ باللّٰہ العلی العظیم.

ان کے علاوہ دُرود شریف اور استغفار کی کثرت کریں اور ان کے علاوہ جو ذکر بھی زبان پر آجائے بس چلتے پھرتے' اُٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور اس سے بچنے کی فکر کریں۔

یہ طے کرلیں کہ رمضان کے مہینے میں یہ آنکھ غلط جگہ پر نہیں اُٹھے گی۔ ان شاء اللہ۔ یہ طے کرلیں کہ رمضان المبارک میں اس زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔ ان شاء اللہ۔ جھوٹ، غیبت یا کسی کی دل آزاری کا کوئی کلمہ نہیں نکلے گا۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں اس زبان پر تالا ڈال لو یہ کیا بات ہوئی کہ روزہ رکھ کر حلال چیزوں کے کھانے سے تو پرہیز کرلیا لیکن رمضان میں مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو، اس لیے کہ غیبت کرنے کو قرآن کریم نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہٰذا غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں، جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کریں اور فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے اور فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔ اس طرح یہ رمضان کا مہینہ گزارا جائے۔

دعا کی کثرت کریں

اس کے علاوہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی خوب کثرت کریں۔ رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں، مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جا رہی ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعا میں قبول کروں۔ لہٰذا صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، ہر وقت مانگو۔ وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ افطار کے وقت مانگ لو ہم قبول کرلیں گے، رات کو مانگ لو ہم قبول کرلیں گے، روزہ کی حالت میں مانگ لو، ہم قبول کرلیں گے، آخر رات میں مانگ لو ہم قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لیے دروازے کھلے ہوئے ہیں اس لیے خوب مانگو، ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مانگنے کا مہینہ ہے اس لیے ان کا معمول یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عصر کی نماز کے بعد مغرب تک مسجد ہی میں بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت کچھ تلاوت کرلی، کچھ تسبیحات اور مناجات مقبول پڑھ لی اور اس کے بعد باقی سارا وقت افطار تک دعا میں گزارتے تھے اور خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کا اہتمام کرو، اپنے لیے، اپنے اعزہ اور احباب کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے اپنے ملک وملت کے لیے، عالم اسلام کے لیے دعائیں مانگو، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

تراویح

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس (کی راتوں) میں قیام کو سنت کیا اور جس نے اس (کی) راتوں میں قیام کیا (تراویح کے واسطے) محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے وہ گناہوں سے ایسا نکل جاوے گا کہ جیسا اُس دن تھا جس دن اس کو ماں نے جنا تھا۔ (عن ترغیب عن النسائی)

حدیث ۲-و نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے، بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ اور جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے اور جس شخص نے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی، اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (متفق علیہ)

حدیث ۳-اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس کو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا۔ پس اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا۔ میں نے ان کو رات میں سونے سے روکا۔ پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جاوے گی۔

حدیث ۴-اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے۔ پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کر دیتا ہے تو وہ دونوں اس کو لے کر (آسمان) پر چڑھ جاتے ہیں اور اگر اُس کو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اس کے منہ پر مارتے ہیں۔ (اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال بھی ہوتا ہوگا) (عین ترغیب عن الاصبہانی)

حدیث ۵-اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قول خداوندی "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو خوب صاف صاف پڑھ اور

کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو۔ اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی (بلا سوچ سمجھے) آخر سورت کا ارادہ نہ کرے۔ (عین الدر المنثور عن العسکری واعظ عن علی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے کپڑوں میں رہنے والے (نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے یا کچھ (زیادہ کر دیجئے) اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

اضافہ: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے لیے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (دارمی)

ف: جو روزہ دار شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث شریف سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ۱۲

حضرات محترم! آج خطبہ جمعہ کا تراویح اور اس کے فضائل و احکام کا بیان ہے۔ نماز تراویح صرف رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اور رمضان میں ایک دوسری عبادت اور بھی مقرر کی گئی ہے۔ یعنی تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا جو سنت مؤکدہ ہے بعضی باتیں اس میں روزے کی سی ہیں۔ مثلاً نیند جو کھانے پینے کی طرح نفس کو پیاری چیز ہے، تراویح سے اس میں کسی قدر کمی ہوتی ہے اور مثلاً اس کم سونے کی بھی پوری خبر کسی کو نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بہت دفعہ آدمی نماز میں سو جاتا ہے اور دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ جاگ رہا ہے اور مثلاً بعض دفعہ سجدے میں نیند آ جانے سے بدن ایسی وضع پر ہو جاتا ہے کہ اس وضع پر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جب وضو نہ رہا' نماز بھی نہ رہی یا مثلاً وضو بھی نہ ٹوٹا مگر سوتے ہوئے جس قدر حصہ نماز کا ادا ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا تو ایسی حالت میں نیند جیسی پیاری چیز کو دفع کرنا یا تازہ وضو کر کے اس نماز کو لوٹانا یا نماز کے اس حصہ کو لوٹانا جو سوتے میں ادا ہوا ہے وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدائے تعالیٰ کی محبت اور خوف ہوگا۔ پس روزے کی طرح اس عبادت یعنی تراویح میں قرآن پڑھنے اور سننے میں بھی زیادہ دکھلاوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع فرما دیں۔ ایک دن میں ایک رات میں' اگلی دو حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح وقرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا (جو مؤکدہ ہونے کے سبب وہ بھی ضروری ہے) جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (نسائی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا۔ سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو پورا سونے سے روکے رکھا، سو اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔ (احمد وطبرانی فی الکبیر وابن ابی الدنیا وحاکم)

ف: دونوں حدیثیں ملانے سے صیام وقیام میں مناسبت جس کی تفصیل ابھی اوپر آئی ہے۔ ظاہر ہے یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا۔ آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

مروی ہے کہ علی بن ربیعہ انہیں پانچ ترویح یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے

تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ یعنی بعض لوگ اگر با جماعت پڑھ لیں تو دوسروں پر بلا عذر جماعت سے نہ پڑھنے کا گناہ نہیں۔ گو جماعت کا ثواب بہت زیادہ ہے اور تراویح خود سنت مؤکدہ ہے کہ بلا عذر نہ پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح وقرآن کے لیے) تمہارے واسطے (اللہ کے حکم سے) سنت بنایا (جو مؤکدہ ہونے کے سبب ضروری ہے) جو شخص ایمان اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (نسائی)

تراویح کی جماعت وختم قرآن پاک

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ جاریہ ہے

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائے خلافت میں لوگ علیحدہ علیحدہ تنہا تراویح پڑھتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں اپنی اپنی تراویح پڑھتے دیکھا تو سب کو ابی بن کعبؓ کی امامت میں جماعت سے تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے ایک مرتبہ رمضان میں لوگوں کو ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: "**نعمت البدعت هذه**" اور امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب "قیام اللیل" میں ہے "**ان كانت هذه البدعة فنعمت البدعة هذه**" یعنی اگر یہ ایک نئی بات ہے تو ایک اچھی نئی بات سہی۔ واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کسی کو تراویح کی جماعت کے بدعت ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تراویح جماعت سے پڑھائی' پھر اُمت پر فرض ہو جانے کے خوف سے اسے ترک فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ سنت ہے۔ نیز حضرات خلفائے راشدین کی اطاعت عین سنت ہے جس کے اتباع کا ہم کو حکم ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

اکثر مسلمان روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن تراویح پڑھنا ان کو دشوار نظر آتا ہے۔ یہاں سولہ سترہ گھنٹے کے لمبے دن کا روزہ رکھ لیتے ہیں اور ایک گھنٹہ تراویح پڑھنا ان کو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے جذبات کی رعایت فرما کر قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: "وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ" کہ بے شک نماز گراں ہے اس میں محض بندوں کے جذبات کی رعایت ہے کہ جس بات کو وہ گراں سمجھتے تھے حق تعالیٰ نے بھی ان کی رعایت سے اس کو گراں تسلیم کر لیا ورنہ ان کو حق تھا کہ ہمارے جذبات کی رعایت نہ فرماتے بلکہ حقیقت کو واضح کر کے ہمارے اس خیال کی غلطی ظاہر کر دیتے کہ تم جو نماز گراں کہتے ہو غلط ہے مگر قربان جائیے ان کی رحمت کے کہ نماز گراں ہے مگر سب کو گراں نہیں۔ (ترمذی)

ارشاد ربانی ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَo

"یعنی مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔" (بقرہ آیت ۴۵)

آگے خاشعین کی تفصیل ارشاد فرمائی کہ:

مگر خاشعین پر جن کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور بلاشک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اس میں اس گرانی کی تسہیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خشوع حاصل ہو جانے کے بعد نماز گراں نہیں ہے اور تحصیل خشوع کا طریقہ یہ بتلایا کہ تم لقاء رب (دیدار الٰہی) کا استحضار رکھو اور موت کا دھیان رکھو۔ خشوع حاصل ہو جائے گا پھر نماز تراویح پڑھنا ذرا مشکل محسوس نہ ہوگا بلکہ قرآن سننے میں لطف آئے گا۔

تراویح پڑھنا روزہ رکھنے سے زیادہ مشکل ہے

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے نماز میں تو تخفیف کی درخواست کی لیکن روزہ کا عدد تیس سے تین نہیں کرایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روزہ نماز سے آسان ہے۔ (عصم الصنوف ص ۳۹)

(۲) اگر نماز روزہ کے برابر ہوتی تو نانی یاد آجاتی (عصم الصنوف ص ۱۲) چنانچہ اب بھی لوگ روزہ کا اہتمام زیادہ کرتے ہیں بلکہ اپنے نابالغ بچوں تک کو رکھواتے ہیں لیکن سارا ماہ اہتمام سے تراویح باجماعت نہیں پڑھتے اور دشوار سمجھتے ہیں۔ بعضے تو مطلقاً تراویح نہیں پڑھتے۔ (اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا)

(۳) نماز میں پابندی زیادہ ہے۔ چنانچہ بولنے کی بھی پابندی ہے لیکن روزہ میں کوئی ایسی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی دن بھر سوتا رہے تب بھی اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔ (عصم الصنوف ص ۱۵)

(۴) نماز میں کوئی فعل مفسد صلوٰۃ نسیان سے صادر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور روزہ میں کوئی فعل نسیاناً ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی ہیئت مذکرہ ہے اس لیے نسیان عذر نہیں اور روزہ کی ہیئت مذکرہ نہیں اس لیے نسیان عذر ہے اور ظاہر ہے کہ نماز کا مذکر ہونا اس کے وجودی ہونے اور صوم کا مذکر نہ ہونا اس کے عدمی ہونے کی دلیل ہے اور وجودیت کا شاق ہونا اور عدمی کا سہل ہونا لوازم طبعیہ سے ہے۔ (عصم الصنوف عن رغم الانوف ص ۵۴)

(۵) حق تعالیٰ شانہ نے بھی مذکورہ آیت میں نماز "وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ" فرما کر بندوں کے جذبات کی رعایت فرمادی لیکن

اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥

فرما کر گرانی کی تسہیل کا طریقہ بھی بتلادیا کہ خشوع حاصل ہونے کے بعد نماز گراں نہ رہے گی اور

خشوع دیدار الٰہی کا استحضار اور موت کا دھیان رکھنے سے حاصل ہوگا۔ (عصم المصوف ص ۳۶)

اگر ہم اس نسخہ پر عمل کریں تو تراویح آسان معلوم ہوگی بلکہ قرآن سننے میں لطف آئے گا۔ خداوند قدوس ہم سب کو باجماعت تراویح پڑھنے کی توفیق بخشیں۔ (آمین)

تراویح کے معنی

تراویح جمع ہے ترویح کی جسکے معنی ہیں دیر کرنا، خوشبودار کرنا اور تراویح کو تراویح اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں ہر چار رکعت کے دیر کرنا مستحب ہے جسکو ترویحہ کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"یعنی سعید بن عبید سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ انہیں پانچ ترویح یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔"

رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد (یعنی فرض جماعت پڑھ کر دو سنت اور دو نفل پڑھنے کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دو دو رکعت ایک ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تراویح میں ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرنا مسنون ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت درود شریف اور تسبیح تراویح پڑھنا بہتر ہے۔ تسبیح تراویح کا تین مرتبہ پڑھنا پسندیدہ امر ہے۔ تسبیح تراویح یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُاللّٰهَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ ۝ (شامی ص ۲۲۱، ج ۱)

اگر ہر چار رکعت کے بعد تین تین مرتبہ درود شریف اور تسبیح تراویح پڑھ لی جائے تو مختصر ترویحہ بھی ہو جاتا ہے تسبیح تراویح سب کو یاد کرنی چاہیے اس کا ترجمہ یہ ہے:

"ہر عیب سے پاک ہے زمین کی بادشاہی والا اور آسمان کی بادشاہی والا ہر عیب سے پاک ہے، عزت والا اور عظمت والا اور ہیبت والا اور قدرت والا اور کبریائی والا اور دبدبے والا ہر عیب سے پاک ہے، بادشاہ حقیقی جو زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا، بہت ہی مقدس ہے ہمارا رب فرشتوں اور روح کے پروردگار، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔"

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

اعتکاف اور شب قدر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ مباشرت کرو (یعنی بدن بھی نہ ملنے دو) عورتوں سے جس زمانہ میں کہ تم معتکف ہو، مسجد میں (اعتکاف کرنا بھی سنت ہے، خاص کر عشرہ اخیر میں تو ہر بستی میں کم از کم ایک شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے مگر کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب کو ترک سنت کا گناہ ہوگا) و نیز ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے۔''

حدیث ۱- ''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲- ''و نیز ارشاد فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد نسائی) اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص (شب قدر کو عشاء کی) جماعت میں حاضر ہو گیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو)۔'' (عین جمع الفوائد عن مالک)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو کھڑے/بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔''

حدیث ۴- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کے لیے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو عیادت وغیرہ) جاری کیے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے)۔'' (واللہ اعلم)

حدیث ۵—''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تلاش کرو تم شب قدر کو اخیر عشرہ میں رمضان کے۔'' (بخاری)

اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے فجر کی دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے۔

ف: یہاں دس راتوں سے مراد عشرہ اخیر کی دس راتیں ہیں۔ (فسرہ ابن عباسؓ کذا فی الدر المنظوم)

اضافہ: (الف): اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معتبر عالم سے روایت کی ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں یا ان میں سے جتنی خدا نے چاہا دکھائی گئی ہیں۔ پس گویا آپؐ نے اپنی اُمت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ کو عطا فرمائی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ (عین ترغیب عن الموطا)

(ب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا وہ اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے مانند ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ج): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب عشرہ اخیر داخل ہوتا تو کمر باندھتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے) اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواجِ مطہرات کو اور صاحبزادیوں کو) جگاتے۔ (متفق علیہ)

(د): اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے کسی طرح شب قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ '' کہو (یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے، پس میرے گناہ معاف فرما دے۔) (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(ہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا لیلۃ القدر کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ وہ رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

محترم بزرگو! اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا موضوع لیلۃ القدر اور فضائل اعتکاف کا بیان ہے۔ پہلے لیلۃ القدر کا بیان سنئے۔

انسان کی زندگی کا ہر لمحہ لعل و جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ موت کے وقت

ہوتا ہے۔اس وقت اگر کوئی دنیا و مافیہا کے عوض زندگی کا ایک لمحہ خریدنا چاہیں تو یقیناً نہیں مل سکتا۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی بیش بہا نعمت (زندگی عطا فرمائی ہے) جس کو ہم کوڑیوں کی طرح ضائع کررہے ہیں۔

دادہ عمرے کہ ہر روزے ازاں کس ندارند قیمت آں در جہاں

(کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا ایک سانس بھی یاد خداوندی سے غافل نہیں ہوتا اور ایک لمحہ بھی اپنے پروردگار سے غافل ہونے کو کفر سمجھتے ہیں۔) چنانچہ ان کے یہاں یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ "جودم غافل سودم کافر"

ہرآں کہ غافل از حق یک زماں ست درآں دم کافر است امانہاں است

اس لیے عارفین اللہ کی یاد سے کوئی لمحہ خالی جانے نہیں دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ایک لحظہ کے لیے بھی حق تعالیٰ شانہ کی یاد سے غافل ہوں اور شاید یہی لمحہ ہمارے لیے بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

دراصل عارفین پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عنایات رہتی ہیں جس سے ان کے مرتبے بلند ہوتے ہیں۔

سیر عابد یک دمے یک سالہ را سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

اس لیے اگر وہ ایک لحظہ بھی یاد خداوندی سے غافل ہو جائیں تو ترقی و بلندی درجات سے رُک جائیں۔

یک لحظہ گر غافل شوی صد سالہ راہم دور شُد

چونکہ عارفین کو ہی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر و قیمت معلوم ہے وہ شب کی عبادت اور ذکر نیم شبی کی لذت سے آگاہ ہیں اس لیے شب قدر کی صحیح معنوں میں وہی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔

اے خواجہ چہ پُرسی ز شب قدر چہ نشانی ہر شب شب قدر است گر تو قدر بدانی

شب قدر کیسے عطا ہوئی؟

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لباب النقول میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا ذکر فرمایا جو ساری رات صبح تک عبادت کرتا تھا اور صبح سے شام تک جہاد کرتا تھا۔اس نے ہزاروں مہینے مسلسل یہی عمل کیا۔حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس پر تعجب ہوا اور افسوس کیا کہ ہم کو یہ نعمت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ ہماری عمریں اس قدر نہیں پہنچتیں اور ہم میں اس قدر قوت و ہمت بھی نہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "خیر من الف شھر" یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی تمہیں اس شب

میں عبادت کا ثواب بنی اسرائیل کے اس مرد کی ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ملے گا کیونکہ "لیلة القدر خیرمن الف شهر" فرمایا۔ **کالف شهر یا مثل الف شهر یا مائة الف شهر** یعنی ہزار مہینوں کے برابر نہیں فرمایا بلکہ بڑھ کر فرمایا۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں یہاں جو الف شہر فرمایا ہے وہ الف تحدید کے لیے نہیں بلکہ تکثیر کے لیے ہے گو وہ فی الواقع خدا تعالیٰ کے یہاں ضرور محدود ہوگا کیونکہ "کلّ شیٔ عنده بمقدار" (ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں اندازہ ہے) اور جب خدا تعالیٰ کے یہاں محدود ہے تو واقع میں بھی محدود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا علم واقع کے مطابق ہے۔ پس واقع میں تو ثواب لیلة القدر محدود ہے مگر یہاں تحدید مذکور نہیں اور گو غیر محدود متناہی بمعنی "لاتقف عند حدّ" (کسی حد پر ختم نہیں) فی نفسہ ممکن ہے مگر لیلة القدر کے ثواب کا' بایں معنی غیر متناہی ہونا محتاج دلیل ہے اور اس پر دلیل قائم ہونے کی ضرورت ہے۔ جب دلیل نہیں تو اس کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ پس ظاہر یہی ہے کہ وہ واقع میں محدود بھی موقوف عند حد ہے مگر وہ حد الف نہیں۔

اب یہ سوال رہا کہ جب الف کی تحدید نہیں تو الف شہر کیوں فرمایا اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ لغت عرب میں عدد کے لیے الف سے زیادہ کوئی لغت نہیں' جیسے ہمارے یہاں مہا سنگھ سے آگے کوئی لفظ نہیں' اس سے آگے کوئی شمار کرے تو ایک مہا سنگھ' دو مہا سنگھ' سو مہا سنگھ کہے گا' کوئی اور لغت بیان نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اہل عرب الف کے آگے جس عدد کو استعمال کریں گے جیسے الف الف مائة الف وغیرہ۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ الفاظ عرب کا منتہی عرب میں الف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو عدد تمہارے نزدیک اعداد کی غایت اور منتہی ہے لیلة القدر کا ثواب اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ پھر لفظ "خیر" اسم تفضیل ہے معنی یہ ہوئے بہت بڑھ کر سو اب تو الف تحدید کے لیے بھی ہوتا تب بھی "خیر" عدم تحدید پر دال ہے۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۱۶۱۵)

اندازہ فرمایئے اُمت محمد یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حق تعالیٰ شانہ کے کس قدر بے انتہا احسانات اور عنایات ہیں وہ ان کی مغفرت کے لیے بہانہ چاہتے ہیں۔

رحمت حق بہا نہ مے جوید　　　رحمت حق بہا نے جوید

چنانچہ دُر منثور میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے شب قدر صرف میری اُمت کو عطا فرمائی ہے۔ پہلی اُمتوں کو نہیں۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی طرح بہت سے مواقع عطا فرمائے ہیں تا کہ اس کے اظہار ندامت پر اس کی

مغفرت فرمادیں کیونکہ انسان سے ہمیشہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ برابر اپنی رحمت سے اس کو بخش دیتے ہیں۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں:

من گنہ آرم تو ستاری کُنی — جرم من آرم تو معذاری کُنی

جرمہا بینی و نجشے ناوری — اے کہ قربانت چہ نیکوداوری

شب قدر کے رمضان المبارک میں ہونے کی دلیل

حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ. (یعنی بیشک ہم نے اس کو (قرآن پاک) لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ سورہ دخان میں اس شب کو لیلۃ مبارکہ بھی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّا انزلنٰه فی لیلةٍ مبارکةٍ اِنَّا کُنّا منذرین. (الدخان آیت ۳)

"بے شک ہم نے اس کو برکت والی رات میں اُتارا ہے اور ہم ہی آگاہ کرنیوالے تھے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک شب قدر میں نازل ہوا اور قرآن پاک چونکہ رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے "کما قال تعالیٰ : شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن" (سورہ بقرہ آیت ۱۱۸) رمضان المبارک ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شب قدر رمضان میں ہے۔ نیز حدیث میں حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور ستائیسویں شب کو ہے۔ (بخاری مسلم) باقی رہا یہ اشکال کہ قرآن پاک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں اترا ہے اس کے ازالہ کے لیے امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ملاحظہ فرمائیے کہ "پورا قرآن پاک آسمان اول پر بیت العزت میں شب قدر میں اترا۔" پھر تفصیل وار واقعات کے مطابق ۲۳ سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس شب کو لیلۃ القدر کیوں کہتے ہیں؟

قدر کے معنی ہیں تعظیم کے چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لیے اس کو شب قدر کہتے ہیں کیونکہ اس رات عابدوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور منزلت زیادہ ہوتی ہے۔

قدر کے معنی تنگ کے بھی ہیں کیونکہ اس شب میں آسمان سے فرشتے اور روح اُترتے ہیں۔ ان کے اُترنے سے زمین تنگ ہوجاتی ہے اور اس واسطے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ قدر کے معنی اندازہ بھی ہیں اس رات اللہ تعالیٰ تمام سال کے کاموں کا اندازہ کرتے ہیں اس لیے اس کو شب قدر

کہتے ہیں۔ تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے کہ قضاوقدر تو شعبان کی پندرہویں شب (شب برأت) کو ہوتی ہے لیکن متعلقہ فرشتوں کو ان کی ذمہ داری لیلۃ القدر میں سپرد ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس شب کو شب قدر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو دوسری راتوں میں نہیں۔ مثلاً

(۱) اس رات قرآن پاک نازل ہوا۔ (سورہ قدر)۔ (۲) اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی۔ (مظاہر حق)۔ (۳) اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے۔ (مظاہر حق)۔ (۴) اسی رات حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ (درمنثور)۔ (۵) اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ (درمنثور)۔ (۶) اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ (درمنثور و بیان القرآن)۔ (۷) اس رات توبہ قبول ہوتی ہے۔ (درمنثور)۔ (۸) اسی رات آسمانوں کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ (۹) اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو مارنے نہیں پاتے۔ (درمنثور)۔ (۱۰) اس رات سمندر کا پانی میٹھا ہوتا ہے جیسے عبادہ بن ابی لبابہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا اور ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہوئی تو میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو وہ بالکل میٹھا تھا اور یہ شب ۲۳ رمضان المبارک تھی۔ واللہ اعلم بالصواب (تفسیر ابن کثیرؒ)۔ (۱۱) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس شب میں لوح محفوظ سے رزق، بارش، موت، زندگی، یہاں تک کہ حاجیوں کی تعداد نقل کر کے ملائکہ کو دی جاتی ہے۔ (روح المعانی)۔ (۱۲) اس رات ہر مؤمن پر ملائکہ کا سلام کرنا آیا ہے۔ (بیان القرآن)۔ بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام وقعود اور ذکر میں مشغول پاتے ہیں اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور خازن نے ابن الجوزیؒ سے اس روایت میں یسلمون بھی بڑھایا ہے یعنی سلامتی کی دُعا کرتے ہیں اور یصلون کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ رحمت وسلامتی میں تلازم لازم ہے اسی کو قرآن مجید نے سلام فرمایا ہے۔ (تفسیر درمنثور وبیان القرآن)۔ (۱۳) اس رات حضرت جبریل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اُترتے ہیں۔ (سورۃ قدر آیت ۴)۔ (۱۴) اس شب میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرنے سے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

یہ بطور مشتے نمونہ از خروارے لکھے گئے ہیں ورنہ شب قدر کی فضیلت میں اس قدر احادیث اور روایات ملتی ہیں کہ:

ع　میں جو گنانے پہ بھی آؤں تو گنا نہ سکوں

وجہ فضیلت

شب قدر سارے رمضان میں افضل ہے اور رمضان سب مہینوں میں۔ رمضان المبارک اس لیے افضل ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا اور شب قدر سارے رمضان میں اس لیے افضل ہے کہ اس شب میں قرآن پاک نازل ہوا۔

شب قدر کی ساری رات فضیلت والی ہے

شب قدر کی مذکورہ بالا فضیلتیں ساری رات کے لیے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ'' وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے یہ نہیں کہ شب کے کسی خاص حصے میں یہ برکت ہو۔ دوسرے میں نہ ہو کیونکہ لیلۃ القدر کے عنوان سے ارشاد فرمایا گیا' اگر ایسا نہ ہوتا تو اور عنوان (خاص ساعت) سے خبر دی جاتی جیسے جمعہ میں ایک ساعت کی خبر دی گئی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۸)

اس لیے ساری رات عبادت میں بسر کرنی چاہیے اور کوئی لمحہ ضائع نہ کرنا چاہیے یا تہجد اور آخری شب کے انتظار میں بقیہ وقت ضائع نہ کرنا چاہیے بلکہ جس قدر وقت ملے غنیمت سمجھ کر عبادت میں بسر کریں۔ ایک تو لیلۃ القدر مل جائے گی اس کا ثواب ۸۳ سال ۴ ماہ کی عبادت کا ملے گا اور بقیہ راتوں میں ہر نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک نیکی کا ثواب سات نیکیوں یا اس سے زائد بھی مل سکتا ہے۔ لہٰذا پانچ راتیں جاگ کر خدا تعالیٰ کے خزانہ سے بے حساب مال غنیمت حاصل کرنا چاہیے۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے　　حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

اگر کوئی شخص نہایت ہی کم ہمت اور ضعیف ہو تو وہ ۲۷ ویں شب ضرور جاگ کر عبادت کرے اور لیلۃ القدر کے جستجو کے ثواب سے محروم نہ رہے۔

خواب را بگذار امشب اے پدر　　یک شبے در کوئے بیخواباں گزر

شب قدر مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ہو سکتی ہے

چونکہ چاند مختلف مقامات پر مختلف ایام میں نظر آتا ہے اس لیے ہر جگہ کی تاریخ الگ ہوتی ہے کہیں اُنیس ہے تو کہیں بیس۔ اس لیے شب قدر مختلف اوقات میں ہو سکتی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں ''اختلاف مطالع و مغارب کی وجہ سے شب قدر کا ہر جگہ جدا ہونا لازم آتا ہے۔'' جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محذور لازم نہیں آتا کہ یہ برکات کسی کو کسی وقت میں ملیں اور کسی کو کسی وقت میں۔ اسی طرح نزول ملائکہ کا ہر جگہ مختلف وقت میں ہو۔ (تفسیر بیان القرآن ص ۱۱۴۹)

نیز فرماتے ہیں تم نے بہ گمان شب قدر عبادت کی تو ان شاء اللہ تم کو شب قدر کا ہی ثواب ملے گا' یہ گھڑی ہوئی بات نہیں' حدیث اس کی اصل ہے۔

''انّما الاعمال بالنّیات o'' (سب عملوں کا دارومدار نیت پر ہے)

پھر ممکن ہے کہ اس قاعدہ کلیہ سے کسی کی تسلی نہ ہو تو پھر دوسری حدیث موجود ہے:

الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والضحی یوم تضحون o

''روزہ اس دن ہے جس دن روزہ رکھتے ہو' عید الفطر اس دن ہے جس دن صدقہ فطر دیتے ہو اور قربانی اس دن ہے جس دن قربانی کرتے ہو۔'' (احکام العشر الاخیرہ ص ۳۹)

کیونکہ حق تعالیٰ کسی خاص زمان یا کسی مکان میں ایک فضیلت پیدا کر کے اس کے پابند نہیں ہو جاتے کہ دوسرے مکان یا زمانے میں اس فضیلت کو پیدا نہ کر سکیں بلکہ وہ ہر رات اور ہر دن میں اس فضیلت کو پیدا کر سکتے ہیں۔ رہا یہ کہ امکان سے وقوع تو ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری نصوص سے اس کا وقوع ثابت ہو رہا ہے کہ حق تعالیٰ ایسا ہی کرتے ہیں کہ جو برکت ایک تاریخ میں تمہارے واسطے ہے وہی برکت دوسرے کے لیے دوسری تاریخ میں پیدا کر دیتے ہیں جن کو وہ اپنی تحقیق کے موافق سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو برکت کا ایک رات سے دوسری رات میں منتقل کرنا کیا مشکل ہے ان کی تو شان یہ ہے: ''اُولٰئک یبدل اللہ سیّاٰتِھم حسنٰتٍ'' (یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے)۔ (الیسر مع العسر ص ۴۱)

چاند کی تاریخوں کے اختلاف کے سبب پاک و ہند میں مکہ معظّمہ کے عید کا روز یوم عرفہ ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں ''یہاں کا عرفہ کل ہی تھا' پرسوں نہ تھا اور کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ ہی کا روزہ تھا اور اس روزہ کا ہم کو وہی ثواب ملے گا جو عرفہ کے روزہ کا ملتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ وہ واقع

میں بات ہو یا نہ ہو۔ مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ عین طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے پس جب ہم کو آفتاب کا کنارہ نظر آئے اس وقت نماز پڑھنے کو نا جائز کہیں گے حالانکہ اس وقت کے اصول ریاضی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کی ٹکیہ نظر آتی ہے اس وقت آفتاب طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد ہوتا ہے کیونکہ طلوع نام ہے آفتاب کے اس نقطہ پر آجانے کا جس کو اُفق کا نقطہ کہتے ہیں اور یہ بات آج کل ثابت ہو چکی ہے کہ جس وقت آفتاب کا قرص ہم کو نظر آتا ہے اس وقت واقع میں وہ قرص اس نکتہ سے اوپر نہیں نکلا ہوتا نیچے ہی رہنے کی حالت میں نظر آتا ہے۔ پس اگر واقع کا اعتبار کیا جائے تو وہ وقت طلوع آفتاب کا نہیں اور ممانعت تھی نماز کی صرف طلوع آفتاب کے وقت تو چاہیے تھا کہ اس وقت بھی نماز جائز ہوتی مگر شریعت نے چونکہ ہم کو واقع پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ جو بات احکام شرعیہ سے ثابت ہو اس پر عمل کرنے کا ہم کو حکم دیا ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ جب طلوع تم کو محسوس ہو نماز مت پڑھو، خواہ واقع میں کچھ ہو، اسی طرح حکم ہے کہ غروب آفتاب سے قبل افطار نا جائز ہے بعد غروب جائز تو جس وقت تک آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آتا ہے اس وقت تک افطار کو جائز نہیں کہیں گے کیونکہ آفتاب کی ٹکیہ کا کچھ حصہ ہم کو نظر آرہا ہے تو شرعاً وہ وقت غروب آفتاب کا نہیں کہلایا جاسکتا لیکن ریاضی کے قاعدے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس وقت غروب آفتاب ہو چکا ہوتا ہے اور ہم کو اُفق سے نیچے ہی ہونے کی حالت میں نظر آتا ہے تو اگر واقعہ کا اعتبار کیا جائے تو اس وقت افطار کو جائز کر دیا جاتا مگر چونکہ ہم کو شریعت نے واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ قواعد شرعیہ کی رُو سے جو بات ثابت ہو چکی ہے اس پر عمل کا حکم فرمایا خواہ واقعہ میں اس وقت غروب ہو گیا تھا۔ (انموذج الملفوظات جز و اول ملقب بہ رمضان عید)

پس اپنے یہاں کے چاند کی تاریخ کے مطابق لیلۃ القدر کی جستجو کرو اور ثواب میں وسوسہ نہ کرو انہی تاریخوں میں شب قدر کا ثواب ہے۔

دراصل لیلۃ القدر کی جو شان و برکات ہیں وہ لیل و نہار کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ارادہ حق کے تابع ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے کہ یہاں کے کرۃ النسیم کے نیچے آج بارش ہے اور کلکتہ کے کرۃ النسیم کے نیچے کل بارش ہے۔ اگر شب قدر بھی ایسی ہو کہ یہاں آج ہے اور کلکتہ میں کل ہے تو اس میں اشکال کی کیا بات ہے۔ آخر بارش میں کیا ایسا اختلاف نہیں ہوتا؟ پھر معنوی بارش برکات میں ایسا اختلاف ہو تو کیا تعجب ہے۔ (البدائع مطبوعہ تھانہ بھون ص ۲۶۸)

شب قدر میں جاگنے کی چند تدابیر

شب قدر میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال شروع کردیئے جائیں تاکہ توجہ منقسم رہے۔ کچھ دیر نوافل پڑھے پھر تلاوت شروع کردی پھر ذکر کرنے لگے پھر وعظ شروع کردیا یا سننے لگے اگر تجدید نشاط کے لیے بیچ میں تھوڑی بات بھی کرے تو مضائقہ نہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باتیں کرلیتے تھے باتیں مقصود نہ تھیں بلکہ طبیعت کی تازگی کے لیے ایسا فرماتے اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے اور اگر تکان ایسا ہوجائے کہ نیند سے بے قابو ہوجائے تو سو رہے کیونکہ ارشاد ہے "فلیرقد" ایسی حالت میں سونے ہی میں فضیلت ہے۔ بہرحال عبدیت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کردے اتباع نفس کے لیے کچھ نہ کرے یہی عبدیت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹)

جاگنے کی ایک تدبیر چائے کا استعمال بھی ہے یا کالی مرچ کے چند دانے منہ میں چبائیں تو بھی نیند زیادہ نہ ستائے گی۔ نیز سورۃ الاعراف کی آیت ۵۴ تا ۵۶ پارہ ۸ پڑھ کر دعا کرو نیند جاتی رہے گی۔ (اعمال قرآنی)

شب قدر کی مسنون دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو شب قدر کو پائے تو یہ دعا مانگنا "اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عفوٌّ تحبّ العفو فاعف عنّی" (مشکوٰۃ) اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھ سے درگزر فرمایئے۔ لیلۃ القدر میں عشاء اور تراویح کے بعد یہ دعا اہتمام سے مانگنا چاہیے اور اگر ہوسکے تو ان راتوں میں اس دعا کی ایک تسبیح پڑھ لینی چاہیے۔ عارف رومیؒ کا یہ شعر گویا اس دعا کا ترجمہ ہے۔

اے محب عفو از ما عفو کن ۔۔۔ اے طبیب رنج نا صور کن

عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو لیلۃ القدر مل جائے تو میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگوں کہ صحبت نیک عطا فرما۔ (اقوال العزیز ص ۲۸)

واقعی نیک صحبت حق تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شب قدر کی برکات سے محرومی پر وعید اور اس سے بچنے کا طریق

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

قال دخل رمضان ان ھٰذا الشھرقد حضرکم و فیه لیلة خیرمن الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلّه ولا یحرم خیرھا الا محروم. (رواہ ابن ماجہ واسنادہ حسن)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک میں فرمایا کہ یہ مہینہ جو تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ ساری خیر سے محروم ہو گیا اور محروم کے سوا خیر سے کوئی محروم نہیں ہوتا۔''

اس حدیث میں لیلۃ القدر میں بالکل غافل عبادت ہونے سے سخت وعید ہے اس لیے کم ازکم اس شب میں نماز فجر اور عشاء باجماعت اہتمام سے پڑھ لے کیونکہ جو شخص عشاء اور فجر دونوں نمازیں باجماعت ادا کرے اس کو لیلۃ القدر سے حصہ مل جائے گا۔

(مزید دلائل ہم پچھلی سرخی میں لکھ چکے ہیں۔ احقر قریشی غفرلہ)

یعنی یہ بھی جاگنے والوں میں شمار ہوگا مگر اس کا جاگنے والوں میں شمار ہونا ایسا ہے جیسا چاندی کے چمچوں میں گلٹ کا چمچہ چاندی کی قلعی کر کے رکھ دیا جائے۔ حضرت ابن المسیب ؒ کا ارشاد ہے کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھ لینا بھی فضیلت لیلۃ القدر کے لیے کافی ہے کیونکہ فوت جماعت فجر غیر اختیاری ہے اس لیے یہ فوت منقص ثواب لیلۃ القدر نہ ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۵۲)

جو اس بابرکت شب میں فجر اور عشاء کی نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا واقعی (مشکوٰۃ میں ہے عنه الاکل محروم) وہ محروم ہے۔

اسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی تو اگر کسی قابل ہوتا

شب قدر کی نشانیاں

۱۔ ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے زیادہ ہوتے ہیں۔

۲۔ عبدالرحمٰن بن ابوالعلیؒ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سلامتی ہے کوئی نئی بات (بدعت) پیدا نہیں ہوتی۔

۳۔ حضرت قتادہؒ اور حضرت ابن زیدؒ فرماتے ہیں یہ رات سراسر سلامتی والی ہے۔ یہ رات بالکل صاف ہوتی ہے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا

چاند چڑھا ہوا ہے، سکون اور دلجمعی ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی، اس کی صبح سورج شعاؤں سے نہیں نکلتا بلکہ چودھویں رات کی طرح بالکل صاف نکلتا ہے۔ اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جاتی ہے۔

۵- ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیلۃ القدر پُرسکون، سردی گرمی سے خالی ہوتی ہے، اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگت میں نکلتا ہے۔"

شب قدر میں عوام الناس کی مروجہ غلطیاں اور ان کی اصلاح

بعض لوگ جاء نماز کے نیچے لکڑی لے کر بیٹھتے ہیں کہ یہ سونے کی ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ شب قدر میں کچھ نظر آتا ہے حالانکہ عبادت، دنیا یا کسی طمع کے لیے نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا اجر عطا فرمادیں گے، بندے کا کام عبادت کرنا ہے۔

حضرت عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں:

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن که خواجه خود روشِ بنده پروری داند

ڈاکٹر اقبال مرحوم کہتے ہیں:

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

"اس میں ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے۔ جب ہی اس کی برکت میسر ہو بلکہ کچھ نظر آوے یا نہ آوے عبادت کرے اور اس کی برکت حاصل کرے اور مقصود یہ ہے کہ اس رات کی برکت اور جس قدر ثواب مذکور ہو، حاصل کرے کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں۔" (بہشتی زیور سعیدی ص ۲۹۵ ج ۳)

بعض لوگ شب قدر میں جمع ہو کر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے اگر اتفاقاً دو چار آدمی جمع ہو جائیں تو اور بات ہے۔ غرض ہر شخص حسب ہمت عبادت میں مشغول رہے۔

خاص اہتمام

بعض مساجد میں آئمہ نوافل یا صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھاتے ہیں۔ احناف کے نزدیک نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۶۸)

اکثر مساجد میں لیالی قدر میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ نعمت عظمیٰ ہے لیکن حافظ کے لیے چندہ جمع کرنے اور شیرینی تقسیم کرنے (اس کے مفاسد اصلاح الرسوم

ص ۷۰ اپر ملاحظہ کریں) میں اکثر وقت برباد ہوتا ہے اور وہ شور ہوتا ہے کہ الامان۔

بعض علماء کے نزدیک تو بلند آواز سے مسجد میں تلاوت اور ذکر بالجہر سب ناجائز ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ) تو اس بابرکت شب میں شوروغوغا سے کتنا گناہ ہوتا ہوگا۔ نیز ختم قرآن کریم کے روز مسجد میں بجلی کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ اس میں اسراف' مسجد کے تماشگاہ بننا' نمازیوں کی توجہ کا ہٹنا' مہتمم کا خیال گیس کی طرف لگا رہنا اور دیگر مفاسد اصلاح الرسوم مطبوعہ دہلی صفحہ ۷۱ اپر مذکور ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔

نصیحت

ان راتوں میں جس قدر ہو سکے نفل نماز' تلاوت قرآن مجید یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے۔ ان راتوں کو جلسوں' تقریروں میں صرف کرنا بڑی محرومی میں داخل ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں' عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

اللّٰهُمَّ وفقنا لما تحبّ و ترضٰیo (آمین)

اب دوسرا موضوع اعتکاف کے سلسلہ میں کچھ عرض کرتا ہوں۔ اعتکاف کے فضائل قرآن و حدیث کی روشنی میں دوران خطبہ اور ترجمہ سن چکے ہیں۔ اب اس سلسلہ میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعتكف يوما ابتغاء وجه اللّٰه عزّوجلّ جعل اللّٰه بينه وبين النّار ثلاثة خنادق ابعد ممّا بين الخناديقين المشرق والمغرب او كمال قال.

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص اور جہنم کے درمیان میں تین خندقوں کا فاصلہ (دوری) بنائے گا اور ہر دو خندقوں میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوگا۔" (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۵۹)

اعتکاف

(۱) اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں رہے اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پاخانہ کی ضرورت یا غسل واجب اور وضو کی ضرورت کے) مسجد سے باہر نہ جائے۔

(۲) رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یعنی اگر بڑے شہروں

کے محلہ میں اور چھوٹے دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے اوپر ترک سنت کا وبال رہتا ہے اور کوئی ایک بھی محلہ میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(۳) بالکل خاموش رہنا' اعتکاف میں ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے البتہ نیک کلام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے۔

(۴) اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں۔ نماز' تلاوت یا دین کی کتابوں کا پڑھنا' پڑھانا یا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔

(۵) جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لیے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے جب بھی اعتکاف میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(۶) اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا خود عمداً نکلے یا بھول کر اس صورت میں اعتکاف کی قضا کرنا چاہیے۔

(۷) اگر آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو ۲۰ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آ جائے اعتکاف سے باہر ہو۔

(۸) غسل جمعہ یا محض ٹھنڈک کے لیے غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔

اعتکاف کی روح خلوت ہے اور روح کے یہ معنی نہیں کہ مجرد عن الجسد ہو بلکہ اس کا نفع مشروط ہے۔ اس جسد خاص کے ساتھ جو خلوت معتدبہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خلوت بھی ہے مسجد میں کپڑے لگا کر بیٹھا ہے اور جلوت بھی ہے کہ مسجد میں ہونے سے باجماعت نماز ادا کرتا ہے۔ اگر صرف خلوت ہوتی تو شہرت ہو جاتی جو فتنہ کا سبب بنتی۔

سبحان اللہ! کیسی اچھی طرح اعتدال کو ظاہر کر دیا۔ پھر یہ رحمت کہ اس اعتدال کو مفسر بھی فرما دیا یعنی اجمالاً کہ اس کی مدت اور صورت بتلا دی۔ صرف عزلت میں یہ خرابی تھی کہ جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا۔ تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جاتا مگر معتکف کے لیے مسجد جماعت شرط ہے۔ معتکف سے زیادہ تو جماعت کا ثواب کسی کو مل ہی نہیں سکتا وہ تو ہر نماز میں تکبیر اولیٰ کو پاتا ہے اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظار جماعت کا ثواب بھی جماعت کے برابر ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَانَ يَنْتَظِرُ فِي الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتْ تحبسهٗ

''یعنی جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہے جب اس کی وجہ سے محبوس ہے۔''

اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

پنج وقت آمد نماز ائے راہ نموں عاشقاں ھم فی صلوٰۃ دائموں

(یعنی نماز پانچ وقت فرض ہے اور عشاق ہر وقت نماز کے انتظار اور فکر میں رہتے ہیں۔ اس لیے گویا ہر حالت میں نماز کے اندر ہی رہتے ہیں)۔

صرف اختلاط میں یہ مضرت تھی کہ اس میں اشرار کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے کیونکہ مسجد میں صرف نمازی ہی تو آتے ہیں اور نمازی اکثر نیک ہوتے ہیں اور اگر بعضے بد بھی ہوں تو وہ نماز کے وقت نیک ہی ہو جاتے ہیں۔ پھر اختلاط میں باتوں میں بڑا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ مساجد میں فراغت کے بعد کون ٹھہرتا ہے جو معتکف سے باتیں کرے اس لیے معتکف کثرت کلام کے غوائل سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر سال بیسیوں آدمی اعتکاف کرتے ہیں مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا اور نہ اس کی عزلت کی شہرت ہوتی ہے کیوں کہ معتکف کوئی پہاڑ کی کھوہ میں نہیں بیٹھتا' مسجد ہی میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! ایسی جامع عبادت جو خلوت اور جلوت کو انتہائی جامع ہو' اعتکاف کے سوا نہیں ہو سکتی۔

بہر حال معتکف کو مسجد میں اس لیے لایا گیا کہ شب قدر کی تحری سہل ہو کیونکہ بہت سے آدمی ہوں گے جب سب ایک ہی کام میں مشغول ہوں گے تو دل بھی لگے گا۔ پھر سبحان اللہ اس میں یہ کیسا اعتدال کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا' ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا اور اس میں بھی ثواب جاگنے کا دیا۔

چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑا پالے اللہ کے راستے میں تو اس کی لید اس کا پیشاب سب وزن کر کے اس کو نیکیاں ملیں گی چونکہ وہ گھوڑا ذریعہ ثواب تھا تو اس کی لید اور پیشاب پر بھی ثواب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر نہایت قابل قدر چیز ہے اس کی روح مشاہدہ ہے اس میں حق جل وعلیٰ شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا ضروری نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس رات میں بہ نسبت اور راتوں کے عبادت میں جی زیادہ لگتا ہے۔ قلب کو غفلت نہیں ہوتی اور کیوں ہو' وصل کے ساتھ ہجر جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ (روح الجوارص ۱۵۰'۱۵۱)

شب قدر است طے شد نامہ ہجر

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آٹھواں خطبہ

شب عید کی فضیلت اور ہم

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

''حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے''۔

عید الفطر اور بقرعید کی شب کو زندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں کو عبادت الٰہی میں مشغول رکھیں اور ذکر و تسبیح، صلہ رحمی، نیک لوگوں کی ہم نشینی میں اس وقت کو پورا کریں۔ اہل وعیال کے ساتھ انس و محبت سے پیش آئیں۔ عزیز و اقارب سے میل ملاقات اور حسن سلوک کریں۔ یہ سب کارہائے خیر ہیں۔ ان کو کریں اور دیگر عبادات میں ان راتوں کو گزاریں۔

اور یہ جو فرمایا گیا کہ ان راتوں میں عبادت کرنے والے کا دل مردہ نہ ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میں جب ہر طرف خوف و ہراس اور دہشت اور گھبراہٹ پھیلی ہوگی۔ لوگ بدحواس اور مدہوش ہوں گے اور خوف کے مارے ان کی نشہ کی سی کیفیت ہوگی حالانکہ انہیں نشہ قطعاً نہ ہوگا۔ لیکن عذاب الٰہی ایسی سخت چیز ہے جس سے لوگوں کی یہ حالت ہوگی۔ ایسے قیامت خیز دن میں حق تعالیٰ شانہ اس بندہ کو نعمتوں سے بھرپور اور باسعادت زندگی بخشیں گے۔ خوف و دہشت کا دور دور کوئی نشان نہ ہوگا۔ ہر بھلائی اسی کے قدم چومے گی۔ اس پر رحمت ہی رحمت برستی ہوگی اور وہ بہت پرلطف اور پرمست زندگی میں مگن ہوگا۔ (حاشیۃ الترغیب بتصرف) حق تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اس لئے عید کی شب بڑی مبارک اور باسعادت رات ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کی قدردانی یہی ہے کہ اس رات کو کثرت ذکر اللہ اور درود شریف میں اور دیگر عبادات میں لگ کر گزارنی چاہئے۔ ساری رات نہ جاگ سکیں تو جتنی رات آسانی سے جاگ کر عبادت کر سکیں اتنا ہی کر لیں۔ کم از

کم عشاء اور فجر کی نماز تو ضرور ہی تکبیر اولیٰ کے ساتھ جماعت ادا کریں اور درمیان میں جتنی دیر ذکر و عبادت کرسکیں وہ کریں پھر سو جائیں۔ اتنا کرنے پر بھی امید ہے کہ حق تعالیٰ محروم نہ فرمائیں گے۔

پانچ مبارک راتیں

''حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (ذکر وعبادت کے ذریعہ) پانچ راتیں زندہ رکھیں۔ اس کیلئے جنت واجب ہوگئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات' عرفہ کی رات' بقرعید کی رات' عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات''۔ (کذافی الترغیب)

حدیث بالا میں ان پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بتلائی گئی ہے کہ جو شخص کوشش کر کے ان راتوں میں جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جن میں شب عید الفطر بھی داخل ہے اور حق تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں لگا رہے تو ایسے شخص کی اس محنت کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف اور صرف جنت ہے۔ سال بھر کی سینکڑوں راتوں میں سے صرف پانچ راتوں میں جاگنا اور عبادت میں لگنا کوئی بہت زیادہ کٹھن اور مشکل کام نہیں ہے۔ دنیا کے معمولی معمولی نفع اور فائدے کے لئے ہم بیسیوں راتیں جاگ کر گزار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ چوکیداری کرنے والے چند پیسوں کی خاطر ساری رات جاگتے ہیں۔ کپڑا بننے والی ملوں میں ملازم تمام رات ڈیوٹی ادا کرتے ہیں۔ غور کرنے سے اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں مل جائیں گی تو کیا آخرت کے ہولناک دن کی ہولناکی سے بچنے' پاکیزہ زندگی حاصل کرنے اور مقام جنت پانے کیلئے ہم نہیں جاگ سکتے اور عبادت نہیں کر سکتے؟ ضرور کر سکتے ہیں تو فوراً کمر بستہ ہو جائیں۔ نفس وشیطان کا مقابلہ کریں اور ان قیمتی راتوں کو ضائع اور برباد نہ کریں ذکر و تسبیح' عبادت وطاعت اور دیگر کارہائے خیر سے جہاں تک ہو سکے ان مبارک راتوں کو زندہ رکھیں۔

شب عید کی ناقدری

گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر کی شب بھی ایک اہم رات ہے جس کے تفصیلی فضائل اوپر بیان ہو چکے' مگر افسوس ہم نے ان سب برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک شب کو طرح طرح کی لغویتوں' فضول باتوں' لایعنی کاموں اور طرح طرح کے گناہوں میں گزارا جاتا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

بعض لوگ یہ مبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزارتے ہیں۔ مثلاً شطرنج'

چوسر، لوڈو، کیرم بورڈ اور دیگر ہار جیت والے کھیل۔ جن میں شطرنج اور چوسر تو حرام ہی ہیں اور باقی کھیل بھی شرائط جواز مفقود ہونے کی بنا پر ناجائز ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی کھیل جائز بھی ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو ولعب کیلئے نہیں۔ عبادت وطاعت کیلئے ہے اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہئے جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا لازم ہے۔

بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بنا پر اس کو دیکھنا جائز نہیں۔ خواہ پروگرام مذہبی یا تعلیمی نوعیت کا ہو۔ پھر اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے اس لئے اس نامراد چیز سے بالعموم اور اس مبارک شب میں بالخصوص اجتناب کرنا لازم ہے۔

بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دمک، خریداروں کی کثرت دیکھنے کیلئے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں اور اس طرح رات کا اکثر وبیشتر حصہ ضائع کرتے ہیں جبکہ بازار روئے زمین پر حق تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ بازار اکثر گناہوں کا اور بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں۔ مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید وفروخت کرنا اور بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکہ، فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا ہونا، کم تولنا اور کم ناپنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا۔ اس لئے بازار میں تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت کے وقت بقدر ضرورت ہی جانا چاہئے۔ ورنہ بلاضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اور گناہوں میں مشغول ہونا اور حق تعالیٰ کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہ میں بلاضرورت جانا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محروم کرنا ہے۔

بعض لوگ اس رات کو ہوٹلوں میں ٹھنڈے گرم مشروبات پینے میں مصروف ہو کر اور گھنٹوں ادھر ادھر کی فضول باتوں بلکہ گناہ کی باتوں میں مشغول ہو کر اس مقدس شب کا بہترین اور اکثر حصہ ضائع کرتے ہیں جو سراسر محرومی ہے اور گناہوں کا ارتکاب جدا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس شب کی عظمت وفضیلت کا علم ہی نہیں۔ اس لئے وہ کبھی اس رات میں ذکر وفکر، عبادت اور تسبیح ومناجات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ اپنی جہالت ونادانی سے بیسیوں راتیں گنوا چکے ہیں اور ان کی اس جہالت نے انہیں آخرت

کے ثواب عظیم سے محروم کیا ہوا ہے جو بڑے ہی خسارہ کی بات ہے۔

بعض لوگ جنہیں اس رات کی عظمت وفضیلت کا علم ہے۔ دین اور علم دین سے ان کو نسبت ہے، دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اگر کوئی غلطی سے انہیں اس طرف توجہ دلائے تو فوراً جواب ملتا ہے کہ اس رات میں جاگنا کوئی فرض وواجب نہیں۔ بیشک اس رات میں جاگنا اور عبادت وغیرہ کا اہتمام کرنا فرض وواجب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا یہ سب ترغیبات فضول ہیں؟ اور اسی قابل ہیں کہ انہیں غیر فرض قرار دیکر رد کر دیا جائے۔ آخر ان ترغیبات کا کون مکلّف ہے؟ اہل علم تو انہیں غیر ضروری قرار دے کر ٹھکرا دیں اور عوام اپنی جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر اہتمام نہ کریں تو پھر امت میں کون اس پر عمل کرے گا؟ ذرا بتلایئے! آخرت کے اتنے عظیم ثواب اور رضائے الٰہی اور حصول جنت سے اپنے آپ کو محروم کرنا کیا کوئی خسارہ کی بات نہیں اور کیا یہ چیزیں آپ حاصل کر چکے ہیں۔ اگر نہیں تو استغناء سے پناہ مانگئے اور استغفار کیجئے۔

بعض تاجر اس شب میں دنیاوی مصروفیت کو کم کرنے کے بجائے اور بڑھا لیتے ہیں اور اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ بسا اوقات اس دھن میں فرض نمازیں بھی قربان ہو جاتی ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کر سکتے اور اس رات کو ذکر وتلاوت اور عبادت وطاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے اور چلتے پھرتے ذکر دعا کے ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس شب کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔

بات اصل میں فکر وطلب اور قدر وقیمت کی ہے۔ جس کے دل میں ذرا بھی اہمیت ہے اور فکر ہے۔ وہ سخت سے سخت مشغولیت میں اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا اور جس کو طلب نہیں بلکہ دنیا اور دنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہیں تو اس کے دل میں ان باتوں سے اعتراض ہی پیدا ہوگا اور اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کر کے بالآخر اس کو اس شب کی برکات سے محروم کر دے گا۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھیں۔ آمین۔

عید کو برباد نہ کیجئے

عید الفطر کا دن مسلمانوں کیلئے بڑی مسرت اور خوشی کا دن ہے اور یہ خوشی اس بناء پر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے رمضان شریف کے دنوں میں روزے رکھنے کی توفیق بخشی اور راتوں میں تراویح ادا کرنے اور اس میں کلام الٰہی پڑھنے اور سننے کی سعادت عطا فرمائی۔

حق تعالیٰ کے نزدیک عید کا دن اور عید کی رات دونوں ہی بہت مبارک اور فضیلت والے ہیں جس کا اندازہ آپ کو آنے والی حدیث سے ہوگا۔

عید میں مغفرت وانعام

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کیلئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پھر جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے۔ جس کا نام مثیرہ ہے۔ جس کے جھونکوں کی وجہ سے جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔

مغفرت کی صدا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا غنی جو نادار نہیں۔ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے۔ ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔

فرشتوں کا نزول

اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیلؑ ایک بڑے لشکر کیساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیلؑ کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو۔ اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو۔

چار افراد کی بخشش نہیں

فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول! وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔

دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔

چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

عید کی صبح یقینی مغفرت

پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف چلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، میں تمہیں مجرموں (اور

کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو عید الفطر کے دن ملتا ہے۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ (فضائل رمضان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعامات الٰہی کی وصولی اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تعجب یہ ہے کہ ایسی باتوں کو ہم گناہ بھی نہیں سمجھتے جو اور بھی خطرناک بات ہے۔

یہاں ذیل میں کچھ ہی چند ایسی باتیں عرض کرتا ہوں، صرف اس امید پر کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ توجہ سے ان باتوں کو پڑھے اور اسے عمل کی توفیق ہو جائے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ان منکرات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عید کارڈ

ہمارے معاشرے میں عیدین کے موقع بالخصوص میٹھی عید میں عید کارڈ بھیجنے کا بہت ہی رواج ہے۔ ہر خاص و عام پڑھا لکھا یا جاہل عید کارڈ بھیجنے کا اہتمام کرتا ہے اور ایک نہیں متعدد کارڈ بھیجتا ہے اور خوبصورت سے خوبصورت کارڈ روانہ کرتا ہے۔ عید الفطر آنے سے ہفتوں پہلے بک سٹالوں کا چکر لگانا شروع کر دیتا ہے۔ جہاں رمضان ہی سے نت نئے عید کارڈ فروخت کیلئے موجود ہوتے ہیں۔ جن میں اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ ہر قسم کے ہوتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتوں والے کارڈ بھی ہوتے ہیں۔ انہیں خریدنے اور ارسال کرنے کو نہ کوئی گناہ سمجھتا ہے اور نہ خلاف شریعت، بلکہ اس کو اظہار مسرت اور عید کی مبارکباد کا ایک جدید اور مہذب طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ عید کارڈ میں سراسر اسراف ہے جو قرآن و سنت کی رو سے گناہ ہے اور یہ انگریزوں کے کرسمس کارڈ کی نقل بھی ہے جبکہ کافروں اور خدا کے باغیوں کی نقل اتارنا گناہ عظیم ہے اور بھی اس میں بہت سی قباحتیں ہیں جن کی بناء پر عید کارڈ بھیجنا جائز نہیں۔ چنانچہ عید کارڈ میں مزید گناہ کی باتیں یہ ہیں۔

بہت سے عید کارڈ جانداروں کی تصاویر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی میں طوطا، کسی میں بگلا، کسی میں کوئی دوسرا خوبصورت پرندہ یا جانور بنا ہوا ہوتا ہے جبکہ جانداروں کی تصاویر کھینچنا، بنانا، دیکھنا اور پسند کر کے دوسرے شخص کے پاس بھیجنا گناہ ہی گناہ ہے۔

بہت سے عید کارڈ فلمی ستاروں، ایکٹروں، اداکاروں کی رنگین تصاویر پر مبنی ہوتے ہیں جنہیں

خاص مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے عید کارڈوں کے گناہ عظیم ہونے میں کیا شک ہے۔

بعض عید کارڈ ایسے ہوتے ہیں جس میں عریاں یا نیم عریاں عورتوں کی رنگین تصاویر ہوتی ہیں۔ جن کو دیکھنا چھاپنا سب گناہ ہے۔ ان کو خرید کر بھیجنا اور بھی بڑا گناہ ہے۔

بعض عید کارڈ آیات قرآنی پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب عید کارڈ وصول ہو جاتا ہے اور اس کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے یا کسی اور جگہ ڈال دیا جاتا ہے جس سے آیات الٰہی کی بے ادبی اور سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔ جو بلاشبہ گناہ ہے۔

پھر عید کارڈ بھیجنے والوں کا آپس میں اعلیٰ سے اعلیٰ عید کارڈ بھیجنے کا مقابلہ ہوتا ہے ہر شخص دوسرے سے بہتر اور عمدہ عید کارڈ بھیجنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے عید کارڈ کی سب سے زیادہ تعریف اور تذکرہ ہو۔ یہ کھلی ریاکاری ہے جو گناہ عظیم ہے اور گناہ کے کام میں مسابقت اور مقابلہ اس کی سنگینی کو اور بڑھا دیتا ہے۔

پھر جو شخص گھٹیا عید کارڈ بھیجتا ہے یا نہیں بھیجتا تو اس کو طرح طرح کے طعنے دیئے جاتے ہیں حالانکہ اول تو کسی کو طعنہ دینا خود گناہ عظیم ہے۔ پھر ایک گناہ کی بات پر دوسرے کو طعنے دے کر مجبور کرنا یا ابھارنا اور بھی گناہ کی بات ہے۔

بعض جگہ عید کارڈ بھیجنے میں ادلہ بدلہ کا تصور بھی کارفرما ہوتا ہے۔ آپ نے بھیجا تو دوسرا بھی بھیجے گا۔ اگر آپ نے نہ بھیجا تو دوسرا بھی نہ بھیجے گا اور گناہ میں ادلہ بدلہ بھی گناہ اور گلہ شکوہ بھی برا ہے۔

بعض عید کارڈ ان ظاہری خرافات سے خالی ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی میں گلاب کے خوبصورت پھول ہوتے ہیں۔ بعض میں حضرات اہل بیتؓ کے نام درج ہوتے ہیں۔ بعض میں حرمین شریفین کے فوٹو اور خوبصورت باغات اور سینریاں بنی ہوتی ہیں۔ ان میں جانداروں کی تصاویر نہیں ہوتیں لیکن ایسے عید کارڈ بھی اسراف اور تبذیر اور غیر مسلموں کی مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔

عید کارڈ بھیجنے میں یہاں تک غلو ہو چکا ہے کہ ہزاروں بندگان خدا روزہ کی نعمت سے محروم ہیں اور صدقۃ الفطر ادا نہیں کرتے لیکن عید کارڈ قیمتی سے قیمتی خریدنا اور احباب کو روانہ کرنا نہیں بھولتے جیسے یہ بھی کوئی فرض ہے۔ کس قدر غفلت اور گناہ کی بات ہے۔

بعض لوگ ٹیلیفون اور تار کے ذریعے عید کی مبارکباد دینا ضروری تصور کرتے ہیں حالانکہ اس کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں یہ محض ایک رسم ہے۔

اس طرح بے شمار گناہوں کے ساتھ عید کارڈوں میں ہزاروں لاکھوں روپیہ ضائع و برباد ہوتا ہے جو بلاشبہ اسراف وتبذیر میں داخل ہے اور گناہ در گناہ ہے۔ اگر اتنی رقم غرباء اور فقراء اور مساکین میں خرچ کی جائے تو کتنے ہی تنگ دست گھرانے خوشحال ہوجائیں، بیمار تندرست ہوجائیں، روزی کے محتاج برسر روزگار ہوجائیں۔ حق تعالیٰ فہم صحیح عطا فرمائیں اور اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

عید کی تیاری

ایک فتنہ عید کی تیاری کا ہے جو عید الفطر میں زیادہ اور بقرعید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کیلئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے سیلاب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کا دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض وواجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کیلئے نئے سے نئے جوڑے کا اہتمام کرے، گھر کے ہر فرد کیلئے جوتے ٹوپی سے لے کر ہر چیز نئی خریدے، گھر کی آرائش وزیبائش کیلئے نت نئے سامان فراہم کرے، دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ اور اقارب کو قیمتی کارڈ بھیجے اور تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کیلئے عید اور بقرعید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر وہ روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔

اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے کہ رمضان اور خاص طور سے آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح ذی الحج کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص عید اور بقرعید کی شب جو گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض ومناجات اور ذکر وفکر کی راتیں ہیں وہ سب بازاروں میں گزرتی ہیں۔

مصافحہ کی فضیلت

سب سے پہلے مصافحہ اور معانقہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت حذیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یقیناً

جب ایک بندہ مومن دوسرے بندہ مومن سے ملاقات کرتا ہے پھر اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے (موسم خزاں میں خشک ہو کر گر جاتے ہیں) (الترغیب والترہیب)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان باہم ملاقات کرتے ہیں (اور) پھر باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

مصافحہ سلام کا تکملہ ہے

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آپس میں سلام کی تکمیل (سلام کے بعد) مصافحہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا یعنی مصافحہ کرنا ہے۔ (ترمذی)

معانقہ سفر سے آنے پر ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ (کسی سفر سے) مدینہ منورہ آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ وہ آپ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے آنے کی خوشی میں) کھلے بدن کے ساتھ (جب کہ ستر چھپا ہوا تھا) ایک چادر اپنے بدن پر ڈالتے ہوئے انکی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ بخدا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں کسی کا استقبال کرتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ پھر آپ نے زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے ان کے حبشہ سے واپسی کے قصہ میں منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حبشہ سے نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

مصافحہ اور معانقہ میں صحابہ کرامؓ کا عمل

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ جب آپس میں ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو معانقہ کیا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب)

ان احادیث سے اور ان جیسی دیگر احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ مصافحہ اور معانقہ کرنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو پہلے سلام کرتے اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے۔ مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مقرر نہ تھا۔ بس اسی طرح بالکل اسی تفصیل سے مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا مسنون ومستحب اور کار ثواب ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے اسے نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کی مجال ہے۔

عید کے دن گلنے ملنا

چنانچہ اگر کوئی شخص مصافحہ اور معانقہ کو عید کے دن خاص عید کی سنت یا عید کی وجہ سے لازم اور ضروری نہ سمجھے اور پھر عیدین کے دن اتفاقاً بوقت ملاقات سلام کر کے مصافحہ کرلے تو کوئی مضائقہ نہیں یا جو عزیز یا رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئے اور سفر سے آنے کی بنا پر اس سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ لیکن عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کو عید کی سنت سمجھنا یا واجب جاننا اور خاص عید کی وجہ سے اس کا اہتمام کرنا جیسا کہ عام طور پر رواج ہے تو ایسا مصافحہ اور معانقہ بلاشبہ ناجائز ہے اور اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہیں ہے اور ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

عید کی مبارکبادی

عید کی مبارکبادی کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کسی صحیح اور مستند حدیث سے ثابت نہیں اور شروع ہی سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں علماء کے پانچ اقوال ہیں۔

(۱) جائز (۲) مباح (۳) مندوب (۴) مکروہ (۵) بدعت۔

لہٰذا اگر عید کی مبارکبادی تمام منکرات سے خالی ہو۔ مثلاً نہ اس کو سنت سمجھا جائے اور نہ فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھا جائے اور فرض وواجب کا سا اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے اور جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا نہ کہا جائے اور نہ اس کو ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے اور جب ملاقات ہو تو پہلے باقاعدہ مسنون سلام کیا جائے اس کے بعد یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ جیسے "عید

مبارک“ ہے کہہ دیا جائے تو جائز اور دعا ہونے کی بنا پر باعث ثواب ہے۔

لیکن اگر اس میں حد سے تجاوز کیا جائے مثلاً سنت سمجھا جائے یا فرض وواجب کی طرح اس کو ضروری سمجھا جائے اور اس طرح اس کا جو درجہ ہے اس سے اس کو بڑھادیا جائے تو پھر مکروہ وممنوع ہے۔

عید کی سویاں

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ طاق مرتبہ (یعنی تین، پانچ، سات نو) چھوہارے کھا کر تشریف لے جاتے تھے۔ (جمع الفوائد)

علماء اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اور اس جیسی دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے طاق مرتبہ کھجور یا چھوہارے کھا کر جانا افضل ہے۔ اگر کھجوریں موجود نہ ہوں تو کوئی دوسری میٹھی چیز کھالیں۔ میٹھی چیز بھی نہ ہو تو جو چیز بھی ہو وہی کھالیں اور اگر بغیر کچھ کھائے پیئے کوئی شخص نماز عید کیلئے چلا جائے تب بھی کچھ گناہ نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت میں کوئی خاص چیز معین ومقرر نہیں ہے۔ وقت پر جو چیز بھی مل جائے کھالیں، کھجور یا چھوہارے یا اور کوئی میٹھی چیز کھالینا بہتر ہے۔ یہ نہ ہو تو کوئی اور چیز خواہ وہ نمکین ہی ہو وہ کھالیں اور اگر کچھ نہ کھائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

لہٰذا خاص سویوں کو عید کی سنت قرار دینا یا انہیں عید کے دن پکانے کو ایسا لازمی اور ضروری سمجھنا کہ جو شخص عید کے دن سویاں نہ پکائے تو اس پر شرعی حیثیت سے نکیر کی جائے ناجائز ہے۔ البتہ جو لوگ ایسا نہ سمجھیں بلکہ محض اپنی سہولت یا پسند کے مطابق بنائیں تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بعض قرائن اور شواہد کی بنا پر عید کی سویوں کے متعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ عام لوگ اس کو عید کی سنت یا ایسا لازمی سمجھتے ہیں کہ اس کے ترک کو قابل طعن قرار دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی عید کی ایک رسم بن چکی ہے اس لئے قابل ترک ہے۔

دعا نماز عید کے بعد کیجئے

اکثر مقامات پر خطباء عید کے خطبہ کے بعد دعا کرتے ہیں۔ یہ طریقہ سنت کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں ہر نماز کے بعد دعا کی قبولیت عمومی طور پر وارد ہے۔ لہٰذا نماز عید بھی اس عموم میں داخل ہوگی اور اس کے بعد بھی دعا کرنا مستحب قرار پائے گا۔ البتہ خطبے کے بعد دعا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ نماز کے بعد دعا ترک کر کے خطبہ کے بعد دعا

کرنے سے سنت میں تبدیلی لازم آئے گی جس سے بچنا چاہئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ میں مشروع ہے اور دبر الصلوات اوقات اجابت دعا بھی ہے۔ بہرحال بعد نماز دعا کرنا اور بجائے اسکے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سنت اور قابل احتراز ہے''۔ (امداد الفتاویٰ)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''الحاصل، استحباب دعا بعد نماز عیدین احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے بعد دعا کرنے میں ہے نہ کہ اس کے ترک میں اور خطبے کے بعد اتباع سنت دعا نہ کرنے میں ہے۔ باقی ترک ایسے امور مستحبہ کا ظاہر ہے کہ لائق ملامت نہیں ہے۔ واللہ اعلم''۔ (عزیز الفتاویٰ)

لیکن خطبہ کے بعد دعا مانگنے کو بالکل ناجائز نہیں کہا جائے گا کیونکہ جب احادیث سے دعا کرنے کا صراحۃً کوئی مقام ثابت نہیں ہے تو اس کو بالکل ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ سوال صرف افضل اور بہتر کا ہے ہمارے نزدیک دعا نماز عید کے بعد ہی کرنا بہتر ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص خطبہ عید کے بعد دعا مانگے تو متعدد علماء نے اس کو بھی جائز رکھا ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں۔ اس لئے اس کو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ واللہ اعلم۔

رمضان المبارک کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	رمضان المبارک	مطابق
۱	آغاز نزول قرآن	۱۸،۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۲	ابتدائی طور پر دو نمازوں کی فرضیت	۱۸،۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۳	خفیہ دعوت اسلام آغاز	۸ۃ،۱ نبوی	۱۴، اگست ۶۱۰ء
۴	وفات خواجہ ابو طالب	۱۰ نبوی	جنوری ۶۱۹ء
۵	وفات ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ	۱۰ نبوی	جنوری ۶۱۹ء
۶	نکاح ام المومنین حضرت سودہ	۱۰ نبوی	فروری ۶۱۹ء
۷	سریہ سیف البحر	۱ھ	مارچ ۶۲۳ء
۸	ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ الی المدینہ	۱ھ	مارچ ۶۲۳ء
۹	غزوہ بدر بروز جمعۃ المبارک	۱۷،۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
۱۰	وفات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲ھ	مارچ ۶۲۴ء
۱۱	وجوب صدقۃ الفطر ونماز عید الفطر	۲۸،۲ھ	۲۴ مارچ ۶۲۴ء
۱۲	فتح مکہ	۱۰/۸ھ	جنوری ۶۳۰ء
۱۳	سریہ حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ	۲۵/۸ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰ء
۱۴	سریہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ	۲۵،۸ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰ء
۱۵	سریہ سعد ابن زید اشہلی رضی اللہ عنہ	۲۶،۸ھ	۱۶، جنوری ۶۳۰ء
۱۶	وفد ثقیف کا قبول اسلام	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۱۷	حرمت سود نزول آیت ربوا	۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۱۸	وفد عبدالقیس کا قبول اسلام	۹ھ	جنوری ۶۳۱ء

۱۹	وفد بنی فزارہ کا قبول اسلام	۹ھ	جنوری ۶۳۱ء
۲۰	وفد بنی مرہ کا قبول اسلام	۹ھ	دسمبر ۶۳۱ء
۲۱	وفد غسان کا قبول اسلام	۱۰ھ	دسمبر ۶۳۱ء
۲۲	وفات حضرت فاطمۃ الزہرا خاتون جنت	۱۱ھ	دسمبر ۶۳۲ء
۲۳	وفات حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ	۱۱ھ	نومبر ۶۳۲ء
۲۴	وفات حضرت سہل ابن عمرو	۱۸ھ	ستمبر ۶۳۹ء
۲۵	وفات ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ	۱۹ھ	اگست ۶۴۰ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مسعود	۹، ۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۷	وفات حضرت عباس	۹، ۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۸	وفات حضرت مقداد ابن الاسود	۳۳ھ	مارچ ۶۵۴ء
۲۹	شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۰	خلافت حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۱	وفات حضرت حسان ابن ثابت	۵۴ھ	اگست ۶۷۴ء
۳۲	وفات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ	۱۷، ۵۷ھ	جولائی ۶۷۷ء
۳۳	وفات حضرت ام سلمہ ام المومنین	۱۷، ۵۹ھ	جون ۶۷۹ء
۳۴	وفات حضرت رابعہ بصری	۱۳۵ھ	۷۵۴ء
۳۵	وفات اسحاق ابن راہویہ	۱۵، ۲۳۸ھ	جولائی ۸۵۲ء
۳۶	وفات امام بخاری مصنف بخاری شریف	۳۰، ۲۵۶ھ	اگست ۸۷۰ء
۳۷	وفات امام ابن ماجہ قزوینی	۲۷۳ھ	جنوری ۸۸۷ء
۳۸	وفات امام ابوعیسی ترمذی صاحب سنن	۲۷۹ھ	نومبر ۸۹۲ء
۳۹	جامعہ ازہر قاہرہ کا افتتاح	۱۷، ۳۶۱ھ	۲۳، جون ۹۷۲ء
۴۰	وفات ابوداؤد اندلسی	۴۹۶ھ	جون ۱۱۰۳ء

۴۱	وفات حضرت بوعلی قلندر پانی پتی	۷۲۴ھ	اگست ۱۳۲۴ء
۴۲	وفات امر خسرو دہلوی	۷۲۵ھ	اگست ۱۳۲۵ء
۴۳	وفات علامہ ابن خلدون مؤرخ	۸۰۸ھ	فروری ۱۴۰۶ء
۴۴	وفات حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی	۱۳۳۰ھ	اگست ۱۹۱۲ء
۴۵	وفات شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری	۱۳۸۱ھ	فروری ۱۹۶۲ء

(ماخوذ دینی دستر خوان جلد ۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

شوال المکرّم

مع شوال المکرّم کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

عید...... رمضان کا انعام اور ثمرہ

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اس مہینے کا اختتام جو مجاہدہ کا مہینہ تھا زہد و عبادت کا مہینہ تھا اور اپنی خواہشات اور غلبہ پر قابو پانے کا مہینہ تھا اور نفس کی عنان روکنے کا مہینہ تھا اور اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی خوشیوں اور خواہشوں کو قربان کرنے کا مہینہ تھا اس مہینہ کا اختتام اللہ نے اس خوشی کے دن پر کیا جسے عید کہتے ہیں۔ یہی عید رمضان المبارک کے اختتام کا اعلان اور اس میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے مذاہب وقوموں کے برخلاف جن میں یہ دن کھیل کھیلنے مزے لوٹنے اور نفس کو آزاد چھوڑ دینے کی علامت ہوتا ہے اس میں اس کے پہلے جو ناروا ہوتے ہیں وہ روا ہو جاتے ہیں اور حدود و قیود سب پھلانگ دیئے جاتے ہیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ دین کا مزاج ہے ملت کا مزاج ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو عید کی خوشی کا دن تھا تیس دن کے مجاہدہ کے بعد آیا تھا بجائے اس کے کہ اجازت دی جاتی اس میں آزادی ہے کہ جو چاہو کرو اس میں ایک زائد عبادت اللہ تعالیٰ نے شروع فرمائی۔ یعنی اس دن مسلمان نہا دھو کر آتا ہے اور خدا کے حضور میں دو رکعت پڑھتا ہے یہ شکرانہ ہے رمضان المبارک کا' روزے رکھنے کی توفیق حاصل ہونے کا تو عید کا تعلق رمضان سے ہے کہ عید کو رمضان سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ عید درحقیقت ایک قدرتی پھل ہے۔ رمضان کے درخت کا اگر رمضان کا درخت نہیں ہے اور اس کی تمام خصوصیات ساتھ نہیں ہیں وہ درخت شاداب نہیں ہے اور اس درخت کی تمام جڑیں محفوظ نہیں ہیں۔ تو اس درخت سے کبھی پھل پیدا نہیں ہو سکتا اور اسے پھل کا کوئی استحقاق نہیں ہو سکتا۔ وہ شخص جو کوئی درخت نہ لگائے اس درخت پر ریاض نہ کرے' محنت نہ کرے اور اس کو پانی نہ دے' اس کو اس درخت کا پھل کھانے کا کوئی استحقاق نہیں ہے اور یہ اس کی خام خیالی ہے کہ بے درخت کے اس کو پھل مل جائیں گے۔

عید تو رمضان المبارک کا صلہ ہے

اسی قانون پر ہم چل رہے ہیں آم کا درخت لگایئے اور آم کا پھل کھایئے' خریدیۓ رکھانا اور چیز ہے' آم کا درخت لگائے بغیر آپ آم نہیں کھا سکتے' آپ انگور کی کاشت کیۓ بغیر انگور نہیں پا سکتے۔ ویسے ہی رمضان کے بغیر عید کا کوئی استحقاق نہیں۔ بالکل یہ ایک غیر قدرتی' غیر اخلاقی' غیر قانونی چیز ہے۔ عید ہے' رمضان کا ثمرہ' عید ہے رمضان کا انعام' عید ہے رمضان کے درخت کا آخری شگوفہ' درخت نہیں تو شگوفہ کیا اور پھل کیا اور پھول کیا' اس طریقے سے رمضان اور عید ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جیسے کہ جسم اور روح ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں جس طرح سے کہ پھل اور درخت جو اس کا قدرتی نمودار ہے درخت کیا ہے؟ اور اس کا پھل کیا ہے؟ درخت کا خلاصہ پھل کیا ہے؟ درخت کی زندگی کا مظاہرہ' پھل کیا ہے؟ درخت کا نقطہ عروف اور اس کا نقطہ ارتقاء اگر درخت نہیں اور درخت کی شادابی نہیں اور درخت کی قوت نمو نہیں اور درخت میں فیض اور فائدہ پہنچانے اور کسی کا پیٹ بھرنے اور کسی کو خوش کرنے کی صلاحیت نہیں تو پھل بھی نہیں پیدا ہوگا تو عید بغیر رمضان بالکل غیر معقول اور غیر قدرتی چیز ہے۔ یعنی دین کی فطرت کے خلاف ہے۔ رمضان کی طرف کے خلاف ہے اور انسان کی فطرت سلیم کے خلاف ہے عید تو رمضان کا صلہ ہے رمضان کا انعام ہے۔ رمضان کی عیدی ہے۔ جیسے آپ کو عیدی دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور آپ کو یہ عیدی دی ہے اس عید کی شکل میں۔

عید مختلف ادوار سے گزری

یہ عید کئی دوروں سے گزری ہے ایک عید وہ تھی' اصلی عید' جو ہر معنی سے عید تھی وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ آپ کی موجودگی سے بڑھ کر عید کا کوئی تحفہ نہیں اس وقت صحابہ کرامؓ زبان حال سے کہتے ہوں گے کہ

عید گاہ ماغریبان کوئے تو انبساط عید دیدن روئے تو

پھر حقیقی عید وہ تھی جب صبح و شام فتوحات کی خبریں آتی تھیں اور اسلام کے قلم رو میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور ہر روز روز عید اور ہر شب شب برأت کا مصداق کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ مسلمانوں کا ستارہ اقبال کسی نئے افق سے طلوع نہ ہو اس وقت کی عید کیا تھی؟

عید آزاداں شکوہ ملک ودیں

وہ بھی عید تھی اور حقیقی عید تھی' عید کی نماز پڑھنے کیلئے جب مسلمان جاتے تھے تو ایک رمضان ۲۹ یا ۳۰ روزوں ہی کا شکریہ نہیں ادا کرتے تھے بلکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا ترانہ شکر سے لبریز ہوتا تھا۔ ان کے ہر بن مو سے الحمد کی صدا آتی تھی اور جس وقت وہ الحمدللہ کہتے تھے یا عید کا ترانہ اور عید کی تکبیرات پڑھتے تھے یا عید کی حمد و تحلیل بیان کرتے تھے تو اس وقت ان کا دائرہ صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہوتا تھا بلکہ پوری زندگی کو حاوی تھا زندگی کے ہر شعبے میں ان کو نئی نئی کامیابیاں نظر آتی تھیں دل مسرتوں سے لبریز' دماغ اعتماد اور بلندی کے احساس سے مخمور' مخمور نہیں تو معمور کم سے کم سینہ ان تمام تمناؤں سے' حوصلہ مندیوں سے' مسرتوں سے' احساسات سے معمور تھا۔ جو چپ و راست چاروں طرف انہیں گھیرے ہوئے' وہ حقیقی عید تھی۔ اس کے بعد صدیوں تک عید اسی طرح رہی۔ اسلام کا قافلہ برابر آگے بڑھ رہا تھا۔ پہاڑوں کو بھی' ملکوں کو بھی' میدانوں کو بھی' وادیوں کو بھی اور مرغزاروں کو بھی اور بڑے بڑے متمدن ملکوں کو بھی اور اسلام برابر اقدام کی حالت میں تھا' پیش قدمی کی حالت میں تھا اس وقت بھی یہی حالت تھی کہ عید آزاداں شکوہ ملک و دیں' وہ بغداد کی عید ہو یا دمشق کی عید ہو یا لاہور و دہلی کی عید ہو اس وقت کی عید ان مسرتوں سے بھی ہوئی تھی اور وہ عید کی نقل نہیں تھی بلکہ وہ حقیقی عید تھی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ وہ عید آئی جس کو کہہ سکتے ہیں کہ ''عید محکوماں ہجوم مومنین'' یعنی اب عید کا حاصل یہ رہ گیا ہے کہ مسلمان جتنی تعداد میں' عام طور پر نہیں جمع ہوتے اتنی تعداد میں جمع ہو جائیں تو سمجھئے کہ وہ مسلمان کی عید ہے اور زیادہ غلام زیادہ مظلوم' بڑی تعداد میں غلام اور مظلوم اور دکھے ہوئے دل والے' چوٹ کھائے ہوئے' دماغ والے' بیتاب و بے چین روح والے اور صدموں کو اٹھانے والے' ذلتوں کو سہنے والے اور لوگوں کے طعنے سننے والے' زیادہ تعداد میں جمع ہو جائیں یعنی وہ اگر جمعہ کی نماز میں ہیں تو اس سے کم تعداد میں جمع ہوں گے اور پانچ وقت کی نماز ہے تو اس سے بھی کم تعداد میں جمع ہوں گے۔ یہ دکھے دل والے جہاں زیادہ تعداد میں جمع ہوں گے۔ اس کو عید کہہ لیجئے اور جس جگہ پر جمع ہو جائیں اس کو عید گاہ کہہ لیجئے یہ مظلوم اور یہ ذلت برداشت کرنے والے زیادہ بہتر لباس میں اور زیادہ دھوم دھام کے ساتھ آئیں اس کو عید کا دن سمجھ لیجئے تو آج ہماری عید وہی ہے عید کی حقیقی خوشی ناپید ہے۔ لیکن بہر حال ایک چیز تو قیامت تک رہے گی مسلمان نشیب و فراز سے گزرتے رہیں گے اس ملت کیلئے اللہ کی طرف سے مقدر رہی ہے۔ وہ ایک زندہ جاوید ملت ہے۔ اس کو قیامت تک رہنا ہے زندگی تبدیلیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔

زندگی تبدیلیوں کا نام ہے

زندگی نام ہی تبدیلیوں کا ہے تو زندہ رہنے کیلئے تو تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے وہ زندہ نہیں جو تبدیلیوں سے نہ گزرے، نشیب وفراز سے نہ گزرے، وہ درخت شاداب نہیں ہے، جس میں بہار وخزاں نہ آئے جس میں پت جھڑ نہ ہو جس کی شاخیں نہ چھانٹی جائیں اس کو کوئی دیوار کا نقش اس کو فن تعمیر کا نمونہ کہہ لیجئے اس کو آثار قدیمہ کی کوئی چیز کہہ لیجئے لیکن درخت اسی کو کہیں گے کہ جو ان تمام مرحلوں سے گزرتا ہے کبھی بہار آئے تو ایسی بہار آئے کہ اس کی پتی پتی مسکرا رہی ہو اس کی رگ رگ ہنس رہی ہو اور اس کے چاروں طرف مسرتیں برس رہی ہوں اور خزاں آئے تو ایسی آئے کہ وہ پورا درخت نوحہ کناں اور مرثیہ خواں ہو اور اس کو دیکھ کر لوگوں کے آنسو نکل آئیں گے مگر درخت وہی ہے جو بہار سے بھی گزرے یہ امت ایک سدا بہار درخت ہے یہ امت کوئی فن تعمیر کا نمونہ نہیں یہ امت کوئی تاج محل نہیں یہ امت کوئی قطب مینار نہیں جو کھڑا ہے تو کھڑا ہے تاج محل بن گیا تو بن گیا۔ نہیں یہ ایک درخت ہے اور درخت میں شادابی بھی آتی ہے اور خشکی بھی آتی ہے تو امت کیلئے ان تبدیلیوں سے گزرنا ناگزیر ہے لیکن ایک چیز ہے جو نا قابل تبدیل ہے وہ اس امت کا خدا کے ساتھ تعلق اس امت کا شریعت سے تعلق ہے۔ فاتح ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ مفتوح ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ قلیل ہو جب بھی روزہ رکھے گی کثیر ہو جب بھی روزہ رکھے گی۔ اور اگر اس کو فتح ملے گی تو اسی نماز روزہ کے راستہ سے ملے گی اور اگر ذلت اس کے نصیب میں آئے گی تو اس میں کوتاہی کرنے کے سبب آئے گی۔ اس لئے یہ تبدیلیاں اس کی خارج میں ہیں لیکن اس کے اندرون میں، ملت کے اندرون میں کوئی تبدیلی نہیں اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔ جہاں کہیں اور جس خطہ زمین میں ہو نماز پڑھتی ہوئی نظر آئے گی۔ روزہ رکھتی ہوئی نظر آئے گی۔ سب نہیں لیکن اس کی اتنی بڑی تعداد جو یہ ثابت کرتی ہے کہ ابھی دین زندہ ہے اور ابھی قیامت نہیں آئی اور امت نے مجموعی انحراف اور ارتداد کا راستہ اختیار نہیں کیا ہے آج ہم مرکز اسلام سے اتنی دور جگہ پر بیٹھ کر یہاں جو لوگ ہیں کم سے کم ان کے بارے میں یہی خیال کیا جا سکتا ہے اور کرنا چاہئے کہ ان سب نے روزہ رکھا ہے اور آج وہ عید کا انعام لینے یہاں آئے ہیں۔

باغی اور سرکش نہیں بلکہ گنہگار اور قصوروار

اپنے مالک کے سامنے سر جھکا کر اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر کے دوگانہ شکر ادا کر کے وہ زبان حال اور

زبان حال دونوں سے یہ کہہ رہے ہیں، مالک جیسا روزہ رکھنا چاہئے ہم نے ہرگز نہیں رکھا' جیسی نمازیں پڑھنی چاہئیں ہم نے ہرگز نہیں پڑھیں، قبل اس کے کہ ہمارے خلاف گواہیاں گزریں، ہم گواہی دینے کیلئے تیار ہیں اور قسم کھا کھا کر کہنے کیلئے تیار ہیں۔ **ماعبدناک حق عبادتک**' ہم سے ہرگز روزہ نہیں رکھا گیا اور قبل اس کے کہ روزہ ہمارے خلاف گواہی دے، ہم خود اقراری مجرم ہیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہم سے کوئی حق ادا نہیں ہوسکا لیکن تیرا حکم تھا ہم نے کم سے کم اس قانون کو باقی رکھا کم سے کم اس سے بغاوت نہیں کی۔ ہم مقصر ہیں، ہم گناہ گار ہیں۔ قصوروار ہیں لیکن باغی اور سرکش نہیں وہ جو کسی نے مثال دی کہ ایک شخص ایک پھٹا' میلا کچیلا اور جگہ جگہ سے پھاڑ دیا گیا ہوا ایسا پھٹا ہوا نوٹ لے کر جاتا ہے ایک بینک ایک کاؤنٹر پر جہاں نوٹ بنتے ہیں اور کہتا ہے یہ نوٹ ہمارا خراب ہوگیا ہے اسے بدل دو' کلرک یہ نہیں پوچھتا کہ تم نے نوٹ کی یہ گت کیوں بنائی بلکہ فوراً نیا نوٹ دے دیتا ہے۔ لیکن ایک شخص جاتا ہے اور وہ جا کر کھڑے نوٹ لے کر کہتا کہ لیجئے ہے آپ کے نوٹ کی یہ اوقات ہے میری نگاہ میں اور پھاڑ دیتا ہے تو فوراً اسے پکڑ لیا جاتا ہے اور وہ باغی قرار پاتا ہے اور کہا جاتا ہے تم نے حکومت کی توہین کی۔

تو خدایا ہم نوٹ کو پھاڑنے والے نہیں، ہم میلا کچیلا نوٹ لے کر آئے ہیں تیرے حضور میں، ہم اس کے متمنی ہیں تو اس میلے کچیلے پھٹے ہوئے نوٹ کی جگہ ہمیں ایک صاف نوٹ عطا فرما جس سے کہ تیرے بازار آخرت میں ہم سودا خرید سکیں اور وہاں ہم کاروبار کرسکیں اور وہاں سے ہم پار ہوسکیں "**اولئک یبدل الله سیاتهم حسنات**" کا کیا مطلب ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ ہم تمہارے گناہ معاف فرمادیں گے بلکہ سیئات کو حسنات سے بدل دیں گے یہ نہیں کہ سو روپیہ کا نوٹ تم لائے تھے پھٹا ہوا تو کہہ دیا کہ کوئی مواخذہ نہیں بلکہ ایک نوٹ چھپا ہوا جو ابھی ٹکسال سے نکلا ہے وہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا جائیگا کہ اب یہ نوٹ ہے اس نوٹ کی جگہ پر "**فاؤلئک یبدل الله الخ**" خدایا ہم ایسا ہی پھٹا ہوا نوٹ کیا نامہ اعمال لے کر آئے ہیں تو کریم ہے' تو نکتہ نواز ہے تو غفور الرحیم ہے ہمارے روزے اور ان کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہے' دنیا کو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو' کراماً کاتبین کو معلوم ہے۔ تیرے فرشتوں کو معلوم ہے اور ان کو بھی معلوم نہ ہو' میاں عاشق و معشوق رمزیست' کراماً کاتبین را ہم خبر نیست' ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہرگز تیرے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ وہ تراویح جس کا ڈنکا بجتا تھا جس کی ہم نے دھوم مچائی تھی اس تراویح کا حال ہم کو معلوم ہے کہ امام شروع کرنے کے بعد ہم اس مراقبہ میں رہتے تھے کب ختم کرتا ہے آج کتنا پڑھے گا اور اللہ اس کو توفیق دے

کہ جلدی ختم کرے گھنٹہ پر ہمارے کان لگے ہوئے۔ قرآن کی آواز سے زیادہ گھڑی پر ہمارے کان اور ہماری نگاہیں لگی ہوئی ہیں کہ جلد ختم ہو یہ تراویح، ہم تیرے حضور میں کیا پیش کریں۔ اس کے بعد کی جو نمازیں ہیں تو ان کا وجود ہی کتنا ہوا اور اگر ان کا وجود ہوا تو وہ وجود گفتہ نا گفتہ بہ ہیں۔ وہ وجود عدم وجود سے بدتر، ہم تو کوئی چیز تیرے سامنے پیش نہیں کر سکتے، مگر ہاں ہم وہی قصوروار ہیں۔ وہی ہم مفلس ہیں، وہی ہم غریب ہیں، جو پھٹا ہوا نوٹ لے کر اور نوٹ بھی سو کا نہیں بلکہ ایک روپے کا اور اگر اس سے بھی کم کوئی سکہ ہوتا وہ نوٹ لے کر تیرے حضور آئے ہیں۔ اب تیرے کریم دربار سے امید ہے کہ تو ہم کو اس کے بجائے ایک اجلا اور ایک چمکدار محمدی ٹکسال سے نکلا ہوا نوٹ اپنی کریم درگاہ سے نکلا ہوا نوٹ تو ہمارے ہاتھ میں رکھ دے گا اور کہے گا کہ آج سے یہ تمہارا نوٹ ہے اس نوٹ کو بھول جاؤ ہم نے بھی محو کر دیا اس کو اور تم بھی اپنے حافظہ سے اس کو یاد محو کر دو، شرمندگی کی بالکل ضرورت نہیں۔ بس یہی عید کا مطلب ہے تم خدا کے سامنے وہی اپنی نمازیں اور روزے لے کر آئے اور آج ہمیں یہ جرأت ہوئی کہ ہم اس کے سامنے آئیں اور شکر ادا کریں شکر کس بات کا شکر ہوتا ہے۔ نعمت کا کیا ہم نے اس نعمت کی قدر کی لیکن اسی نے یہ کہا کہ جیسے بھی تم روزے رکھو ہمارا قانون پورا کر دو تم ...... ہے کہ تم عید کے دن آؤ اور پھر وہی حق نہیں بلکہ تم اچھے کپڑے پہن کر آؤ، غسل کر کے آؤ یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ غلاموں کی علامتیں لگا کر کے اور سیاہ پوش ہو کر کے ہم آتے کہ ہمارے روزے سیاہ پوش تھے۔ ہماری نمازیں سیاہ پوش تھیں، ہمارا نامہ اعمال سیاہ پوش تھا تو ہم سیاہ پوش ہو کر آتے۔

کریم کا احسان

لیکن اس کریم نے ہم کو اجازت دی کہ نہیں اچھے کپڑے پہن کر آؤ، عطر و خوشبو لگا کر آؤ ایک دوسرے کو مبارکباد دو اور آ کر دوگانہ شکر ادا کرو کہ دنیا یہ سمجھے کہ تم سے بہتر کسی نے روزے نہیں رکھے اور تم سے بہتر نمازیں کسی نے نہیں پڑھیں تو یہ اس کا کرم ہے۔ محض ہم تو اس کی چیز کو بگاڑتے ہیں اور وہ ہمیں بناتا ہے ہم اس کو عیب دار کرتے ہیں اور وہ ہمیں سنوارتا ہے ہمارا معاملہ اس کی ہر نعمت کے ساتھ یہی ہے۔ پھل کھاتے ہیں خراب کر دیتے ہیں کپڑا پہنتے اور میلا کر دیتے ہیں۔ لطیف غذائیں ہم کھاتے ہیں اور وہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں کہ آدمی اس کے پاس سے نہیں گزر سکتا اور اسی سے ملتا جلتا معاملہ ہمارے اس کے احکام اور فرائض اور عبادت کے ساتھ بھی ہے۔ اس کے باوجود ہمیں رزق دے رہا ہے۔ وہ ہم پر عنایت کی نگاہیں کر رہا ہے۔ تو ہم

اسی کے حکم سے اور اسی کو دیئے ہوئے حوصلہ سے یہاں آئے ہیں ورنہ ہم کیا اور ہمارا حوصلہ کیا۔ ہم نے کیا روزے رکھے کیا نمازیں پڑھیں۔ لیکن ہم وہی نمازیں لے کر اس کے حضور آئے ہیں اور دو رکعات کا اضافہ کرتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ جواب ملتا غیب سے آواز آتی ہے کہ

تو کارز میں رانکو ساختی
کہ برآسماں نیز پر داختی

تم نے فرض ہی کون سے اچھے پڑھے تھے کہ دوگانہ شکر ادا کرنے آئے ہو لیکن وہ کریم کہتا ہے۔

فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً. اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد.

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

دوسرا خطبہ

عیدالفطر اسلامی تہوار

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم ولعلکم تشکرون

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

روزہ دار کیلئے دوخوشیاں

بزرگان محترم و برادران عزیز! اللہ جل شانہ کا اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں رمضان المبارک عطا فرمایا اور اس مہینے کی برکتوں سے ہمیں نوازا اور اس میں روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور پھر اس مبارک مہینے کے اختتام پر اس مہینے کی انوار و برکات سے مستفید ہونے کی خوشی میں ''عیدالفطر'' عطا فرمائی۔

حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کیلئے دوخوشیاں رکھی ہیں ایک خوشی وہ ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ قیامت کے روز اپنے پروردگار سے جاکر ملاقات کرے گا۔ اصل خوشی تو وہی ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت نصیب ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان کو یہ خوشی عطا فرمائے آمین۔

افطار کے وقت خوشی

لیکن اس آخرت کی خوشی کی تھوڑی سی جھلک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی رکھ دی ہے۔ یہ وہ خوشی ہے جو افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ پھر یہ افطار دوقسم کے ہیں ایک افطار وہ ہے جو روزانہ رمضان میں روزہ کھولتے وقت ہوتا ہے اس افطار کے وقت ہر روزہ دار کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے! سارے سال کھانے پینے میں اتنا لطف اور اتنی خوشی حاصل نہیں ہوتی جو لطف اور خوشی رمضان المبارک

میں افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ ہر شخص اس کا تجربہ کرتا ہے۔ علماء کرام روزانہ کے اس افطار کو "افطار اصغر" کا نام دیتے ہیں اور دوسرا افطار وہ ہے جو رمضان المبارک کے ختم پر ہوتا ہے جس کے بعد عیدالفطر کی خوشی ہوتی ہے۔ اس کو "افطار اکبر" کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ سارے مہینے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں روزے رکھنے اور اس کی بندگی اور عبادت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عید کے دن خوشی اور مسرت عطا فرماتے ہیں۔ یہ خوشی آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت حاصل ہونے والی خوشی کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے جو اللہ تعالیٰ نے عید کی شکل میں بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

اسلامی تہوار دوسرے مذاہب کے تہواروں سے مختلف ہے

اور یہ بھی اسلام کا نرالہ انداز ہے کہ پورے سال میں صرف دو تہوار اور دو عیدیں مقرر کی گئی ہیں جبکہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور ملتوں میں سال کے دوران بہت سے تہوار منائے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کے تہوار الگ ہیں، یہودیوں کے تہوار الگ ہیں۔ ہندوؤں کے تہوار الگ ہیں، لیکن اسلام نے صرف دو تہوار مقرر کئے ہیں۔ ایک عیدالفطر اور دوسری عیدالاضحیٰ۔ اور ان دونوں تہواروں کو منانے کیلئے جن دنوں کا انتخاب کیا گیا۔ وہ بھی دنیا سے نرالے ہیں۔ اگر آپ دوسرے مذاہب کے تہواروں پر غور کریں گے تو یہ نظر آئے گا کہ وہ لوگ ماضی میں پیش آنے والے کسی اہم واقعہ کی یادگار میں تہوار مناتے ہیں۔ مثلاً عیسائی ۲۵ دسمبر کو "کرسمس" کا تہوار مناتے ہیں اور بقول ان کے یہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا دن ہے۔ حالانکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں۔ لیکن انہوں نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ کی پیدائش کی یاد میں انہوں نے "کرسمس" کے دن تہوار کیلئے مقرر کرلیا۔

جس دن حضرت موسیٰ کو اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون غرق ہو گیا اور موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر چلے گئے۔ اس دن کی یاد میں یہودی اپنا تہوار مناتے ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں بھی جو تہوار ہیں وہ بھی ماضی کے کسی نہ کسی واقعہ کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔

اسلامی تہوار ماضی کے واقعہ سے وابستہ نہیں

جبکہ اسلام نے جو دو تہوار "عیدالفطر" اور "عیدالاضحیٰ" مقرر کئے ہیں ماضی کا کوئی واقعہ اس دن کے ساتھ وابستہ نہیں۔ یکم شوال کو عیدالفطر منائی جاتی ہے اور دس ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اسلام نے نہ تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ قرار دیا نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعہ کو ''عید'' کا دن قرار دیا نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر کے میدان میں فتح حاصل کرنے کو ''عید'' کا دن قرار دیا نہ ہی غزوہ احد اور غزوہ احزاب کے دن کو ''عید'' کا دن قرار دیا اور جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اور بیت اللہ کی چھت سے حضرت بلالؓ کی اذان پہلی مرتبہ گونجی' اس دن کو بھی ''عید'' کا دن قرار نہیں دیا۔ اسلام کی پوری تاریخ اور خاص طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایسے واقعات سے مالا مال ہے۔ لیکن اسلام نے ان میں سے کسی واقعہ کو ''عید'' کا دن قرار نہیں دیا۔

''عیدالفطر'' روزوں کی تکمیل پر انعام

جن ایام کو اسلام نے تہوار کیلئے مقرر فرمایا ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آ کر ختم ہو چکا ہو بلکہ اس کے بجائے ایسے خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور ان کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں عیدیں ایسے موقع پر مقرر فرمائی ہیں جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں۔ چنانچہ عیدالفطر رمضان کے گزرنے کے بعد رکھی ہے کہ میرے بندے پورے مہینے عبادت کے اندر مشغول رہے' پورے مہینے انہوں نے میری خاطر کھانا پینا چھوڑے رکھا' نفسانی خواہشات کو چھوڑے رکھا اور پورا مہینہ عبادت کے اندر گزارا' اس کی خوشی اور انعام میں یہ عیدالفطر مقرر فرمائی۔

''عیدالاضحیٰ'' حج کی تکمیل پر انعام

اور عیدالاضحیٰ ایسے موقع پر مقرر فرمائی جب مسلمان ایک دوسری عظیم عبادت یعنی حج کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ۹ ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو پوری دنیا سے آئے ہوئے لاکھ مسلمان میدان عرفات میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادت کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس عبادت کی تکمیل کے اگلے دن یعنی دس ذی الحجہ کو اللہ تعالیٰ نے دوسری عید مقرر فرمائی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دے دیا کہ ماضی کے وہ واقعات جو ایک مرتبہ پیش آئے اور ختم ہو گئے۔ وہ واقعات تمہارے لئے عید کی بنیاد نہیں' بیشک تمہاری تاریخ ان واقعات سے جگمگا رہی ہے اور تمہیں ان پر فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ

تمہارے آباء واجداد نے یہ کارنامے انجام دیئے تھے لیکن تمہارے لئے ان کا عمل کافی نہیں۔ تمہارے لئے تمہارا اپنا عمل ہونا ضروری ہے، کوئی شخص آخرت میں صرف اس بنیاد پر نجات نہیں پائے گا کہ میرے آباء واجداد نے اتنے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے بلکہ وہاں پر ہر آدمی کو اپنے عمل کا جواب دینا ہوگا۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا کہ

تھے تو وہ آباء تمہارے مگر تم کیا ہو ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

لہٰذا محض پرانے واقعات پر خوشی مناتے رہنا صاحب ایمان کیلئے یہ کافی نہیں بلکہ خود تمہیں اپنے عمل کو دیکھنا ہے۔ اگر تمہارے اپنے عمل کے اندر اچھائی ہے تو خوشی منانی ہے اور اگر برائی ہے تو رنج کرنا اور ندامت کا اظہار کرنا ہے۔

عید کا دن ''یوم الجائزہ'' ہے

بہرحال! یہ عیدالفطر خوشی منانے کا اور اسلامی تہوار کا پہلا دن ہے۔ حدیث میں اس کو ''یوم الجائزہ'' بھی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورے مہینے کی عبادتوں پر انعام دیئے جانے کا دن ہے جو ''مغفرت'' کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جانے کے بعد عید کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اصحاب ایمان کی طرف اشارہ کر کے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔

انسان کی تخلیق پر فرشتوں کے اعتراض کا جواب

اس لئے فخر فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا جارہا تھا تو ان فرشتوں نے اعتراض کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک. (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

آپ مٹی کے اس پتلے کو پیدا کر رہے ہیں جو زمین پر جا کر فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ایک دوسرے کے گلے کاٹے گا اور ہم آپ کی تسبیح و تقدیس کیلئے کافی ہیں۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **انی اعلم مالا تعلمون** (سورۃ البقرۃ)

میں اس مخلوق کے بارے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں کہ اس مخلوق کے اندر اگرچہ میں نے فساد کا مادہ بھی رکھا ہے۔ فساد پھیلانے کی بھی صلاحیت اس کے اندر موجود ہے

لیکن اس کے باوجود جب یہ مخلوق میرے حکم کی تعمیل کرے گی اور عبادت اور بندگی کرے گی تو یہ تم سے بھی آگے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تمہارے اندر میں نے فساد کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ چنانچہ اگر تم گناہ کرنا بھی چاہو تو گناہ نہیں کر سکتے نہ تم کو بھوک لگتی ہے نہ پیاس لگتی ہے۔ نہ تمہارے دل میں جنسی اور نفسانی خواہشات پیدا ہوتے ہیں۔ تمہیں تو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ بس ''اللہ اللہ'' کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ لیکن اس انسان کو بھوک بھی لگے گی، پیاس بھی لگے گی، جنسی خواہشات بھی پیدا ہوں گی اور جب میں اس مخلوق سے یہ کہہ دوں گا کہ مت کھانا، جب میں اس سے کہہ دوں گا کہ مت پینا تو اس حکم کے نتیجے میں انسان سارا دن اس طرح گزار دے گا کہ اندر سے پیاس لگ رہی ہوگی۔ فریج میں ٹھنڈا پانی موجود ہوگا۔ کمرے میں دوسرا کوئی انسان دیکھنے والا نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود صرف میرے ڈر سے اور میری عظمت کے خیال سے اور میرے حکم کی اطاعت میں یہ اپنے ہونٹوں کو خشک کئے ہوئے ہوگا۔ اس صفت کی وجہ سے یہ انسان تم سے بھی آگے بڑھ جائے گا۔

آج میں ان سب کی مغفرت کر دوں گا

بہر حال! عیدالفطر کے دن جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہی فرشتوں کے سامنے جنہوں نے اعتراض کیا تھا، فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! یہ ہیں میرے بندے جو عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور بتاؤ کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کو کیا صلہ ملنا چاہئے؟ جواب میں فرشتے فرماتے ہیں کہ جو مزدور اپنا کام پورا کرلے اس کا صلہ یہ ہے کہ اس کو اس کی پوری پوری مزدوری دے دی جائے۔ اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں میں نے رمضان کے مہینے میں ان کے ذمے ایک کام لگایا تھا کہ روزہ رکھیں اور میری خاطر کھانا پینا چھوڑ دیں اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں۔ آج انہوں نے یہ فریضہ پورا کرلیا اور اب یہ اس میدان کے اندر جمع ہوئے ہیں اور مجھ سے دعا مانگنے کیلئے آئے ہیں۔ اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں۔ میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں۔ اپنے علو مکان کی قسم کھاتا ہوں کہ آج میں سب کی دعائیں قبول کروں گا اور میں ان کے گناہوں کی مغفرت کروں گا اور ان کی برائیوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب روزہ دار عیدگاہ سے واپس جاتے ہیں تو اس حالت میں جاتے ہیں کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔

عیدگاہ میں نماز ادا کی جائے

یہ کوئی معمولی انعام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے مجمع کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کیلئے اس بات کو سنت قرار دیا کہ مسلمان بڑی سے بڑی تعداد میں کھلے میدان میں جمع ہوں اور مجمع کثیر ہو کیونکہ مجمع جب بڑا ہوگا تو اس مجمع میں نہ جانے کس اللہ کے بندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے مجمع پر فضل فرمادیں۔اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی تو ایسی ہے کہ اگرچہ انعام کے مستحق تو چند افراد ہوتے ہیں جنہوں نے صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو مجھ جیسے ناکارہ بھی اگر وہاں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ان چند افراد کی تو مغفرت کردوں اور باقی لوگوں کی نہ کروں۔یہ میری رحمت سے بعید ہے۔لہٰذا سب کو اپنے فضل وکرم سے نواز دیتے ہیں۔

اپنے اعمال پر نظر مت کرو

لہٰذا یہ عید کا دن جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا اور اس دن میں عید کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔یہ زندگی کے اندر انقلاب لانے والا واقعہ ہے۔اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان شاء اللہ سب کی مغفرت فرمادی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی امید رکھنی چاہئے۔ہمارے دلوں میں یہ جو خیالات آتے ہیں کہ ہم نے بے شک عبادت تو کرلی لیکن اس عبادت کا حق تو ادا نہ ہوسکا کیا ہمارے روزے' کیا ہماری نمازیں' کیا ہماری تلاوت' کیا ہمارا ذکر و تسبیح' نہ اس میں خشوع وخضوع ہے نہ اس میں آداب کی رعایت ہے نہ اس میں شرائط پوری ہیں۔لہٰذا ان عبادات کے نتیجے میں کیسے یہ امید باندھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان عبادات کو قبول کرکے ہماری مغفرت فرمادی ہوگی۔

ان کے فضل سے امید رکھو

خوب یاد رکھیں! اپنے اعمال کے ذریعہ تو امید نہیں باندھنی چاہئے' کیونکہ ہمارے اعمال تو اس لائق ہی نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل ہوں ان کے شایان شان ہوں۔ ہاں' انکی رحمت سے ضرور امید باندھیں' ان کے فضل وکرم سے امید باندھیں' بے شک یہ اعمال ہماری نسبت سے کھوٹی پونجی ہے لیکن ان کی رحمت سے امید ہے کہ ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی قبول فرمالیں گے۔جب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں میں تبدیل

کردوں گا۔ یعنی یہ اعمال جوتم ہماری بارگاہ میں پیش کررہے ہو۔ اس میں بہت سی خامیاں ہیں اور بہت سی برائیاں ہیں لیکن جب تم میری خاطر یہاں آئے ہوتو میں تمہاری برائیوں کوبھی اچھائیوں سے بدل دوں گا۔ لہٰذا ہر مومن کو یہ امید رکھنی چاہئے کہ اس رمضان میں میری مغفرت ہوگئی اس لئے کہ جب انہوں نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو ضرور کردی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جوشخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں گے اور مجھے جنت میں داخل کردیں گے ایسا شخص اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور جوشخص اپنے عمل پر بھروسہ کررہا ہے کہ میں نے چونکہ اچھا عمل کیا ہے۔ اس لئے میں ضرور جنت میں جاؤں گا ایسا شخص بھی اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ عمل بھی کئے جاؤ لیکن اپنے عمل پر بھروسہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرو۔

عمل کئے بغیر امید باندھنا غلطی ہے

عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھنا اس لئے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ میری رحمت اس شخص پر متوجہ ہوتی ہے جو عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص عمل ہی کچھ نہیں کرتا بلکہ غفلت میں وقت گزار رہا ہے تو ایسے شخص کو یہ جان لینا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اسی طرح شدید العقاب بھی ہے اس لئے جوشخص عمل کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدیں باندھ رہا ہے وہ درحقیقت اپنے کو دھوکہ دے رہا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص نے عمل کرلیا اور قدم آگے بڑھادیا لیکن اس میں نقص اور کوتاہیاں رہ گئیں تو چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے قدم بڑھایا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادیتے ہیں اور اس کی کوتاہیوں کو درگزر فرما کران کو حسنات سے بدل دیتے ہیں۔ لہٰذا عمل بھی کرتے رہو اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرو۔

یہی معاملہ ہمارا ہے نہ ہمارے روزے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں نہ تراویح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہیں۔ نہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہے لیکن اگر ان کی رحمت پر نظر کریں تو وہ یہ فرمارہے ہیں کہ میں تمہاری برائیوں کو بھی حسنات سے بدل دوں گا اس لئے امید یہ رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا فرمایا ہے اور ہماری مغفرت فرمادی ہے۔

آئندہ بھی دل اس دل کو صاف رکھنا

اور مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے باطن میں گناہوں کا جو میل کچیل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دھوکر صاف کر دیا اب تم سب سفید صاف ستھرے دھلے ہوئے کپڑے کے مانند ہو۔ اب صاف کپڑے کی حفاظت کرنا' کیونکہ کپڑا جتنا سفید صاف اور دھلا ہوگا اتنا ہی اس پر دھبہ برا معلوم ہوگا اور اگر کپڑا پہلے سے میلا ہے اس پر داغ دھبے لگے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک داغ اور لگ جائے تو پتہ بھی نہیں چلے گا لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آج عید کے دن ہمیں اور آپ کو دھوکر صاف اور اجلا کر دیا تو اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس کپڑے کی حفاظت کریں اور اب گناہ کا دھبہ نہ لگے۔ اب اس پر معصیت اور نافرمانی کا داغ نہ لگے اور اس فکر میں رہو کہ اگر داغ لگ بھی گئے تو اگلے رمضان میں دوبارہ دھل جائیں گے۔ ارے کس کو معلوم ہے کہ اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو' کس کو معلوم ہے کہ آئندہ گناہ سے توبہ کی توفیق ملے گی یا نہیں' لہٰذا آئندہ آنے والی زندگی میں گناہ کے دھبہ سے بچنے کی پوری کوشش کرو۔

خلاصہ

بہر حال جو آیت میں نے شروع میں پڑھی تھی کہ:

ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھدکم ولعلکم تشکرون

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)

یعنی میں نے یہ عید کا دن ایسے موقع پر مقرر کیا ہے کہ جس میں تم رمضان کے روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ شکر گزار بننے کا راستہ یہی ہے کہ جس ذات نے تمہاری برائیوں کو بھی حسنات سے بدل دیا ہے اس کی نافرمانی سے اور گناہوں سے اور معصیتوں سے آئندہ زندگی کو بچانے کی فکر کرو۔

آج کا دن ہمارے اور آپ کیلئے الحمدللہ خوشی کا دن بھی ہے فرحت کا دن بھی ہے اور اللہ کی رحمت سے مغفرت کی امید رکھنے کا دن بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس فریضے کی ادائیگی کی توفیق بھی عطا فرمائے اور آئندہ زندگی کو گناہوں سے معصیتوں سے اور نافرمانیوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسرا خطبہ

اعمال رمضان کا تحفظ و شکر

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے بزرگوں کا یہی طریقہ ہے۔ رمضان سے قبل کچھ کام کرنے کی باتیں کرتا ہوں اور رمضان کے بعد اس کی نعمتوں کا شکر۔

اللہ پاک نے ہم کو توفیق بغیر استحقاق کے عطا کی ہے اور یہ ان کی عطا ہے بندہ کی اس میں کوئی خصوصیت شامل نہیں جس کام کی بھی اس ماہ میں توفیق عطا ہوگئی اس پر شکر ادا کیجئے۔ الحمدللہ مجھے اللہ کے دونوں انعامات اس ماہ میں حاصل ہوئے عزیمت میں بھی اور رخصت میں بھی۔ چنانچہ کچھ روز کے لیے بندہ بوجہ علالت روزے نہ رکھ سکا اور اس طرح رخصت پر بھی عمل کی توفیق مل گئی۔ سبحان اللہ اللہ پاک جب رخصت دینا چاہتے ہیں اس چاہنے کی محبت تو دیکھ......

ہم لوگ اکثر فضائل کو ترک کر دیتے ہیں اللہ کی دی ہوئی چیزوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قبل اذان مسجد میں جانا تکبیر اولیٰ میں شریک ہونا صف اول میں بیٹھنا تو بھائی یہ فضیلتیں کیوں نہیں حاصل کرتے۔ کس چیز نے تم کو روکا ہے "عزیمت ان کی منشاء ہے اور رخصت ان کی عطا ہے۔"

ارے جس کو یہ خیال بھی آ گیا ہو کہ ہماری توبہ قبول نہیں ہوئی تو اس خیال پر بھی توبہ کرنی چاہیے کوئی تذبذب نہ کیجیے توبہ ضرور قبول ہوگی ہاں اب حفاظت رہ گئی اپنے اعمال کی تو سارے سال کے لیے اعمال کی حفاظت ضروری ہے اور بزرگوں نے کہا ہے سب سے اچھا یہ ہے کہ روز کے اعمال پر بھی روز توبہ کرلو۔

رمضان کا مہینہ تو آیا اور سب کچھ دے کر چلا گیا۔ ایک شب ایسی تھی جس کی نعمتوں کا کوئی ادراک بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک نے فرمایا: اے ہمارے حبیبؐ ہم عنقریب تم کو اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں راضی ہی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری ساری اُمت نہ بخشی جائے گی۔

ارے تم کیا جانو شب قدر کیا ہے اور واقعی ہمارے ادراک کہاں کہ ہم سمجھ سکیں کتنے احسانات

ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے اوپر اور کسی کو درود شریف پڑھنے کی توفیق بھی دینا ان ہی کی عطا ہے اور یاد رکھو کسی کار خیر کی توفیق ہو جانا نشانی ہے اس عمل کے مقبول ہو جانے کی۔

تو اپنے گناہوں کا وزن نہ بڑھایئے روزانہ کا حساب روز کر لیں۔ صبح کو اُٹھ کر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اپنی کوتاہیوں پر تاسف اور خدا سے توفیق مانگئے، نیک اعمالی کی اور گناہوں سے توبہ کیجئے اور حادثات اور دنیا کے فتنوں سے پناہ مانگئے اور ارادہ کر لیجئے کہ ہم سارے دن اچھے کام کریں گے، اور برے کاموں سے بچیں گے اور پھر رات کو سوتے وقت سارے دن کے گناہوں کی فہرست پر نظر ڈالئے اور معافی طلب کیجئے۔ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ روزانہ توبہ کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ جس دن تمہاری موت آئے گی صرف اسی دن کے گناہ تم پر رہ جائیں گے اور وہ بھی خدا کی ذات سے امید ہے کہ معاف ہو جائیں گے۔ ایک ہر وقت خطا کار سمجھو اپنے آپ کو اور مراقبہ روزانہ کیا کرو کہ قبر میں کیا ہوگا؟ حشر میں کیا ہوگا؟ گناہوں پر عذاب اور نیکیوں پر انعامات کیا ملیں گے؟

اس پر روزانہ سوچا کیجئے اور کسی مخلوق کے سامنے یہ نہ کہا کیجئے کہ میں گناہ گار ہوں۔ صرف خدا کے آگے اپنی گناہ گاری کا اعتراف کیا کرو اور خدا کا پھر شکر ادا کرو کہ گناہ گار ہونے کے باوجود اللہ پاک نے ستاری فرمائی اور تم کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا نہیں کیا۔ اے اللہ! جس طرح دنیا میں آپ نے ہماری ستاری کی ہے اس طرح روز محشر بھی ہماری ستاری فرمایئے اور دین و دنیا کی رسوائی سے محفوظ رکھئے۔

اللہ پاک فرماتے ہیں بہت سی چیزیں تم ناپسند کرتے ہو اور ہم جانتے ہیں کہ وہ تمہارے لیے اچھی ہیں تمہاری کیا عقل کیا فہم کیا ادراک اللہ جل شانہ کی مشیت میں ایک شمہ برابر کسی کا تصرف نہیں ہو سکتا۔

اب اگر واقعی ناگواری آتی ہے تو تم (انا للہ وانا الیہ راجعون) کہو اور ہر چیز کو اللہ پاک کی طرف منسوب کرو۔ تم کیوں اپنی رائے کو دخل دیتے ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہوتا اور یہ ہوتا تو ایسا ہوتا ارے جو کسی وہم وگمان میں بھی نہ ہو۔ اللہ پاک اپنی مشیت سے وہ کر کے دکھلا دیتے ہیں۔ صاحب ایمان کے لیے ہر دم فتح ہے۔ تمہاری عالم اسباب پر نظر کیوں جاتی ہے، خالق عالم کی مشیت پر کیوں نظر نہیں، خدا کی مشیت میں شر تو ہو ہی نہیں سکتا جس کو خود اپنی کامیابی کا یقین نہ ہو وہ بڑی اکثریت سے کامیاب ہو جائے اس میں سوائے مولا کی منشاء کے اور کچھ نہیں۔

ہاں جن کو اپنی جمعیت پر ناز تھا ان کو ان کے ناز نے اور غرور نے مارا اور جنہوں نے عالم ہو کر نفاق کا بیج بویا ان کو ان کے نفاق نے ڈبویا۔

کیا کسی عالم کے دل میں خدا کا بھی خوف تھا یہ لوگ چاہے عالم ہوں یا نہ ہوں لیکن کسی اللہ والے کی صحبت میں نہیں بیٹھے' ان کو خودنمائی اور نفاق نے ڈبودیا' اللہ نے ان کو ہوا خیزی کر دی۔

عالم کا یہ کام نہیں کہ لوگوں کو خطرہ سے آگاہ کرنے کھڑا ہو اور خود اسی دلدل میں کود پڑے۔

بہر حال اس میں بھی بہتری ہے' بڑے بڑے سیاستدان غوطہ کھا گئے وہ تو بیچارے ابھی کیا ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کسی کو برا کہیں نہ بھلا کہیں بس خدا کی مشیت پر راضی ہو جایئے۔ یہ بھی ایک سمجھنے کی بات ہے کہ اگر یہ جماعتیں اتنی کثرت سے اپنا پروپیگنڈہ نہ کرتیں اور سامنے آ کر کھڑی نہ ہوتیں تو بغیر دنگا فساد اور خونریزی کے کام نہ ہوتا۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے اور کیا تعجب ہے کہ انہیں کو خدا ہدایت عطا فرمادے وہ تو جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں تو ہم اپنے احباب سے یہی کہتے ہیں کہ الگ ہو کر رہوان تمام فتنوں سے۔

بزرگوں سے پوچھا کہ حضرت جیسے بزرگوں کی کرامتیں سنی ہیں' آج ایسے بزرگ دکھائی نہیں دیتے؟ جواب دیا ہر زمانہ میں کرامت والے بزرگ کم ہی رہے ہیں تم نے سارے کرامت والے بزرگوں کی ایک کتاب کسی جگہ ٹھہر کر پڑھ لی ہوگی جو یہ سمجھ بیٹھے کہ سارے بزرگ کرامت والے ہی ہوا کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت کرامت مادی تھی جو نظر آ جاتی تھی اور آج کرامت معنوی ہے تو آج کرامت وہ ہے جس کی صحبت سے نیک کاموں کی توفیق ہو جائے' صفائے باطن ہو اور ذکر الٰہی زبان پر آ جائے اور ایسے لوگ طلب سے ملتے ہیں اگر تم کو طلب ہوگی تو ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں اور اس میں بھی توفیق ایزدی اصل ہے تو میں حفاظت اعمال میں بات کر رہا تھا۔ اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کروانہی اعمال کی کوشش کرو' دیانت' متانت' امانت علم' صبر شکر' عفو خیر خواہی یہ سب آپ کے اخلاق تھے اور یہی دین ہے۔ نظم الاوقات مقرر کرو ہر کام کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند والی چیزوں کو اپناؤ' جس طرح ایک بھنگار چھوٹے سے چھوٹا کیڑہ جو حرکات کرتا ہے سب اللہ پاک کی نظر میں ہے اسی طرح ہمالیہ پہاڑ بھی اس کی نظر میں ہے کوئی بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔

ارے ایمان کی قدر کرو اور اس کی حفاظت کرو۔ اللہ پاک قرآن میں جگہ جگہ ارشاد فرماتے ہیں ارے ایمان والو! اے لوگو جو ایمان لائے۔ سبحان اللہ کیسے اچھے کتنے پیارے الفاظ ہیں جو ان الفاظ میں اپنے بندہ کو یاد کرے وہ اپنے بندوں کے دلوں کی باتیں نہیں جانتا؟ ارے کس غفلت میں پڑے ہو۔

مخاطب خاص کون ہے ان الفاظ سے اللہ پاک کا اے مرد مسلم صرف تیری ذات ہے جب وہ بار بار کہتے ہیں اے ایمان والو! تم فوراً کیوں نہیں بول اُٹھتے۔ اے رب ہمارے' اے

معبود ہمارے اے پالنے والے ہمارے وہ تو تم سے مخاطب ہیں اور تم دوسری طرف دیکھ رہے ہو، تمہاری زبان پر کیوں اس کا ذکر جاری نہیں ہوتا، کیسی غفلت ہے۔

میں ہوں بزم دوست میں اور دل ہے محو غیر دوست
وائے محرومی کہاں بہکا چلا جاتا ہوں میں

یا اللہ ہم کو اس محرومی اور غفلت سے بچائیے۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو ایمان عطا فرمایا ہے ہم سے اس کی حفاظت بھی نہیں ہو رہی۔

یا اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت کیجئے ہم کو نیک اعمال کی توفیق دیجئے،

ہمارے ملک میں اسلامی حکومت قائم کیجئے،

ہمارے رہنماؤں کو جو نادان ہیں، فہم دین اور اپنی کامل اطاعت عطا کیجئے، ہر بلائے زمین و آسماں سے ہم سب کو بچائیے،

ہمارے وجود میں جس نعمت کی ضرورت ہے سب میں پاکیزگی اور اخلاص عطا کیجئے،

ہم کو ہمارے اہل وعیال، دوست احباب اور جمیع اہل اسلام پر فضل کیجئے۔

یا اللہ! ہمارے بیماروں کو شفاء دیجئے، قرض داروں کو قرضہ سے نجات دیجئے، بیروزگاروں کو روزگار اور بے اولادوں کو اولاد عطاء کیجئے، اپنی رضائے کاملہ عطاء کیجئے،

اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، عظمت اور محبت عطاء کیجئے۔

یا اللہ! جن اہل حق لوگوں سے آپ نے ہم کو نسب عطاء کی ہے ان کے درجات میں ترقی عطاء کیجئے، ان کو صحت وعافیت نصیب کیجئے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر کیجئے۔ آمین یارب العالمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چوتھا خطبہ

خطبہ عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جوان پر ہے پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے۔ قسم ہے عزت و جلال کی اور اپنے کرم کی اور علو (شان) کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی' میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر اپنے بندوں سے (خطاب) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے' (آنحضرتؐ نے) ارشاد فرمایا پس وہ (نماز کے بعد) بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) اور صدقہ فطر کا مسئلہ اوپر گزر چکا ہے اس جگہ دو مسئلے اور لکھے جاتے ہیں۔'' ایک یہ کہ:

حدیث ۳- ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر) روزے رکھے۔'' (مسلم)

ف: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس رمضان کے روزہ رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا' چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دو ماہ کا ثواب حاصل ہو گیا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے:

حدیث ۴- ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت پڑھا کرتے تھے۔'' (عین ابن ماجہ)

آیات مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بیشک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ دی (یعنی صدقہ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی) پھر نماز پڑھی۔ (عبید بن حمید اور ابن المنذر) نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر اور نماز سے عید مراد ہونا نقل کیا ہے (کذا فی الدر المنثور) اور حضرت مؤلف سلمہ نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر ذکر اسم ربہ سے راستے میں تکبیر کہنا مراد لے لیا جاوے تو بعید نہیں۔۱۲''

اضافہ: (الف): اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) تشریف لائے اور ان (اہل مدینہ) کے لیے دو دن تھے (جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان دونوں کے بدلے میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ بقر عید کا دن اور عید کا۔ (ابوداؤد)

(ب): اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس پکارتے ہیں کہ اے مسلمانو! کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے) اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔ پس تم انعام حاصل کرو پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا۔ پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (اور انعام کا دن) رکھا جاتا ہے۔ (عین جمع الفوائد عن الکبیر)

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو، عزیز و بچو! آج ہم سب رمضان المبارک کے بخیر و خوبی اختتام کے بعد نماز عید الفطر ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ارشاد فرمودہ عبادات پر غور کیجئے اور اسلام کی جامعیت کا اندازہ لگائیے کہ خوشی میں اپنے دربار کی حاضری کا پابند فرمایا اور نماز عید واجب کر دی تا کہ کہیں ہم اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں پروردگار عالم کو نہ بھول جائیں۔ اسی طرح کسی مسلمان کے فوت ہونے کے بعد نماز جنازہ واجب فرما دیا تا کہ دُکھ اور غم میں بھی اللہ تعالیٰ یاد رہیں۔ بہادر شاہ ظفر نے خوب فرمایا:

ظفر اس کو آدمی نہ جانئے گا چاہے ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

بخاری و مسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شَهْرَا عِيْدٍ لاَ يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ وَّذُوْالْحَجَّةِ"، یعنی عید کے دو ماہ کم نہیں ہوتے۔ (رمضان وذوالحجہ)

ذوالحجہ کا ماہ عید ہونا تو ظاہر ہے کہ اس میں عید کا دن ہے لیکن رمضان کو اس وجہ سے عید فرمایا کہ یہ فرحت کا مہینہ ہے کہ ہر روز افطار کے وقت اس میں فرحت ہوتی ہے۔ اس میں روحانی غذائیں ملتی ہیں بلکہ جو حقیقی غذائیں اس ماہ میں ملتی ہیں (افطار کے وقت) وہ تو عید میں بھی میسر نہیں آتیں۔ (لَا يَنْقُصَانِ) یعنی کم نہیں ہوتے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ روزے اُنتیس ۲۹ بھی ہوں گے تو ثواب تیس ۳۰ روزوں ہی کا ملے گا۔ سبحان اللہ!

مولانا نظامیؒ نے لکھا ہے:

شنیدہ زپیراں دینار سنج کہ زر زر کشد راجہاں گنج گنج

کسی بے وقوف نے تجربہ کار کا مقولہ سنا کہ روپیہ روپے کو کھینچتا ہے تو دل میں خیال کیا کہ یہ بڑی اچھی تجارت ہے اور ایک روپیہ لے کر صراف کے یہاں آیا دیکھا روپوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اس میں اپنا روپیہ پھینک کر کھڑا ہو گیا کہ اب یہ روپیہ دوسرے روپوں کو گھسیٹ کر لائے گا۔ کافی دیر کھڑا رہ کر مایوس ہو گیا تو رونے لگا' صراف نے وجہ پوچھی تو میں نے اپنا روپیہ پھینکا مگر وہ اب تک روپے کھینچ کر نہیں لایا۔ صراف نے کہا ارے بے وقوف! تھوڑے روپے کو بہت روپیہ کھینچتا ہے' بہت کو تھوڑا نہیں کھینچتا چوں کہ میرے روپے زیادہ تھے اس نے تمہارے روپے کو کھینچ لیا۔

خدا کے یہاں دونوں قاعدے چلتے ہیں تھوڑے کو بہت کھینچتا ہے جیسے یہاں اُنتیس ۲۹ روزوں نے تیسویں ۳۰ روزے کا ثواب کھینچ لیا اور بہت کو تھوڑا کھینچتا ہے جیسے اول پچاس نمازیں فرض ہوئیں مگر معاف فرمانے کے بعد جب پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا "هي خمس وهي خمسون" یعنی پانچ کو پچاس کے برابر کر دیا گیا تا کہ حسرت نہ ہو کہ ہائے نماز گھٹ گئی تو ثواب بھی گھٹا ہوگا۔

حقیقت عید

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰنِ

''یعنی روزہ دار کو دو فرحتیں ہوتی ہیں اور دوسری فرحت لقاء رب کے وقت جو آخرت کے وقت ہوگی۔ افطار کے وقت ایک خوشی تو اہل ظاہر کو ہوتی ہے کہ کھانا پینا ملا اور ایک خوشی اہل حقیقت کو اتمام عمل کی وجہ سے ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام مجھ سے لے لیا اور روزہ تمام آفات سے منزہ ہو کر پورا ہو گیا۔''

اس حدیث میں گو ظاہراً روزمرہ کے افطار کا ذکر ہے لیکن دلالۃ النص کے اعتبار سے اس میں افطار اکبر (عید الفطر) پر بھی دلالت ہے۔ اس فرحت روحانیہ کا لحاظ فطر اکبر یعنی عید کے روز بھی کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت تام ہوئی اور ماہ رمضان المبارک کے روزے بخیر و خوبی حق تعالیٰ شانہ کی توفیق سے پورے ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پس تکمیل عید معنوی کے لیے یہاں بھی دو غذائیں عطا ہوئیں' ایک ظاہری افطار کے وقت' غذا کی فرحت اور ظاہر بھی ہے کہ اگر روزہ نہ ہوتا تو یہ لطف شربت کا اور کباب کا کہاں آتا۔ اگر کوئی روزہ سے نہ ہو اور تمام دن بھوکا رہے تو افطار کے وقت وہ خوشی کہاں سے ہوگی۔ دوسری باطنی غذا یعنی توجہ الی اللہ اور قرب اور لقاء حق کی فرحت' یہ وہ غذا ہے جس سے کبھی جی نہیں بھرے گا۔

دلا رامے در برد لا رامے جو　　　لب از تشنگی خشک و برطرف جوئے
نہ گویم کہ بر آب قادر نہ اند　　　کہ برساحل نیل مستقی اند

افطار اکبر (عید الفطر) ضیافت حق کا دن ہے وہ جو کہتے ہیں دعوت کا قبول نہ کرنا گناہ ہے یہ دعوت اس کا پورا مصداق ہے۔ چنانچہ اس دن اگر کوئی روزہ رکھے تو گناہگار ہوگا۔ بھلا خدا دعوت کرے اور قبول نہ کرو' نہیں کھانا پڑے گا' یہ افطار اکبر کا دن ہے۔

گر　نستانی　بستم　ے　رسد

دوسری باطنی دعوت مشاہدہ حق جس میں دعوت حسیہ بھی ہے دعوت حسیہ بھی۔ اگر ہماری عید مشاہدہ سے خالی ہے تو عید بے روح ہے کیونکہ عید کی حقیقت ہے مشاہدہ۔ گو حدیث میں لقاء رب کا ذکر ہے مگر مشاہدہ ولقاء ایک ہی ہیں۔ ان عبادات کی روح کا لقب جو روزہ سے متعلق تھیں مجاہدہ تھا تو عید کی روح کا مشاہدہ اسی کو ایک عارف نے کہا ہے:

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست　　　مئے بہ مخانہ بہ جوش آمد و مے باید خواست

اسی کو ہمارے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے ایک

قطعہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے:

عید گاہ ما غریباں کوئے تو — انبساط عید دیدن روئے تو

صد ہلال عید قربانت کنم — اے ہلال عید ما اُبروئے تو

حقیقی عید اُسی کی ہے کہ جس نے جہنم سے عتق حاصل کیا (یعنی رمضان شریف کے حقوق وفرائض ادا کر کے اس کا مستحق بنا) جیل خانہ والوں کے لیے کیا عید ہے ان کے لیے تو وہ عید ہے۔ عید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص جیل خانے سے رہائی پا کر جلسہ اور جشن کرتا ہے۔ عید کی ہیئت ہی اس کو بتلا رہی ہے چنانچہ رہائی کے جلسہ میں چند کارروائیاں کی جاتی ہیں' خوشی منائی جاتی ہے' کچھ تقسیم بھی کرتے ہیں' حاکم کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔

عید میں کیا ہے یہی چیزیں تو ہیں۔ اظہار بشاشت کا حکم ہے تقسیم مال کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا حکم ہے۔ دو رکعت پڑھنے کا بھی حکم ہے جس کا حاصل شکریہ ہے اور اس دن میں صدقہ فطر خرچ کرنے کا بھی امر فرمایا پھر خرچ کرنا بھی ہمارے اختیار میں نہیں رکھا بلکہ اس کو واجب کر دیا۔ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو شاید خرچ ہی نہ کرتے اور اس کا تعین بھی کر دیا۔ اظہار بشاشت کی ہیئت بھی مقرر کر دی ورنہ تم رنڈیاں نچاتے' باجے بجاتے اور دوسرے خرافات کرتے بلکہ اس کی صورت بھی متعین فرما دی کہ غسل کرو' کپڑوں میں سے جو اچھا کپڑا ہو اس کو پہنو' عطر لگاؤ' صدقہ فطر دو' نماز پڑھو۔

اس سے ثابت ہوا کہ عید جشن ہے جب یہ ہے تو جشن کی خوشی اسی کو ہے کہ جس نے حاکم کو راضی کر لیا اور جس نے حاکم کو ناراض کیا اس کی کیا عید اور کیا خوشی؟

رمضان المبارک میں جن مجاہدات کی تعلیم کی گئی وہ سب نہایت لطیف اور ہماری طبیعت اور مذاق کے موافق اور نفع میں سب مجاہدوں سب سے بڑھ کر ہیں کیونکہ دوسرے لوگوں کے تجویز کردہ مجاہدوں میں چند کوتاہیاں تھیں۔ اول تو ان کا اختتام نہ تھا۔ یہاں بڑی رحمت ہے کہ مجاہدہ کو ختم فرما دیا اور وجوبی حکم فرمایا کہ عید کے دن ضرور کھاؤ پیو۔ یہاں تک کہ اس تاریخ پر اگر کوئی مجاہدہ ختم نہ کرے تو وہ مجرم ہے اگر دائمی مجاہدہ ہوتا تو بندے اُکتا جاتے۔ ایک زمانہ آرام کا مقرر فرمایا اس کے بعد پھر مجاہدہ مقرر کیا تا کہ نفس کو نشاط رہے۔ جہاں مجاہدہ کا خاتمہ نہ ہو وہ مجاہدہ ہی کو اصل مقصود سمجھتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے تجویز کردہ مجاہدوں میں چونکہ وحی کی اعانت نہیں تھی اس لیے ان میں تیسیر کی اعانت نہیں' بہت دشواری ہے۔

(یہاں عبادات رمضان میں تفصیل سے ذکر ہوا کہ عین مجاہدہ کے زمانہ میں بھی کتنی

آسانی تھی) چنانچہ بہت مجاہدے ایسے ہیں کہ گوشت، گھی، میوہ جات نہیں اور جب یہ نعمتیں ان کو میسر نہ ہوں گی تو شکر بھی حق تعالیٰ کا ان پر نہ ہوگا۔ (یہاں اس قسم کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ عین افطار کے وقت ہر قسم کی نعمتیں سامنے تھیں جس سے شکر مزید کی توفیق بھی ہوجاتی)۔ تیسری کوتاہی یہ ہے کہ اس قدر مجاہدہ جب کوئی کرتا ہے اس کو عجب ہوجاتا ہے کہ میں بڑا کام کرتا ہوں اور اگر کچھ حاصل نہ ہوا تو اس مجاہدہ کو بیکار سمجھتا ہے۔

عبادات رمضان کے مجاہدات میں اتنی آسانیاں ہیں کہ عجب کا سوال نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہے کہ انہی کے فضل وکرم سے ہمیں روزہ عبادات کی توفیق مل رہی ہے۔

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں

پھر یہ مجاہدہ بےکار بھی نہیں کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی توفیق، ایک روزہ کے بعد دوسرے روزہ کی توفیق، ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق، پہلی نماز، روزہ، نیکی وغیرہ کے مقبولیت کی علامت ہے۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست ویں نماز و سوز و درد ت پیک ماست

چوتھی کوتاہی مجاہدہ کی یہ تھی کہ اگر مجاہدہ میں کوئی ثمرات مرتب ہوں گے تو ان کو حق تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر شکر نہ کرتے بلکہ ان کو اپنے مجاہدے کا ثمرہ سمجھ کر ناز کرے۔ اس لیے ادائے شکر اور اظہار خوشی کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا کہ عیدگاہ میں پہنچ کر دو رکعت نماز عید الفطر مع چھ تکبیرات واجبہ کے واجب فرمائی۔

عورتوں کو بھی عید کی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامّی نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا کَانَ یَوْمَ عِیْدِھِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِھِمْ بَاھٰی بِھِمْ مَلٰٓئِکَتَہٗ فَقَالَ یَا مَلٰٓئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَّفّٰی عَمَلَہٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآؤُہٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرُہٗ قَالَ مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْھِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا اِلَی الدُّعَآءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّھُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّھُمْ○ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

”یعنی جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کردیا ہو؟

وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور میری بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جوان پر ہے' پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے' قسم ہے عزت وجلال کی اور اپنے کرم کی اور علوشان کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی میں ضروران کی دعا قبول کروں گا پھر اپنے بندوں سے خطاب فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم' تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ پس وہ نماز کے بعد بخشے بخشائے لوٹتے ہیں۔ انّ عبادی و امالی سے عورتوں کا بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا ثابت ہوتا ہے اور خوجوا کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز شہر سے باہر ہونی چاہیے لیکن چونکہ شرعی قاعدہ ہے جو عمل عذر کی وجہ سے نہ ہو سکے اس کا اجر ساقط نہیں ہوتا اس لیے نماز عید کا ثواب اب عورتوں کو بھی ملے گا۔"

اس حدیث مبارکہ میں تبدیل سیئات کا ذکر فرمایا۔ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ربانی ہے:"

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُوْلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ "

(مگر جو توبہ کرے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔)

تبدیل سیئات کی متعدد تفسیریں

اس آیت کے قبل بعضی وعیدوں اور بعضے گناہ کرنے والوں کی حالت کا بیان ہے اس کے بعد فرماتے ہیں "**الا من تاب و امن الخ**" جس کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ کا علاج توبہ ہے مگر اس کو سن کر آپ سامعین بد اعتقاد نہ ہو جائیں کہ یہ تو معمولی بات نکلی جو پہلے سے موہوم ہے سوا بھی بات تم نے سنی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے تو ان کے گناہوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا تو خدا تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے باب میں (جبکہ اس کی شرائط بھی پائی جائیں جن میں ایک ایمان ہے کیونکہ کافر کی توبہ مقبول نہیں اور دوسرے عمل صالح ہے) یہ فرمایا ہے کہ اس کی برائیاں مبدل بہ حسنات ہو جائیں گی اور یہ دوسری شرط یعنی عمل صالح قبول توبہ کے لیے تو نہیں ہے کیونکہ بالاجماع خود گناہ معاف ہوتے میں اس کی ضرورت نہیں کہ دوسرے نیک عمل بھی کرے صرف توبہ بطرقہائے کافی ہے لیکن "**اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنت**" یہی وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرمادیتے ہیں) میں اس دوسری شرط کی ضرورت ہے اور تفسیر اس تبدیل سیئات کی مختلف ہے اور

یہ مسئلہ اس آیت سے اس تفسیر کی بناء پر ماخوذ ہے جو میں عرض کر رہا ہوں اور دوسری تفسیر کی بناء پر نہیں لیکن اگر کوئی دوسری تفسیر کو بھی اختیار کرے تو ہمارے مقصود میں مضر نہیں کیونکہ اس علاج کا نافع ہونا تجربہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے تو ایک تفسیر تو اس کی یہ ہے کہ قیامت کے دن بعض بندوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا کہ اول ان کے بعض گناہ ظاہر کیے جائیں گے اور وہ ڈریں گے کہ اب دوسروں کی نوبت آئے گی مگر رحمت سے ان کو کہا جائے گا کہ اچھا ہم نے گناہوں کو معاف کیا اور ان کے برابر نیکیاں تم کو دیں اس وقت بندہ عرض کرے گا کہ یا الٰہی میں نے تو اور بھی گناہ کیے ہیں تو بعض نے اس قصے کی تفسیر کی ہے مگر یہ تفسیر میرے نزدیک اس لیے مرجوح ہے کہ خود اس حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملہ سب کے ساتھ نہ ہوگا اور یہاں ہر تائب کے لیے حکم فرمایا گیا ہے تو راجح تفسیر وہی ہوئی جو میں عرض کرتا ہوں اور وہ بھی سلف سے منقول وہ یہ ہے کہ سیئات سے مراد ملکات سیئات ہیں اور حسنات سے مراد ملکات حسنات ہیں۔

یعنی ہر عمل کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو تکلف سے کیا جائے یا اتفاقاً صدور ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا ملکہ ہو جائے۔ اول کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بچہ اتفاق سے ایک جیم نہایت اچھی لکھ دے تو یہ ملکہ نہیں بلکہ اتفاق ہے تو جو عمل بے ملکہ کے ہوگا اس کو پائیدار نہیں ہوگی اور جو عمل ملکہ کے ساتھ ہوتا ہے اس کو دوام ہوتا ہے یعنی توبہ کی بدولت ملکہ معصیت جو کہ منشاء گناہ ہے بدل دیا جاتا ہے۔

بعض اہل اللہ نے "**فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنت**" کی تفسیر کی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری طاعات کو جو واقع میں سیئات ہیں اپنے کرم سے طاعات ہی شمار کر لیتے ہیں۔

"**فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنت**" کی تفسیر حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ یہ فرماتے تھے کہ سیئات سے مراد ہمارا نماز و روزہ ہے کہ درحقیقت یہ عبادت نہیں بلکہ واقع میں گستاخی اور بے ادبی ہے اور ہم ایسی عبادات کو پیش کر کے بے ادب بنتے ہیں اور ہمارا ایسی عبادات پر اپنے کو مستحق اجر سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کسی آقا کا گستاخ نوکر پنکھا جھلے اور ہر دفعہ میں ان کے سر پر پنکھا مارتا ہو اور پھر انعام کا طالب ہو۔ اس پر تو اگر وہ آقا سزا ہی نہ دے تو بڑی عنایت ہے۔ اسی طرح ہماری یہ عبادت بے ادبی اور گستاخی ہے اس پر اگر ہم کو سزا بھی نہ ہو تو بڑی رحمت ہے لیکن حق تعالیٰ کی وہ رحمت ہے کہ ہمارے اس گمان کے موافق کہ ہم ان کو عبادات سمجھے ہوئے

ہیں سچ مچ عبادت کر کے اس پر بھی ثواب دیں گے امراء کے یہاں دیکھا ہوگا کہ غرباء مٹی کے خربوزے تربوز بنا کر لاتے ہیں ان کو بھی انعام ملتا ہے۔ایسی ہی یہ ہماری نماز ہے کیا عجب ہے جو اس پر بھی انعام مل جاوے لیکن واقع میں تو ضرورت اسی کی ہے کہ ہماری ایسی نماز ہو جیسی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور جب تک یہ حاصل نہ ہو سعی کرتے رہیں۔"**فاولئک یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنت**" کہ حق تعالیٰ گناہ کو حسنہ بنادیتے ہیں اور جرم کو اطاعات کردیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حشر میں اللہ تعالیٰ ایک بندہ سے دریافت فرمائیں گے کہ تو نے ایسا کیا تھا؟ تو نے فلاں گناہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اول چھوٹے چھوٹے گناہوں کو گنائیں گے بندہ جس کا اقرار کرے گا اور اپنے دل میں ڈرے گا کہ ابھی سنگین جرائم کا تو ذکر ہی نہیں ہوا۔ دیکھئے ان پر کیسی گرفت ہو مگر حق تعالیٰ کبائر۔ کے ذکر سے پہلے یہ فرمادیں گے کہ جاؤ ہم نے تم کو ہر گناہ کے عوض ایک نیکی دی۔اب وہ بندہ خود اپنے گناہ گنوائے گا کہ الٰہی میں نے تو اور بھی بڑے بڑے گناہ کیے ہیں ان کا تو یہاں ذکر ہی نہیں آیا مجھے ان کے عوض بھی نیکیاں دلوائیے' یہ تو آخرت میں ہوگا۔

دنیا میں "**فاولئک یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنت**" کا مصداق یہ ہے کہ ملکات سیئہ کو مبدل بہ ملکات حسنہ کردیتے ہیں۔بخل کو سخاوت سے اور جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور حسیات میں یہ صورت ہے کہ پانی کو خون کردیتے ہیں جیسا کہ عورتوں اور گائے بکری کے پستان میں مشاہد ہے۔

ترجمہ: "مگر جو (شرک و معاصی) سے توبہ کرلے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے اور جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے (تو وہ بھی عذاب سے بچا رہے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص رجوع کر رہا ہے۔"

حق سبحانہ وتعالیٰ ہماری حسنات کو قبول فرمائیں۔سیئات سے درگزر فرمائیں اور اپنی رضا و قرب نصیب فرمائیں۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہ وعلٰی آلہٖ واصحابہ اجمعین.

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہِ ربّ العالمین○

ضروری احکام عیدین

بمصلحت حاضرین کے خطبہ کے ساتھ عید الفطر میں صدقہ فطر کے اور عید الاضحیٰ میں قربانی کے مسائل خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اُتر کر بیان کر دے اور یہ ہیئت سنت کے زیادہ موافق ہے۔

احکام صدقہ فطر

ہر مرد و عورت مسلمان جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اسی قدر مالیت کا اسباب ضروری حاجت سے زائد ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اگر چہ وہ اسباب تجارت کا نہ ہو۔ اگر چہ روزے کسی وجہ سے نہ رکھے ہوں، اگر گیہوں دیوے تو نصف صاع واجب ہے جو انگریزی تول سے پونے دو سیر ہوتا ہے اور اگر جو دیوے تو اس کا دو چند دیوے اور اگر علاوہ اس کے کچھ اور غلہ دیوے جیسے چنا، جوار وغیرہ تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت مذکورہ گیہوں یا جو کے برابر ہو۔ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور مجنوں اولاد کی طرف سے بھی۔ اگر چہ وہ بالغ ہو فطرہ دینا واجب ہے جبکہ وہ اولاد مالک نصاب نہ ہو ورنہ خود اس کے مال سے ادا کرے جو لڑکا عید کی صبح صادق کے بعد پیدا ہوا ہو اور جو شخص قبل صبح مر گیا اس کا فطرہ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے ادا کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں یا کچھ دنوں پہلے دے دے مگر رمضان سے پہلے نہ دے۔ ایک آدمی کا فطرہ ایک فقیر کو یا تھوڑا تھوڑا کئی (فقیروں) کو یا کئی آدمیوں کا ایک کو دے۔ یہ سب جائز ہے اور جس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اس کو فطرہ بھی دے سکتے ہیں۔

حاشیہ : تقریر المرام انه روی مسلم عن جابر فی قصه یوم الفطر ثم خطب النبی صلی الله علیه وسلم الناس فلما فرغ نزل فاتی النساء فذاکرین الحدیث وروی البخاری عن ابن عباس بعد وعظ النساء ثم انطلق هوو بلال الی بیته فقوله فرغ و نزل وانطلق الی بیته نص فی کون هذا التذکیر بعد الخطبة وانه لم یکن علی المنبروانه لم یعدالی المنبر ولما کان هذالکلام غیر الخطبة لخلوه عن الخطاب العام الذی هومن خواص الخطبة ثبت به ان غیرالخطبة لاینبغی ان یکون فی اثناء الخطبة ولا علی هیئة

الخطبة ولا شک ان التذکير بالهنديه ليس من الخطبة المسنونة فی شئی لان من خواصها المقصودة کونها بالعربية لعدم نقل خلافها عن صاحب الوحی اوالسلف فلما لم يکن هذا التذکير بالهندية خطبة مسنونة کان اوفق بالسنة کونها بعدالفراغ عن الخطبة وتحت المنبر وهوالمرام.

(دو چند کا مطلب یہ ہے کہ جس برتن میں پونے دو سیر گیہوں آ جاویں اس برتن کو دو دفعہ بھر کر دے)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

پانچواں خطبہ

احکام عید الفطر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱ - ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک آلود ہو جائے اس شخص کی ناک کہ جس پر رمضان آیا پھر وہ ختم ہوا اس سے پیشتر کہ اس شخص کی بخشش کی جاوے۔'' (ترمذی)

حدیث ۲ - ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مریں گے۔''

(عین ترغیب عن ابن ماجہ واوسط الطبرانی والکبیر)

حدیث ۳ - ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (صدقہ فطر) ایک صاع گیہوں کا دو شخصوں کی طرف سے چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت۔ (سب کی طرف سے نصف نصف صاع ہے) بہر حال تم میں جو غنی ہو اللہ تعالیٰ پاک کر دیتا ہے (صدقہ فطر ادا کرنے کی وجہ سے) اور تم میں جو فقیر ہو (اور پھر بھی صدقہ دے دے) تو اللہ تعالیٰ اُس کو اس کے دینے سے بھی زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔'' (ابوداوٗد)

حدیث ۴ - ''اور ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا ایک صاع مقرر فرمایا ہے کھجور سے یا ایک صاع جو سے اور حکم دیا ہے کہ وہ ادا کیا جاوے نماز (عید) سے پیشتر۔'' (متفق علیہ)

ف: پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ گیہوں نصف صاع دی جاتی ہے اور کش مش بھی نصف صاع واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علاوہ اِن چیزوں (یعنی گندم و کش مش، تمر و جو) کے دینا چاہیے تو قیمت کا اعتبار ہے۔ پس نصف صاع گندم کی یا ایک صاع جو کی جو قیمت ہو اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دے دیئے جائیں اور صاع ۲۷۳ تولہ کا ہوتا ہے اور نماز عید سے پیشتر صدقہ فطر کا ادا کرنا مستحب ہے اگر بعد میں دیا جاوے تب بھی جائز ہے۔ ۱۲

حدیث ۵ - ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید اور بقر عید کے روز عید گاہ میں تشریف

لے جاتے۔ پس نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور لوگ صف باندھے بیٹھے رہتے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے۔'' (متفق علیہ)

ف: نماز کے بعد خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے۔ پس جو لوگ شور وغل مچاتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں اور اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھتے ہیں وہ بھی صف کا لحاظ نہیں رکھتے حالانکہ صف باندھے رہنا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شخص بیچ میں اُٹھ کر چل دیا اس واسطے صف ٹوٹ گئی ہو تو اُن بیٹھنے والوں کو گناہ نہ ہوگا بلکہ جو چلا گیا ہے یہ صف توڑنا اس کا فعل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (روزہ میں مسافر اور مریض کے احکام کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور دشواری منظور نہیں اور تا کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لیا کرو اور تا کہ تم خدا کی بڑائی بیان کرو (یعنی اللہ اکبر کہا کرو) اور تعریف کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ اُس کا شکر کیا کرو۔''

اضافہ: ''اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض کیا ہے۔ روزہ کو بے فائدہ اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے واسطے اور مساکین کو کھلانے کے واسطے۔'' (ابوداؤد)

حضرات گرامی! آج کے خطبہ کا موضوع احکام عید الفطر بیان کرنا ہے۔ آج رمضان المبارک کا آخری جمعۃ المبارک ہے۔ عوام جمعۃ الوداع کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرتے ہیں جو ہر جمعہ کو کرنا چاہیے۔ جمعۃ الوداع کے ''خاص فضائل'' نصوص میں منقول نہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں نے جمعۃ الوداع کا مخصوص خطبہ ایجاد کیا ہے جس میں الوداع' الوداع یا رمضان پڑھتے ہیں یہ بھی کہیں منقول نہیں بلکہ خطبہ جمعۃ الوداع اختراع و بدعت ہے

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعوں میں ایک خطبہ (آمد رمضان کے موقع پر) پر پڑھا جو اور جمعوں میں نہ پڑھتے تھے۔

مسلمانوں سے تعجب ہے کہ انہوں نے اس منصوص خطبہ پر کوئی توجہ نہ کی اور شعبان کے آخری جمعہ کے لیے کوئی خاص خطبہ تجویز نہ کیا جس سے وہ عامل بالسنّت ہوتے۔ اس کے بجائے رمضان کے آخری جمعہ کے لیے ایک خاص خطبہ الوداع تجویز کیا جس کا کہیں حدیث میں پتہ نہیں

اور پھر اس کے ساتھ ایسا شغف ہوا کہ بغیر اس خاص خطبہ کے پڑھے۔ گویا جمعہ ہی نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ الوداعی خطبہ کو آخری جمعہ رمضان کا لازمی جزو سمجھتے ہیں اور بڑا تعجب تو یہ ہے کہ بعض اہل علم کو بھی دھوکہ ہو گیا اور وہ سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے کہ کہتے ہیں کہ اگرچہ آخری جمعہ کے لیے کوئی خاص خطبہ تجویز کرنا بدعت ہے لیکن چونکہ اس کی وجہ سے لوگ اکثر جمع ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو اجتماع کے لیے معین اور اداء صلوٰۃ کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے باقی رکھنا چاہیے حالانکہ یہ سخت غلطی اور من وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔ (اکمال الصوم والعید ص ۳)

غرض استقبال رمضان کا خطبہ تو ثابت ہے۔ الوداع کا ثابت نہیں۔ الوداع کا مفہوم تو یہ ہے کہ ہم اسے زبردستی رخصت کر کے جان چھڑا رہے ہیں کہ کہیں دوبارہ نہ آجائے۔ (العیاذ باللہ)

غرض رمضان المبارک کا لمحہ لمحہ قیمتی اور سرمایہ سعادت ہے اس کے ہر لمحہ سے نفع اُٹھانے کی پوری کوشش کرنا چاہیے اور آخر میں اس امر پر اظہار افسوس کرنا چاہیے کہ ہم اس سے کماحقہ فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اس قدر جلد رمضان المبارک اختتام پذیر ہو گیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

اب بقیہ جو وقت باقی رہ گیا اس کی قدردانی کریں۔ اگر غفلت سے روزے نہیں رکھے تراویح نہیں پڑھی تو صدق دل سے توبہ کریں، روزوں، نمازوں کی قضا ادا کرنے کی نیت کریں اور اب سے بقیہ نمازیں روزے وغیرہ باقاعدگی سے ادا کرنا شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے اس کے سابقہ فوراً گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ بس توبہ کی دیر ہے قبولیت کی دیر نہیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

دوسرا اہم کام صدقۃ الفطر کی ادائیگی ہے۔ نماز عیدالفطر کو جانے سے قبل صاحب نصاب اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے فی کس دو کلو گندم یا اس کی قیمت ادا کر دیں اور جن پر صدقہ فطر واجب نہیں وہ بھی دے دیں تو بہتر ہے خواہ روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ روزے آسمان اور زمین کے مابین لٹکے رہتے ہیں جب تک صدقہ فطر ادا نہ کیا جائے (یعنی قبول نہیں ہوتے)۔

دوسری روایت میں ہے کہ روزوں میں جو بے احتیاطی، فحش کلام یا لغو باتیں وغیرہ ہو جاتی ہیں صدقہ فطر ادا کرنے سے ان کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے اور روزے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جاتے ہیں۔

دوسری حکمت صدقہ فطر کی ادائیگی میں یہ ہے کہ ایسے غریب، مفلس، قلاش، مسافر، بیوائیں، یتیم بچے اور مساکین جن کے پاس عید کی خوشیاں منانے کا کوئی سامان نہیں ہوتا ان کو صدقہ فطر جب مل جاتا ہے تو وہ عید کی خوشیوں میں سب کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں ورنہ ان کا یہ حال ہوتا ہے:

ان کی پردیس میں جو عید آئی اِک اُداسی ہر طرف چھائی
اشک آنکھوں میں جیسے تیر گئے کون کہتا ہے دوست عید آئی ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چھٹا خطبہ

دنیا کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

دنیا کی مذمت قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود یہی ہے کہ لوگوں کو دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کیا جاوے لیکن اس جگہ اختصار کی وجہ سے فقط چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱ - ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں ہے مگر ایسی جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی اُنگلی دریا میں ڈالے۔ بس چاہیے کہ اس کو دیکھے کہ کیا لے کر لوٹتی ہے۔ (مسلم)

ف: یعنی جو نسبت سمندر کے سامنے ایک انگلی پر لگے ہوئے پانی کی ہے کہ قابل شمار نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا آخرت کے سامنے ہیچ ہے۔

حدیث ۲ - اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مسلمانوں کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

حدیث ۳ - نیز ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ کے برابر بھی نہ دیتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۴ - نیز ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو ضرر پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو ضرر پہنچایا، پس ترجیح دو (جہان) فانی پر (عالم) جاودانی کو۔ (احمد، بیہقی)

حدیث ۵ - ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو دنیا سے کیا تعلق اور نہیں ہوں میں اور دنیا مگر اس سوار کی مانند جو (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ٦ – نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (بیہقی)

حدیث ہفتم: اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہو جاؤ تم آخرت کے (طلب کرنے والے) اور دنیا کے طلب کرنے والے، مت بنو۔ (ابو نعیم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیوی زندگی کو۔ اور (حالانکہ) آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر ہے اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔

اضافہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بکری کے کن کٹے مردار بچے پر گزر ہوا۔ (اس وقت) فرمایا تم میں کون شخص پسند کرتا ہے کہ یہ (مردار) اس کو ایک درہم کے بدلے مل جاوے لوگوں نے عرض کیا کہ (درہم تو بہت ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ کسی ادنیٰ چیز کے بدلے میں مل جاوے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

معزز حضرات! آج کے خطبہ کا موضوع دنیا کی مذمت ہے۔ خطبہ اور اس کے ترجمہ میں آپ حضرات نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دنیا کی مذمت سنی۔

دنیا کا مفہوم

دنیا لغۃً نزدیک چیز کا نام ہے اور ''عرفاً'' اس کی حالت کا نام ہے جو موت سے پہلے ہے اور ''شرعاً'' خالص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرت ہے اور مجازاً (خلاف حقیقت) ان اموال و متعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی مانعیت (منع کرنے) کے اسباب بن جائیں۔ پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال (اعمال و افعال کی قسم) و اعمال یا عقائد و علوم ہوں۔ اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبۃ التحصیل سے مانع ہوں وہ سب دنیائے حرام و مذموم میں داخل ہیں اور ان کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

ماہیت دنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۷)

دنیا نفس مال کا نام ہے بلکہ دنیا نام ہے تعلق بغیر اللہ کا، یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق بڑھا کر، بکھیڑوں میں پڑ کر معاملات میں گھس کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا، پس یہ تعلق بغیر اللہ سب کیلئے برا ہے، بخلاف وہاں کے، مال کسی کیلئے اچھا ہے کسی کیلئے برا ہے۔ ایسے ہی اولاد بھی دنیا

نہیں، ہاں قلب کا اسکے ساتھ اتنا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے دنیا ہے۔ (الدنیا ص۱۳)

مثلاً مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو دین ہے۔

مال را گو بہر دین باشد حمول　　　نعم مال صالح گفتن رسول

حدیث شریف میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک آدمی کے لئے حلال مال بہت ہی اچھا ہے کیونکہ مومن صالح اس مال میں سے اقارب کو دے گا۔ ضرورت دین میں چندہ دے گا اور لوگوں کی مدد کرے گا۔ (شریعت وتصوف ص۲۱۵)

اسی کو حضرت عارف رومی نے کہا ہے۔

چیست دنیا! از خدا غافل شدن　　　نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

یعنی: دنیا کیا ہے؟ خدا تعالیٰ سے غافل ہو جانا نہ کہ مال واسباب، چاندی، اولاد اور بیوی وغیرہ

حب دنیا ایک نشہ ہے

حب دنیا بھی ایک نشہ ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے حب دنیا روز بروز ترقی کرتی رہتی ہے۔ جس شخص کی تنخواہ -/20 روپے ہے وہ چاہتا ہے کہ پچاس ہو جائے، جب پچاس ہو جائیں تو کہتا ہے ستر ہو جائیں اور جب ستر ہو گئے تو اب سو کی باری کی تمنا ہے، پس وہ حال ہے کہ۔

وربما احتسب الانسان غایتها　　　وفا جائه بامر غیر محتسب

وما قضیٰ احد منها لبانته　　　ولا انتهی ادب الا الی ادب

یعنی کہ بسا اوقات انسان اس دنیا کی غایت کی گمان کرتا ہے، اچانک ایسا امر درپیش آجاتا ہے جس کا وہم وگمان نہ تھا، کوئی شخص اس کی حاجتوں کو پورا نہ کر سکا، ایک حاجت سے فارغ ہوا، دوسری درپیش آگئی، عمر گزر جاتی ہے اور آرزوئیں باقی رہتی ہیں بلکہ دنیا کا تو یہ حال ہے۔

مرزا غالب مرحوم نے اسی کو کہا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے　　　بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

عارفے خواب رفت در فکرے　　　دید دنیا بصورت بکرے

کرداز وے سوال کائے دلبر　　　بکر چونی بایں ہمہ شوہر

گفت یک حرف باتو گویم راست — کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا — زان بکارت ہمیں بجاست مرا

یعنی: ایک عارف نے خواب میں دنیا کو دیکھا کہ بڑھیا ہے مگر ابھی تک باکرہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو نے تو اتنے خصم کیے مگر ابھی تک کنواری ہے؟ کہا جو مرد تھے انہوں نے مجھے منہ نہیں لگایا اور جو میرے عاشق تھے وہ نامرد تھے ان کو میں نے منہ نہیں لگایا اس لئے ابھی تک کنواری ہوں۔"

اس حقیقت کو حضرات اہل اللہ نے سمجھا ہے چنانچہ ان کا یہ عمل ہے بقول حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ۔

اری الملوک بادنی الدین قد قنعوا — وما اراھم رضوا بالعیش بالدون
فاستغن بالدین عن دنیا الملوک کما — استغنی الملوک بدنیا ھم عن الدین

یعنی: میں بادشاہوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ دین میں تو ادنیٰ درجے پر قانع ہیں مگر عیش دنیوی میں ادنیٰ حالت پر قانع نہیں ہیں۔ (آگے دین داروں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ) "تم بھی بادشاہوں کی دنیا سے ایسے مستغنی ہو جاؤ کہ جیسے وہ دنیا کو لے کر دین سے بے پرواہ ہو گئے۔ (ھم الآخرۃ ص:۲۰، ۲۱، ۲۳)

دنیا کی مثال

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "کن فی الدنیا کانک غریب"

یعنی: دنیا میں اسی طرح رہو جیسا کہ ایک مسافر۔ اور اس کی حیات دنیوی کو ایسا سمجھو جیسا کہ ایک مسافر کی حالت سفر میں ہوتی ہے جس طرح ایک مسافر اپنے سفر کی حالت میں پڑاؤ یا سرائے کی کوٹھڑی میں ہر وقت رخت بردوش (اپنا سامان کندھے پر رکھنا) بسر اوقات کرتا ہے اسی طرح تم بھی دنیا میں رہ کر بسر اوقات کرو۔ (الدنیا والآخرۃ ص ۹)

جس طرح سفر میں سرائے میں قیام کے دوران اگر وہاں چارپائی کی پٹی ٹوٹی ہو تو پٹی بنوائیں گے لیکن یہ نہ دیکھیں گے کہ "سال" ہی کی ہو اور رندا بھی کی ہوئی ہو، اور اس کا بان بھی باریک ہو، اس کی وناوٹ میں پھول بھی پڑے ہوں بہت سے۔ بہت یہ ہوگا کہ ضرورت سے گزر کر آسائش پر نظر بھی کرلیں گے کہ ذرا کسی ہوئی ہو، قبر سی نہ ہو، غرض ضرورت پر نظر ہوگی ہزینت پر نہ ہوگی۔ (راحت القلوب ص ۸)

اسی طرح اپنی حیات دنیویہ کو ایک مسافر کی حالت سفر سے زیادہ خیال نہ کرنا جس طرح ایک مسافر اپنے سفر میں وہی کام کرتا ہے جو اس کے سفر کے معین ہوتے ہیں منزل مقصود پر جلد

سے جلد پہنچانے والے ہوتے ہیں اور جو چیز اس کے سفر کو کھوٹا بنانے والی ہوتی ہے اور مخل مقصود ہوتی ہے ان کو ہرگز اختیار نہیں کرتا۔ (الدنیا والآخرۃ ص ۱۳)

اسی طرح مسلمانوں کو اس فانی و عارضی دنیا میں آخرت کی فکر، گناہوں سے اجتناب اور اعمال صالحہ پر استقامت (دوام) اختیار کرنا چاہئے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ سے دنیاوی ترقی مراد لینا غلط ہے

ومنهم من يقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار.

ترجمہ: ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خیر دے اور آخرت میں بھی خیر دیجئے اور دوزخ کے عذاب سے بچایئے)

اس آیت کا سیاق وسباق (آگے پیچھے) بتلاتا ہے کہ اس کے مصداق وہ مسلمان ہیں جو طالب لذت ہیں، اس پر شاید یہ سوال ہو کہ جب یہ لوگ مسلمان طالب آخرت ہیں تو انہوں نے دنیا کیوں مانگی؟ (جیسا کہ بعض لوگوں نے مندرجہ بالا آیت کا طلب دنیا کا مضمون لکھ کر اس سے ترقی دنیا مراد لی ہے)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ صرف ربنا اتنا فی الدنیا فرماتے تو بے شک طلب دنیا مفہوم ہوتا مگر نص میں فی الدنیا حسنة جس میں مطلوب حسنہ ہے (جس طرح آخرت کے ساتھ بھی لفظ حسنہ موجود ہے وفی الاخرۃ حسنۃ اور حسنہ سے مراد مال و دولت نہیں بلکہ حسنہ واقعیہ (حقیقۃً) ہے نہ کہ حسنہ نہ مزعومہ (خیال کے مطابق) بلکہ واقعۃً اس لئے ہم صرف صورت دنیا کے مخالف نہیں بلکہ دنیا بصورت دین کے مخالف ہیں، جیسے بدعات وغیرہ۔ یعنی دین کی صورت میں دنیا کا طلب سب مانع عن اللہ ہیں۔ پس اس آیت (فی الدنیا حسنہ) کا مصداق وہی ہو سکتا ہے جو حسنہ شرعیہ کا طالب ہو۔ (فناء النفوس ص ۱۳، بحوالہ البدائع مطبوعہ تھانہ بھون ص ۲۲۲، ۲۲۳)

اصلاح خیالات ترقی خواہان دنیا

ہمارے زمانے میں ترقی کا بڑا شور وغل ہے جب اسکی تفتیش کی گئی یہی طول امل و حرص وجاہ اس ترقی کا حاصل نکلا۔ سو ایمان والا تو اس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا کہ اس ترقی کی ترغیب دینا حقیقت میں اپنے حکیم و شفیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس تعلیم کا پورا معاوضہ ہے۔ اگر اپنی کارروائی کی غرض سے اس نے ترقی کی ایسی ملمع (بھڑکدار) تقریر کرتے ہیں جس سے بھولے آدمی دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ اصل مقصود ہمارا اسلام ترقی ہے مگر زمانے کی رفتار کا مقتضاء ہوگیا کہ بدون ظاہری شان وشوکت کے اسلام کی وقعت وعظمت لوگوں کی نظر میں بالخصوص غیر قوموں کی نگاہوں میں نہیں ہوسکتی، اس لئے دنیوی ترقی بھی ضروری ٹھہری۔ صاحبو! یہ تقریر یزری رنگ آمیزی ہے، اول تو یہی بات ہے کہ بدوں دنیوی ٹیپ ٹاپ کے اسلام کی وقعت کسی کی نظر میں نہیں ہوسکتی اسلام کا وہ خداداد حسن و جمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دل ربا و دلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے۔ اس وقت تک سیر وتواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام ہوا ہے، تمام موافق ومخالف اس کی ہیبت وعظمت کو مان گئے اور ہماری جو وقعت بدوں نمائش وتصنع کی نہیں ہے، سبب اس کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی وکامل نہیں ہے اس کے رخنوں کو مہمل زینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں۔ اب بھی اللہ کے بندے اس قسم کے کہیں موجود ہیں ان کی وقعت وعظمت خود جا کر آنکھ سے دیکھ لیجئے جیسے حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمٰن کے دربار میں بڑے بڑے امراء وحکماء کا حاضر ہونا اور ادب تعظیم کے ساتھ پیش آنا کس کو معلوم ہے یاد نہیں، وہاں کون سی ظاہری شان وشوکت تھی، یہی سیدھا سادھا اسلام تھا جس کی یہ کشش تھی، عارف شیرازی کا قول گویا اس مضمون میں ہے۔

زعشق نا تمام ما جمال یار مستغنیٰ است ! باآب ورنگ، وخال وخط چہ حاجت روئے زبارا

(ہمارے نا تمام عشق سے یار کا جمال بے پرواہ ہے خوبصورت چہرے کو رنگ وروپ اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کیا ضرورت ہے)

اور بالفرض اگر اس تسبب وترتیب کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ کہنا کہ مقصود بالذات اسلام کی ترقی اور ترقی دنیوی اور محسن اس کا واسطہ اور مقصود بالعرض، اس وقت مانا جاتا ہے کہ حضرات مدعین جس قدر دنیا کا اہتمام کرتے ہیں، دین کا اس سے زیادہ اور برابر نہیں تو اس سے ربع ونصف، کچھ تو کرتے تو سمجھا جاتا کہ اصل مقصود دین ہے اور دنیا محض ضرورت کی چیز تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں ایسے منہمک ہیں کہ نہ خدا کی خبر، نہ رسول کی یاد نہ عقائد کی فکر نہ احکام کی پروا۔

چو مبرد مبتلا میرد چو خیز مبتلا خیزد

(جب مرتا ہے تو اسی میں پھنس کر مرتا ہے، جب اٹھتا ہے تو یہ اسی میں پھنس کر اٹھتا ہے)

اس کے اچھے خاصے مصداق ہیں، پھر کیسے دعوے کو تسلیم کریں؟ پھر بعض حضرات ان صحابہ کرامؓ کی ترقی نظیر میں پیش فرما دیتے ہیں ہم اس نظیر پر بہ دل وجان راضی ہیں۔

آیئے! اس سے ہمارے آپ کے درمیان محاکمہ ہوا جاتا ہے۔ نظر وتحقیق وانصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ نے کس چیز میں ترقی کی تھی؟ دین میں یا دنیا میں اگر توسیع ممالک میں

کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت یا زراعت صنعت وحرفت مقصود تھی یا نماز روزہ و قرآن وذکر اللہ واقامت حدود وعدل مطمع نظر تھا، قرآن مجید جو سب سے سچی تاریخ ہے اس سے اس کی تصدیق کر لیجئے، اوپر سے صحابہ مہاجرین کا ذکر فرما کر ارشاد ہوتا ہے:

الذین ان مکّنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزّکٰوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور. (الحج آیت ۴۸)

یعنی: وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں، ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے اللہ ہی کے لئے ہے انجام سب کاموں کا۔“

اور احادیث وسیر سے ان حضرات کے حالات تحقیق کر لیجئے کہ باوجود فتوحات وسیعہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں، نیند بھر کر سوئے نہیں، شب وروز خوف وخشیت وذکر وفکر میں گزرتے تھے بلکہ دنیا کی اس کثرت سے فراخی دیکھ کر ڈرتے تھے اور روتے تھے۔ کجا صحابہ کی ترقی کجا اس وقت کی معکوس ترقی ۔

ببین تفاوت راہ کجاتا بہ کجا

(دیکھو تو راستہ کا تفاوت کہاں سے کہاں تک ہے۔) (فروع الایمان ص ۳۵، ۳۷)

حب دنیا مذموم ہے کسب دنیا نہیں

مذکورہ بالا عبارت پڑھ کر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ تحصیل دنیا یا اس کے اسباب وعلل یا کسب دنیا سے منع کیا جارہا ہے، یہ مفہوم نہیں بلکہ حب دنیا سے منع کیا جاتا ہے کسب دنیا اور چیز ہے اور حب دنیا اور چیز، حب دنیا مذموم ہے اور کسب دنیا بقدر ضرورت جائز۔ (کمالات اشرفیہ ۱۴۸)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کا کیا پاکیزہ شعر ہے ۔

کسب دنیا تو کر، ہوس کم کر اس پہ تو دین کو مقدم کر

نیز ایک اور شعر ہے ۔

دنیا میں ہوں، دنیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں، خریدار نہیں ہوں

نظر میں اب تو اے مجذوب اک کھیل ہے دنیا نظر کے سب تماشے تھے نظر بدلی جہاں بدلا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب فارس کا خزانہ آیا تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا اے اللہ! اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے اندر اس کی رغبت پیدا کی گئی ہے تو ہم اس کا ازالہ تو نہیں چاہتے مگر یہ دعا ہے کہ مال تیری محبت میں معین ہو جاوے۔ (شریعت وتصوف)

یعنی اگر دین کی خاطر دنیا کماؤ گے تو وہ محض دنیا نہ رہے گی۔ اب اس کا لقب نعم المال ہوگا۔ (جس کا لقب پہلے الدنیا جیفۃ تھا) (کمالات اشرفیہ ص ۸۶)

حب دنیا کا علاج

۱۔موت کو کثرت سے یاد کرو اور مدتوں کے لئے سامان اور منصوبے نہ کرو۔(تعلیم الدین ص ۱۷)

۲۔حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کا مختصر منظوم رسالہ ''اصلی گھر'' مطالعہ کرے اور ان اشعار کو بغور پڑھیے:

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے — خوب ملک طوس ہے اور سر زمین روس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی — اس طرف آواز طبل، ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو قید آز کا محبوس ہے
لیگئی یک بارگی گور غریباں کی طرف — جگہ جس جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ ان سے آج کیا ہے حشمت دنیا کا مال — کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت وافسوس ہے

۳۔حب مال کے قبائح کو وقتاً فوقتاً متحضر کیا جائے، دوسرا یہ کہ اس کے مقتضاء کی مخالفت کی جائے یعنی جو اسباب معصیت ہیں یا جن میں انہماک ہو ان کو اختیار نہ کیا جائے۔(تربیت السالک)

۴۔موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا ہے پھر اس میں جی لگانا، کیا فائدہ؟ جس قدر جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔

۵۔بہت سے علاقے نہ بڑھائے یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول، لینا دینا نہ بڑھایئے۔ ضرورت سے زیادہ سامان وغیرہ کا جمع کرنا، حد سے زیادہ مکان، جائیداد جمع نہ کرے۔ حد سے زیادہ کاروبار نہ پھیلائے ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے، غرض سب سامان مختصر رکھے۔

۶۔فضول خرچی نہ کرے، کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ۷۔موٹے کھانے پینے پہننے کی عادت ڈالے (یعنی سادگی اختیار کرے)

۸۔غریبوں میں زیادہ بیٹھے، امیروں سے بہت کم ملے، کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔

۹۔جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔

۱۰۔جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو، اس کو خیرات کردے یا بیچ ڈالے انشاء اللہ ان تدابیر سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ساتواں خطبہ

بخل اور حب مال کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو نہ غافل کریں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی ایسا کام کرے (کہ مال و اولاد کے سبب خدا سے غافل ہو جاوے) وہی لوگ ٹوٹے میں ہیں، و نیز ارشاد فرمایا حق سبحانہ نے کہ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور شیخی کی باتیں کرتے ہیں جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔

حدیث ۱- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کہتا ہے، میرا مال اور نہیں ہے، اے ابن آدم تیرے لئے مگر وہ جو تم نے کھالیا ہے۔ پس فنا کر دیا۔ پہن لیا پس پرانا کر دیا صدقہ کیا پس اسی کو راستے سے لگا دیا (یعنی یہ خرچ موقعہ پر ہوا) (مسلم)

حدیث ۲- و نیز ارشاد فرمایا کہ بچو تم حرص سے کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔ (مسلم)

حدیث ۳- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حدیث ۴- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان اگر تو فاضل (مال) کو خرچ کر دے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روکنا تیرے لئے برا ہے اور تجھ کو قدر ضرورت پر ملامت نہیں کی جاتی اور (خرچ کرنے میں) ان سے ابتداء کر جو تیرے عیال میں ہیں (مسلم) اور مذمت جمع کرنے کی اور کمانے کی جب ہے کہ وہ دین کے لئے نہ ہو اور اگر دین کے واسطے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے (قصہ موسیٰؑ و خضرؑ میں) ارشاد فرمایا ہے پس تیرے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں (یتیم بچے) اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنے خزانے کو نکالیں تیرے رب کی رحمت سے (اس سے معلوم ہوا کہ خزانہ جمع

کرنا مطلقاً مذموم نہیں ہے) اور اگر علی الاطلاق مذموم ہوتا تو خزانے والے کی تعریف نہ ہوتی جیسا کہ: وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا موجود ہے۔

حدیث ۵-اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ بجز دینار و درہم کے کوئی چیز نافع نہ ہوگی۔ (احمد)

حدیث ۶-اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مضائقہ ہے غنا کا اس شخص کے لئے جو اللہ عز وجل سے ڈرے (یعنی حقوق مال ادا کرتا رہے) (احمد) اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ مال پہلے زمانے میں مکروہ سمجھا جاتا تھا اور آج کل وہ مومن کی ڈھال ہے۔

آیت مبارکہ: اور اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خرچ کرو اللہ کے راستہ میں اور (انفاق فی سبیل اللہ سے رک کر) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور نیکی کرو اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ف: بخل مذموم وہ ہے جو ایسے خرچ سے روک دے جو کہ شرعاً و مروۃً واجب ہو اور مال کی محبت وہ مذموم ہے جس میں خود مال ہی محبوب بذاتہ ہو یا جب وہ مال ایسے کام کے واسطے ہو جس سے خدا تعالیٰ راضی نہ ہو اور اگر غرض صحیح کے لئے ہو تو مذموم نہیں جیسا کہ پورے خطبہ پر نظر کرے بخوبی واضح ہے۔

اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملعون ہے دینار کا بندہ اور ملعون ہے درہم کا بندہ۔ (ترمذی)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک (خاص) فتنہ ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی)

محترم بزرگو اور دوستو! خطبہ میں آپ حضرات نے بخل اور حب مال کی مذمت آیات و احادیث کی روشنی میں سنی۔ اب مزید کچھ اور سماعت فرمالیجئے۔

بخل کی مذمت میں آیات مبارکہ

ارشاد فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ نے:

۱. ومن يبخل فانما يبخل عن نفسه. (سورة محمد آيت نمبر ۳۸)

(ترجمہ: اور بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے جو بخل کرتا ہے۔)

۲. ولا يحسبن الذين يبخلون بمآ اٰتٰهم الله من فضله هو خير الهم بل هو شرلهم سيطوقون مابخلوابه يوم القيمة. (آل عمران. آيت نمبر ۱۸)

ترجمہ:اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ (جوضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات اس کے لئے بری ہے (کیونکہ اس بخل کا انجام یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے، اس (مال) (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔(بیان القرآن)

الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتھم اللّٰہ من فضلہ. (النساء آیت نمبر ۳۷)

"اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو پسند نہیں کرتا) جو بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔"

بخل کی مذمت میں احادیث مبارکہ

☆...... **والبخیل بعید من اللّٰہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار. (ترمذی)**

ترجمہ: کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، دوزخ سے قریب ہے۔"

☆...... **اتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم. (مسلم)**

ترجمہ:تم حرص سے بچو، کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔"

بخل کی حقیقت

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔(تعلیم الدین ص ۱۷)

بخل کے مذموم ہونے کا سبب

شریعت نے بخل کو اس لئے جرم قرار دیا کہ اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا۔

بخل درحقیقت مال کی محبت کا نام ہے۔ مال کی محبت اگر دل میں جاگزیں ہو دنیا جو مذموم ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا علاقہ ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے۔ قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے بقول عارف رومیؒ ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است آب اندر زیر کشتی پستی است

یعنی پانی کشتی کا معین ہے اور اس کو ڈبونے والا بھی ہے اس طرح سے کہ کشتی سے باہر رہے تو معین، ورنہ مہلک، اسی طرح مال ہے۔ اگر قلب کے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے۔ اسی کو کہا ہے ؎

مال را گو بہر دین باشی حمول نعم مال صالح گفت آں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی مال اگر دین کے لئے جمع کرو، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا مال فرمایا ہے: **نعم المال الصالح لرجل الصالح**

''یعنی نیک مرد کی پاک کمائی اچھا مال ہے۔'' (التقویٰ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ مال مطلقاً مذموم نہیں اور مذموم ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، صرف اس کی محبت مذموم ہے۔ بقول عارف رومیؒ ۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن نے متاع ونقرہ وفرزند وزن

''یعنی دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے، سونا، چاندی اور مال واولاد کا نام نہیں۔''

بخل کا بس امالہ مطلوب ہے

بخل کے ازالہ کی ضرورت نہیں صرف امالہ مطلوب ہے یعنی بخل رہے بخل ہی مگر اس کا محور بدل جائے بخل کو کھو کر سخاوت پیدا نہ ہو کیونکہ اگر بخل نہ ہو تو رنڈیوں، بھووں، بدمعاشوں میں خوب مال لٹاتا، یہاں تک کہ مستحقین کی بھی نوبت نہ آئی۔ یہ بخل ہی کی برکت ہے جو غیر مستحقین کو نہ دینا، لیکن یہ بخل جو ہے سخاوت کی ماں ہے۔ سخاوت خود محتاج ہے اس بخل کی۔

(کمالات اشرفیہ ص ۲۷۲، ذم ہویٰ ص ۶۱، علامۃ النافع ص ۳۲، ارضاء الحق حصہ دوم ص ۶۴)

بس مقصود یہ ہے کہ اس کا مصرف بدل دیا جائے، مثلاً بخل میں پہلے حقوق واجب میں بخل تھا اب منہیات ومحرمات میں اس کو صرف کرنے لگا اور واجبات میں اگر اس کا تقاضا بھی ہوتا ہے تو اس کا استعمال نہیں کرتا اگر یہ صفت بخل ہی نہ رہے تو محرمات میں امساک مال کس قوت سے کرے گا۔ (اطاعۃ الاحکام ص ۷) (۱) بقول غالب ۔

دل سے بے جا ہے تانگی جا کا گلہ یہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

بخل کے دو درجے

خلاف مقتضائے شریعت (مثلاً زکوٰۃ، حج جیسے فرائض میں مال خرچ کرنے سے ڈرنا، دیگر اپنے اہل وعیال کے حقوق میں بخل کرنا وغیرہ) یہ معصیت ہے۔

☆......خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں (لیکن خلاف اولیٰ ہے) فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو۔ اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضاء کی مخالفت کی جائے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات

نہیں (اور اگر باوجود استطاعت کے اس پر عمل کیا جائے تو بعض کے نزدیک یہ بھی بخل ہے) (کمالات اشرفیہ ص ۲۸) اس لئے کہ جو ضرورتیں اتفاقیہ پیش آجائیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس مال کے ذریعے آدمی اپنی آبرو بچائے وہ صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مالدار کو اندیشہ ہے کہ یہ شاعر (یا ڈوم) میری ہجو کرے گا اور اگر میں اس کو کچھ دے دوں تو اس کا منہ بند ہو جائے گا اور باوجود اس علم کے اگر اس کو کچھ نہ دیا گیا تو وہ شخص بخیل سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی آبرو رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا۔

(تربیت السالک ج ۲، تبلیغ دین ص ۵۲، بصائر حکیم الامت ص ۴۴۹)

بخل کا علاج

علمی علاج تو یہ ہے کہ بخل کے نقصانات معلوم کرو کہ آخرت کی تباہی اور دنیا کی بدنامی دونوں اس سے پیدا ہوتے ہیں، مال بخیل کے ساتھ قبر میں جانے والا نہیں بلکہ دنیا ہی میں اولاد کے لئے چھوڑ کر مرتا ہے اور خود خالی ہاتھ آخرت کی لذتوں سے محروم اور معصیت کے ساتھ قبر میں پہنچ جاتا ہے اور دوسرے لوگ (اولاد وغیرہ) اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ بخل کے اس قسم کے نتائج پر خوب غور کرنے سے انشاء اللہ اس سے نجات ہو جائے گی۔ (تبلیغ دین ص ۱۲۶)

☆...... عملی علاج یہ ہے کہ نفس پر جبر کر کے خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالو اور ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالو کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے انشاء اللہ اس سے بخل کی جڑ کٹ جائے۔ (تبلیغ دین ص ۱۲۷)

☆...... مال کی محبت کو دل سے نکالے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور مدتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرے یعنی زندگی کو عارضی اور فانی سمجھے۔ (تعلیم الدین ص ۱۷)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے قلوب سے مال و دولت کی محبت کا ازالہ فرمائیں اور اس بات کا ہمیشہ استحضار رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ موت کے ساتھ ہی یہ دنیا کی ریل پیل ہم سے فوری چھوٹ جائے گی اور بخل کی بجائے ہمیں مال و دولت اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما کر آخرت وجنت کی دائمی دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائیں۔ (اللّٰھم آمین)

شوال المکرم کے اہم تاریخی واقعات

نمبر شمار	حادثات وواقعات	شوال المکرم	مطابق
۱	نکاح المومنین حضرت عائشہ صدیقہ	۱۰ھ	فروری ۶۱۹ء
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف	۲۷، ۱۰ھ	مارچ
۳	رخصتی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ	۱ھ	اپریل ۶۲۳ء
۴	زکوۃ کی باقاعدہ وصولی	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۵	غزوہ بنی قینقاع	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۶	غزوہ احد	۶، ۳ھ	۲۴ مارچ ۶۲۵ء
۷	غزوہ حمراء الاسد	۸، ۳ھ	۲۴ مارچ ۶۲۵ء
۸	نکاح حضرت زینب بنت خزیمہ ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۹	غزوہ طائف	۱۰، ۸ھ	فروری ۶۳۰ء
۱۰	وفد نجیب کی آمد	۱۰ھ	جنوری ۶۳۲ء
۱۱	وفات حضرت ابوقحافہ	۱۴ھ	نومبر ۶۳۵ء
۱۲	جنگ قادسیہ	۱۵ھ	نومبر ۶۳۶ء
۱۳	فتح بیت المقدس	۱۶ھ	اکتوبر ۶۳۷ء
۱۴	نکاح حضرت ام کلثوم بن فاطمہ ہمراہ حضرت عمرؓ	۱۷ھ	اکتوبر ۶۳۸ء
۱۵	وفات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	۳۶ھ	مارچ ۶۵۷ء
۱۶	وفات صہیب رومی رضی اللہ عنہ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۱۷	وفات عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ	۴۳ھ	جنوری ۶۶۴ء
۱۸	وفات حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہ	۵۴ھ	ستمبر ۶۷۴ء
۱۹	وفات حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ	۹۴ھ	جون ۷۱۳ء

۲۰	وفات امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ	۱۰۵ھ	مارچ ۷۲۴ء
۲۱	وفات الفراء النحوی	۲۰۷ھ	فروری ۸۲۳ء
۲۲	وفات امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ء	ستمبر ۸۷۰ء
۲۳	وفات حضرت بایزید بسطامیؒ	۲۶۱/۱۶ھ	جولائی ۸۷۵ء
۲۴	وفات امام ابوداوٗد سجستانیؒ	۲۷۵ھ	فروری ۸۸۹ء
۲۵	وفات حضرت جنید بغدادیؒ	۲۹۸ھ	جون ۹۱۰ء
۲۶	حجراسود کعبہ میں واپس لایا گیا	۳۳۹ھ	مارچ ۹۵۱ء
۲۷	وفات امام فخرالدین الرازی صاحب تفسیر کبیر	۶۰۶ھ	۱۲۱۰ء
۲۸	وفات شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	۱۳۳۹/۷ھ	مئی ۱۸۲۴ء
۲۹	وفات محافظ ختم نبوت آغا زشورش کاشمیریؒ	۱۳۹۵/۱۷ھ	۱/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۵ء
۳۰	وفات فقیہ العصر مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶/۱۱ھ	۱/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ذوالقعدہ

مع ذوالقعدہ کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

حب جاہ وریاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حُبّ جاہ (یعنی مرتبہ کو پسند کرنا) گویا کہ لوگوں کے دل کا مالک بننا ہے اور اس کے مذموم ہونے کی وہ تفصیل ہے جو حُبّ مال میں گزر چکی ہے اور ریا کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کے ذریعہ سے جاہ کی طلب کی جاوے اور ریائے لغوی دونوں کو بھی اور ریائے اصطلاحی کو بھی شامل ہے۔

حدیث ۱- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے شہرت کا لباس دنیا میں پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنا دے گا۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حدیث ۲: نیز ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ آفت کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں (ممتاز ہونے) کے سبب انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اس (شہرت کے شر سے) بچاوے۔ (بیہقی)

حدیث ۳- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جاویں وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ کرنے والے نہیں جتنا آدمی کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کر دیتی ہے۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث ۴- اور ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے نیک متقی گم ناموں کو جب وہ غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جاویں اور جب حاضر ہوں تو نہ بلائے جاویں اور نہ قریب کئے جاویں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں نکلتے ہیں اندھیری زمین سے۔ (ابن ماجہ و بیہقی)

ف: اندھیری زمین سے نکلنے کا بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ لوگ آزادی اور گوشہ نشینی کے باعث ہر مشکل سے محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے۔

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی است — کہ بشمشیر میسر نہ شود سلطاں را

اور بعض علماء نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کے مکان شکستہ حالی سے تنگ و تاریک ہوتے ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے۔

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر   توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

احقر کو پہلا مطلب زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔۱۲۔ اور یہ مذمت جب ہے کہ کسی دنیوی غرض کی وجہ سے دکھلاوے کا قصد کرے اور جب اس کا قصد نہ ہوتو کسی کے سامنے نیک کام کرنا مذموم نہیں ہے چنانچہ حدیث پنجم میں آیا ہے۔

حدیث ۵-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں خبر دیجئے کہ جو نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس کو دوست رکھتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ یہ مومن کی جلد ملنے والی بشارت ہے۔(مسلم)

حدیث ۶ -اور ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت میں اپنے گھر میں نماز کی جگہ نماز پڑھتا تھا۔اچانک میرے پاس ایک آدمی پہنچ گیا۔پس مجھ کو وہ حال پسند آیا کہ جس پر اس نے مجھ کو دیکھا۔پس آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ تجھ پر اللہ رحم کرے، تیرے لئے دو اجر ہیں۔ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر اعلانیہ کا۔(ترمذی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آخرت کا گھر ہے اس کو ہم ان لوگوں کے لئے تیار کرتے ہیں جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور عاقبت متقین کے واسطے ہے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرے دوستوں میں زیادہ غبطہ کے قابل وہ مومن ہے جس کی کمر ہلکی ہو (یعنی عیال وغیرہ کا بوجھ نہ رکھتا ہو بےفکری سے یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو) اور نماز سے حصہ رکھنے والا ہو کہ اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کی ہو اور اس کی اطاعت خلوت اور جلوت میں (برابر) کرتا ہو اور لوگوں میں ایسا ملا جلا (رہتا) ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

(ب) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (اپنے آپ کو مشہور کیا خدا اس کو رسوا کرے گا اور جو شخص ریا کاری کرے خدا (اس کو ریا کاری کا بدلہ اس طرح دے گا کہ) اس کی حرکت سب پر ظاہر کردے گا۔(متفق علیہ)

(ج) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے

دن جمع کرے گا جس دن (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے (خدا کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس شخص نے شرک کیا ہوایسے عمل میں جس کوکسی نے اللہ کے لئے کیا ہوپس اس کوچاہیے اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے (کیونکہ اسی کے واسطے کیا تھا) اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ (یعنی بیزار) ہے شرک سے بہ نسبت سب شرکاء کے۔(احمد)

معزز سامعین! آج خطبہ جمعہ کا موضوع حُبِّ جاہ اورریا کی مذمت سے متعلق ہے۔ حُبِّ جاہ کی حقیقت ہے لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اس کی تعظیم کریں۔ یہ ایسا مرض ہے کہ جس کا پتہ چلنا مشکل ہے۔

جب کوئی واقعہ پیش آئے اور گرانی ہو تب پتہ چلتا ہے کہ اخوہ ہم میں حُبِّ جاہ کا مرض ہے۔(کمالات اشرفیہ ۲۴۴)

طالب جاہ سے زیادہ کوئی احمق نہیں

محققین نے کہا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی احمق نہیں جو طالب جاہ ہو کیونکہ یہ کمال محض وہمی انتزاعی (صرف خیالی جھگڑالو) ہے اورانتزاعی بھی ایسا ہے جو اس شخص کے ساتھ خود قائم نہیں بلکہ دوسرے کے خیال کے ساتھ قائم ہے کیونکہ جاہ نام ہے دوسروں کی نظر میں معزز ہونے کا جس کا مدار محض دوسروں کے خیال پر ہے وہ جب چاہے بدل دے تو ساری جاہ خاک میں مل جاتی ہے مگر طالب جاہ خوش ہے کہ آیا لوگ مجھے اچھا کہتے ہیں، جیسے چوہا خوش ہوتا ہے کہ بینئے کی دکان پر غلہ آیا ہے، جی ہاں ذرا منہ تو کھولئے ابھی چوہے دان آتا ہے جس سے ساری خوشی کرکری ہو جائے گی۔ پس ایک نقص جاہ میں یہ ہے کہ اس سے نفع جو حاصل ہوتا ہے وہ محض وہمی ہے یعنی بڑائی وعزت سے نہ گھر میں روپیہ آتا ہے اور نہ جائیداد بڑھتی ہے محض دل خوش کرلو۔(کمالات اشرفیہ ص ۱۷)

جاہ کے دینی ودینوی نقصانات

جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو۔ یہ وہ بلا ہے جو کہ دین و دنیا دونوں کو مضر ہے۔ دینی ضرورت تو یہ ہے کہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا مجھ پر فدا ہے تو اس میں عجب وکبر پیدا ہو جاتا ہے، آخر کار اسی عجب وکبر کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ آ کر اس میں ہلاک ہو گئے، یہ تو دین کا ضرر ہوا اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی کے حاسد

بہت پیدا ہو جاتے ہیں، پس صاحب جاہ کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیاوی خطروں میں بھی اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدوں طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے کیونکہ مال کی طرح انسان جاہ کا بھی بقدر ضرورت محتاج ہے تا کہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم وتعدی سے محفوظ ہو کر اور بے خوف ہو کر باطمینان قلب عبادت میں مشغول رہے لہٰذا اتنی طلب جاہ میں مضائقہ نہیں۔ (شریعت وطریقت ص ۲۱۲ بحوالہ تعظیم العلم ص ۶۴)

جاہ کے چند مراتب اوران کے احکام

ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ جاہ بدوں حاصل کئے ہوئے حاصل ہوگئی جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی جاہ ہوتی ہے کہ وہ خود پستی اختیار کرتے ہیں مگر جتنے گرتے ہیں اتنے ہی بلند ہوتے ہیں **من تواضع لله رفعه الله** (الحدیث) سو یہ مرتبہ جاہ کا نعمت خداوندی ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کسی شخص نے جاہ کے حاصل کرنے کی از خود کوشش کی اور نہ اس کے اسباب استعمال کئے مگر دوسروں کی وجہ سے اسے یہ جاہ حاصل ہوگئی مثلاً چند آدمیوں نے مل کر اسے بادشاہ بنا دیا، سو اس جاہ سے متمتع (نفع اٹھانا) ہونا جائز ہے مگر دو باتوں کا دیکھ لینا ضروری ہے ایک یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت پہنچا سکے گا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اپنا دین تو کسی حال میں برباد اور تباہ نہ ہوگا اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو قبول کرنا حرام ہے اور اگر پائی جائیں تو اس سے متمتع ہونا جائز ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ جاہ حاصل کرنے کی خود کوشش کرے (مثلاً حصول سلطنت وغیرہ کی) اس کا حکم یہ ہے کہ بجز خاص خاص حالات کے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اصل قانون تو یہ ہے کہ اپنے لئے کوئی منصب تجویز کرنا اور اس کی خواہش کرنا جائز نہیں۔

حب جاہ کا بڑا سبب

اپنی مدح وثناء کی خواہش ہوا کرتی ہے کیونکہ انسان کو اپنی مدح وتعریف میں لذت آتی ہے حالانکہ یہ اس کی بربادی کا سبب ہے۔ (تبلیغ دین ص ۱۳۲)

علاج: یوں سوچیں کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت اور مدح وتعریف کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

☆...... ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے علم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت، اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے۔ انہی دو جز سے اول اس رذیلہ کی مذمتیں اور

وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے، اس کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر کہ لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم اور مدح کی رکھی جائے اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے۔ صرف سرسری لہجہ سے کہہ دینا کافی نہیں، اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہی گزرے۔ (تربیت السالک ج:۱، ص۳۰۹)

اب دوسرا موضوع ریا اور اس کے علاج سے متعلق بیان ہوتا ہے۔

ریا کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں

یآیھا الذین امنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئآء الناس ولا یؤمن باللّٰه والیوم الاخر ο فمثلهٗ کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدا ο لا یقدرون علی شئی مما کسبوا ο (البقرۃ آیت ۲۶۴)

"اے ایمان والو، تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا (پتھر) جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زور کی بارش ہو جاوے۔ جو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہیں لگے گی۔"

ف: **قولهٗ تعالیٰ رئاء الناس** اس میں مذمت ہے ریاء کی۔

☆...... **ان المنٰفقین یخٰدعون اللّٰه وهو خادعهم ج واذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللّٰه الا قلیلا.** (النساء آیت نمبر ۱۴۲)

بلاشبہ منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں، صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ مگر مختصر"

ف: **قوله تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالی یراؤن الناس** کسل کا ریا

کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ کسل سے مراد کسل اعتقادی ہے نہ کہ کسل طبعی سو طبعی پر ملامت نہیں اور جس کی تحقیق نہیں وہ تشویش کو بڑھالیتا ہے جس سے اس کے باطن کو مضرت پہنچتی ہے۔ (مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ا ص ۲۰۹)

☆...... **واقیموا وجوهکم عند کل مسجد وادعوه مخلصین له الدین.** (اعراف آیت ۲۹)

''اورتم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کیا کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔''

ف: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کردے۔

(تائید الحقیقة بالآیات العتیقه ملحقه التکشف عن مهمات التصوف ص ۷۳۰)

☆...... **ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل الله o والله بما یعملون محیط.** (الانفال آیت نمبر ۴۷)

''اور ان لوگوں کے مشابہ مت ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔''

ف: **قوله تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا ورئا ء الناس۔** اس میں مسلمانوں کو بطر اور ریاء میں ان کے مشابہ ہونے سے نہی کی گئی ہے۔ پس اولیاء اللہ کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔ (مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ا ص ۳۷۶)

☆...... **فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احداً o** (الکهف آیت ۱۱۰)

جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ف: **قوله عملا صالحاً۔** حضرت عثمان ذوالنورین ؓ فرماتے ہیں کہ عمل صالح اسے کہتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور ریا نمود سے پاک ہو۔ (از درس قرآن

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جنگ کراچی ۱۸ نومبر ۶۷ء)

☆...... **انا انزلنا الیک الکتب بالحق فاعبداللّٰہ مخلصاً لہ الدین۔** (الزمر آیت نمبر ۲)

''ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف سے نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ ف: **فاعبداللّٰہ مخلصاً لہ الدین۔** اس میں اخلاص کا امر ہے اور اپنے اطلاق سے مراتب کو شامل ہے۔ (مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ۲ ص ۸۹۲)

☆...... **انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً۔** (الدھر آیت ۹)

ہم تو محض خدا کی رضامندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔ ف: **انما نطعمکم** ۔ اس میں اخلاق کی ترغیب ہے۔ (مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ۲ ص ۸۹۲)

☆...... **فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون o الذین ھم یراؤن۔** (الماعون آیۃ ۴ تا ۶) سو ایسے نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں۔ ف: اس میں ریا کی مذمت ظاہر ہے۔

☆...... **فصل لربک وانحر** (الکوثر آیۃ ۲) سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے۔''

ف: **فصل لربک**: اس میں اشارہ ہے کہ نماز اور قربانی خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہے ریا اور دکھلاوے نام ونمود کے لئے نہیں۔

ریا کی مذمت اور اخلاص کا حکم احادیث کی روشنی میں

☆...... بخاری و مسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص شہرت کے لئے کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا اظہار کرے گا اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے۔

ف: اس کا تحقق کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور کبھی اس طور سے اتفاق ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگوں کو خبر پہنچ جائے اور یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ (التشرف بمعرفت احادیث التصوف ص ۲۴۶)

ایک حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو (جن میں اعمال ظاہرہ محضہ بھی آ گئے ہیں کہ وہ بھی خاص مشابہ ہیں صورت کے) اور اموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو

دیکھتے ہیں۔" ف: حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے (اور اعمال کا ذکر اس کا منافی نہ سمجھا جائے، کیونکہ اعمال بھی بدوں اصلاح باطن معتد بہا نہیں ہیں۔ (چنانچہ عقیدہ صحیح اخلاص اعمال میں بالاتفاق شرط ہے اور یہ دونوں باطن ہیں) اور مولانا رومؒ کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

مابروں رانگریم وقال را ۔۔۔ مادروں را بنگریم و حال را

(التشرف ص ۱۵۳)

☆...... ابوداؤد نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے طعام قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں۔

ف: اس میں ریا وتفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے۔

☆...... جو شخص تقیہ اور ریا سے سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی کمر کو تختہ کردیں گے وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا قفا کے بل گر پڑے گا۔ (التشرف ص ۱۵۲)

☆...... دو شہرتوں سے بچو ایک صوف دوسرے خز سے۔ (رواہ عبدالرحمٰن السلمی فی سنن الصوفیاء والدیلمی مسند الفردوس ضعیف)

ف: اس میں مذمت ہے حب شہرت کی اور شہرت کے لئے خواہ لباس اختیار کرے کہ جیسے ریا کار صوفی درویش کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں، خواہ اظہار حسن وزینت کے لئے ہو (جیسے امراء امیرانہ لباس خالص ریشمی یا مخلوط ابریش یا مخلوط ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں، اظہار شان کے لئے پہنتے ہیں، غرض قصداً نہ اسیری ظاہر کرے نہ فقیری) (التشرف ص ۳۶۸)

☆...... جو شخص شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ روایت کیا اس کو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسناد حسن سے اور صاحب مقاصد حسنہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً اور دیلمی کی مسند میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً آگے کہا ہے کہ جو شخص صوف کا لباس اس غرض سے پہنے کہ لوگ اس کو (صوفی نسبت سے) پہچانیں اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اس کو (قیامت میں) دو کپڑے خارش کے پہنائے گا یہاں تک کہ اس کی رگیں (گل سڑکر) گر پڑیں گی۔ (التشرف ص ۲۵۱)

ف: اس میں لباس نام ونمود وریا کے پہننے کا انجام کس وضاحت سے مذکور ہے۔

☆...... اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پھر مجھ کو (عمل ظاہری) میں سے قلیل بھی کافی ہوگا۔

ف: اس مقام سے تم صوفیاء کو دیکھتے ہو کہ اخلاص کے لئے ان کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں میں خیال ہوتا ہے کہ اس کے اعمال قلیل ہیں اور وہ

لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہرہ زائد سے افضل واکمل ہے۔ (التشرف ص ۱۷۱ ج۲)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے عمل کو شہرت دے یعنی لوگوں کو سنائے کہ اس نے یہ عمل کیا ہے خداوند تعالیٰ اس کے ریا کے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ (یعنی اس کی ریا کاری کا اظہار کر دے گا اور اس کو ذلیل ورسوا بنائے گا) روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ (مشکوۃ باب الریا فصل دوم)

حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز سے میں تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا کہ ریاء۔

روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ زیادہ کہا ہے کہ جس دن اللہ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ان سے کہے گا ان کے پاس جاؤ جن کے لئے تم دنیا میں ریاء کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس جزا یا خیر پاتے ہو۔

ریا کے معنی

ریا مشتق رویت ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں اس طرح سمعہ جو بمعنی شہرت کے مستعمل ہے۔ مشتق سماع سے جس کے معنی سننے کے ہیں اور ریا کے اصل معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اچھی خصلتیں دکھلا کر ان کے دلوں میں منزلت حاصل کرے۔ (احیاء علوم الدین از امام غزالیؒ)

ماہیت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ومنزلت ہو جائے (تعلیم الدین ص ۴۲)

ریا کی حقیقت

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ (روح تصوف ص ۱۰)

غرض ریا کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۹۵)

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیوی غرض سے مخلوق خدا کو دکھلانا یا غرض مباح فی الطاعت دکھلانا یعنی مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے کہ وہ ہمارے معتقد رہیں۔'' اور ریا کے معنی ہیں

مخلوق کو دکھلانے کے لئے کام کرنا۔ (ارضاء الحق ص ۸)

ریا حابط اعمال ہے: ریا حابط عمل ہے گو فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن مقبول نہیں ہوتا، اور مقصود مقبولیت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۵)

جس طرح خلق سے اظہار عبادۃ ریا ہے بعینہٖ خلق سے اخفاء عبادۃ بھی ریا ہے۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے کہ جیسے مخلوق کو دکھلانے کیلئے عمل کرنا ریا ہے اسی طرح انکے دیکھنے کی وجہ سے عمل نہ کرنا بھی ریا ہے۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ ہنوز نظر مخلوق پر ہے اس سے نظر قطع نہیں ہوئی ورنہ آدمیوں کو اور درخت و دیوار کو برابر سمجھتے۔ (الدر المنضود ماہنامہ النور شوال ۱۳۴۷ھ)

کیونکہ اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشی سمجھتے ہیں جیسے مسجد کی صفیں یا پتھر تو ان سے اخفاء نہ کرتے۔

دلارامی کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(الرحیل الی الخیل ص ۱۸)

پس عمل نہ مخلوق کے لئے کرو اور نہ مخلوق کی وجہ سے ترک کرو۔

ریا کن باتوں میں ہوتا ہے

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اربعین اخصر والیسر میں لکھا ہے کہ ریا چھ باتوں میں ہوتا ہے: بدن کے ذریعہ مثلاً:

۱- شکستگی وضعف اور غنودگی اور پلکوں کا جھپکانا ظاہر کیا جائے کہ روزہ دار اور شب بیدار سمجھیں۔

۲- عملی صورت بنائے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کو آخرت کی بڑی فکر ہے۔

۳- پراگندہ بال رکھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ دین میں اس قدر مشغول ہے کہ بال سنوارنے اور خط بنانے کی بھی فرصت نہیں۔

۴- آواز پست نکالیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ریاضت و مجاہدہ سے اتنا ضعف ہو گیا کہ آواز تک نہیں نکلتی۔

ہیئت کے ذریعہ: ایسی صورت بنانا کہ لوگ سمجھیں کہ حالت وجد یا مکاشفہ یا فکر و استغراق میں مشغول ہے، مثلاً سر کا جھکانا، رفتار میں نرمی اور ضعف ظاہر کرنا، سجدہ کے نشان کا باقی رکھنا، آنکھ بھینچنا وغیرہ

سوم شکل و شباہت اور لباس میں: صوفیانہ لباس مثلاً صوف چوغہ یا آستینوں کا جبہ پہننا یا کپڑوں کا بوسیدہ اور میلا کچیلا رکھنا تاکہ لوگ سمجھیں کہ صوفی کامل ہے۔

چہارم گفتگو اور زبان کے ذریعے:

۱- آواز میں بناوٹ تصنع اور ایسا لہجہ اختیار کرنا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑا عالم اور صوفی اور سلف کا نمونہ ہے مگر دل میں خاک اثر نہ ہو۔

۲- مشائخ علماء وسلف سے ملاقات کا دعویٰ کرنا اور اظہار کہ ہم نے فلاں فلاں بزرگ کی زیارت کی ہے۔

۳- بدکاری ومعصیت کے تذکرے پر یا خلاف شرع باتوں پر ہائے افسوس یا ایسے کلمے کہنا جس سے نفرت کا اظہار ہو مگر دل میں خاک اثر نہ ہو، صرف لوگوں کے سامنے پارسائی جتلانے کیلئے کہے۔ نمبر۴: کسی حدیث کے متعلق جلدی ضعیف یا صحیح کا حکم لگادینا تاکہ لوگ محقق اور محدث سمجھیں۔

پنجم عمل میں: اگر کوئی عمل دیکھنے والا موجود ہو تو نماز سکینت ووقار کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا قیام زیادہ کرنا، رکوع وسجدہ میں زیادہ دیر تک سر جھکائے رکھنا تاکہ لوگ عابد وزاہد اور باعفت وپارسا سمجھیں اور خیال کریں کہ ان کی نماز خشوع خضوع سے بھری ہے۔

ششم اپنے شاگردوں اور مریدوں اور مشائخ کا کثرت سے تذکرہ کرنا: تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کے بڑے مشائخ سے ملاقات ہوتی ہے۔ نمبر۲: ایسی تدابیر کرنا کہ علماء وصلحاء اور سلاطین ان کی زیارت کو آنے لگیں۔

ریا کے حرام ہونے کی وجوہات

ریا کے حرام ہونے کی دو وجوہات ہیں۔ ۱- ریا کاری حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے کہ عبادت میں بھی اس کی رضاء وخوشنودی مقصود نہیں، بلکہ بندوں کی خوشنودی مطلوب ہے گویا دل میں بندوں کی اس قدر عظمت بٹھالی اور خدا کی نسبت ان کو نفع ونقصان پر زیادہ قادر سمجھا کہ عبادۃ بھی ان ہی کی نظر گزاردی، اسی لئے حدیث میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے۔ (اربعین اخصر والیسر امام غزالی)

۲- لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا معتقد بنانا لازم آتا ہے، جو کہ معصیت ہے۔''

عبادتوں میں ریا

عبادتوں میں ریا تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱- ایمان میں ریا جیسے منافق کے دل میں ایمان تو نام کو بھی نہیں مگر اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنا رکھی ہے۔

۲- اگر تنہا ہو تو نہ نماز پڑھے نہ زکوٰۃ دے مگر لوگوں کے سامنے نماز بھی پڑھے اور زکوٰۃ بھی دے۔ اپنی نیت کا حال اسے خود بھی معلوم ہوتا ہے۔ یہ شرک اصغر ہے۔

۳-فرائض عبادتوں میں تو ریا نہ ہو مگر نوافل عبادتیں لوگوں کو دکھلانے کے لئے کی جائیں۔مثلاً لوگوں کی موجودگی میں نوافل زیادہ پڑھے زکوٰۃ سے رمدہ نفیس مال نکالے یانماز بہ نسبت خلوت کے زیادہ خشوع وخضوع سے پڑھے۔

ریا کی قسمیں

ریا کی دوقسمیں ہیں۔

۱-جلی،جوآدمی کاباعث عمل ہو،گوبہ قصد ثواب نہ ہو،ریاکو جان لیتا ہے کہ یہ ریا۔

۲-جوذراپوشیدہ جوموجب عمل تو نہ ہولیکن جس عمل کوبقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً مہمان کی موجودگی میں تہجد پڑھنے سے نشاط پیدا ہونا یا اس کی اطاعت کی لوگوں کواطلاع ہوجائے تو خوش ہو۔(احیاءعلوم الدین امام غزالیؒ)

ریاء کا علاج:

۱-حب جاہ کودل سے نکالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے اورعبادت پوشیدہ کیا کرے یعنی جوعبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے لئے ازالہ حب جاہ کافی ہے۔(تعلیم الدین ص ۱۲۳)

اور حب جاہ کا علاج یہ ہے کہ یوں سوچے کہ بعض لوگ میری تعظیم واطاعت کرر ہے ہیں،نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا،پھرایسی موہوم وفانی چیز پرخوش ہونا نادانی ہے،یایوں سوچے کہ اگران لوگوں کومیرے رذائل کی اطلاع ہوجائے تو کتناذلیل وحقیر سمجھیں۔(حیاۃ اشرفیہ)

۲-ریاورضائے خلق سے بچنا چاہتے ہوتو فنا کا طریق اختیار کروکیونکہ فنائے کامل کے بغیر ریا سے حفاظت نہیں ہوسکتی۔(معالجات اشرفیہ ملحقہ حیاۃ اشرفیہ ص ۲۲۹)

۳-ایک طریق معالجہ کا حضرت سیدی مرشدی مولانا الحاج محمد امداداللہ صاحبؒ کاارشاد فرمودہ ہے وہ یہ کہ جس عبادت میں ریا ہواس کوخوب کثرت سے کرلیں پھرنہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کوخیال رہے گا،وہ چندروز میں عادت پھرعادت سے عبادت اوراخلاص بن جائے گی۔(تعلیم الدین ص ۲۳)

۴-اسباب ریا کودل سے نکالے،یعنی نہ مدح کا طالب ہونہ مذمت سے ڈرے اور مخلوق سے حرص وطمع نہ کرے کہ ریا اسی سے ہوتی ہے۔(اربعین غزالیؒ)

اخلاص: ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

ماہیت: اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی ورضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۶)

خالی الذہن ہونا بھی ایک قسم کا اخلاص ہے

اگر کوئی غرض محمود یا مذموم ہو وہ بھی اخلاص ہی میں داخل ہے۔ مثلاً بیمار پرسی میں ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عیادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں، یہ تو اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے بیمار خوش ہوگا، یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ تطییب قلب مؤمن بھی عبادت ہے، ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے یہ بھی اخلاص ہے، ایک صورت یہ ہے کہ کچھ نیت نہ ہو بس کسی بیمار کا حال سن کر دل کڑھا اور دل میں جوش ہوا اور چلے گئے، کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں حاضر نہیں، یہ بھی اخلاص ہے پس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جائے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو مجھے پوچھنے نہ آئے گا یہ دنیوی غرض ہے۔ اس لئے ریا پس خالی الذہن کے معنی یہ ہیں کہ نہ دکھاوے کی نیت ہو۔ (ارضاء الحق ۷۰ حصہ دوم) اور نہ خدا کے لئے ہو (کمالات اشرفیہ ص ۹۵) لیکن اعلیٰ درجہ کا اخلاص نہیں، پس عمل کرتے وقت یہ نیت کرو کہ اللہ کی محبت پیدا ہو اس سے اثر بڑھے گا۔ (طریق القلندر ص ۶۱) اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی ریا سے محفوظ رکھیں۔ آمین

اللّٰهم طهر قلوبنا من النفاق و اعمالنا من الرياء والسنتنا من الكذب فانك تعلم خائنة الاعين و ماتخفى الصدور. اللّٰهم انى اعوذبك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم، آمين ثم آمين.

دوسرا خطبہ

عجب اور کبر کی مذمت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

عُجب اس کو کہتے ہیں کہ انسان کسی کمال کے سبب اترائے اور اس کے زوال یا کمی کا خوف نہ کرے اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص سے اپنے کو بڑھا ہوا سمجھے اور یہ دونوں سخت مرض ہیں۔

آیاتِ طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کو (جنگ حُنین میں) اپنی کثرت پر ناز ہوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

حدیث ۱: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے تواضع کی پس وہ اپنے نزدیک چھوٹا ہے اور لوگوں کی نظر میں بڑا ہے اور جس نے تکبر کیا خدائے تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے اور (صرف) اپنے دل میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُور سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں وہ خواہش (نفسانی) جس کا اتباع کیا جاوے اور حرص جس کی پیروی کی جائے اور آدمی کا اپنے نفس پر اترانا اور یہ ان سب میں سخت ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی اس کو پسند کرتا ہے اس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے (یعنی یہ تکبر نہیں ہے بلکہ) تکبر یہ ہے کہ حق (بات) سے اکڑے (یعنی اس کو قبول نہ کرے) اور لوگوں کو (اپنے سے) حقیر سمجھے۔ (مسلم)

حدیث ۴: اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تو دیکھے کہ حرص کی پیروی کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر

صاحب الرائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے پس تیرے ذمہ فقط تیرا نفس (یعنی اس کی اصلاح) ہے اور دوسروں کے کام کی (فکر) چھوڑ دے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہے کبریائی زمین میں اور آسمان میں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

اضافہ: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ آدمی برا ہے جو کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھے اور اتراوے اور (خدائے) کبیر ومتعال کو بھول جاوے۔ برا ہے وہ آدمی جو ظلم کرے اور زیادتی کرے اور بھول جائے (خدائے) جبار واعلیٰ کو۔ برا ہے وہ آدمی جو غافل ہو (حق سے) اور لہو لعب میں مبتلا ہے اور بھول جاوے قبروں کو اور بوسیدہ (ہڈیاں) ہونے کو۔ برا آدمی وہ ہے جو حد سے گزرا اور سرکش ہوا اور اپنے اول اور آخر کو بھول گیا۔ (الحدیث) (ترمذی و بیہقی)

حضرات گرامی! آپ نے خطبہ اور اس کے ترجمہ میں تکبر اور اس کی مذمت میں آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ سنا اب سمجھئے کہ تکبر کسے کہتے ہیں۔

تکبر کی حقیقت

تکبر کی حقیقت ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا (علاج الحرص ص ۳) یہ تمام رذائل کی جڑ ہے۔ غصہ، ظلم، کینہ، حسد بغض اور اختلاف اسی سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اختلاف کی نوبت وہیں آتی ہے جبکہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے کو دوسرے سے کم سمجھے تو اختلافات یا نا اتفاقی کی نوبت ہی نہیں آتی، غرض تکبر تمام مفاسد حتیٰ کہ شرک و کفر کی بھی جڑ ہے۔ دنیا میں جو بھی کافر ہوا ہے وہ اپنے نفس کے کبر کی وجہ سے کافر ہوا، ورنہ دنیا میں حق مخفی نہیں رہتا۔ (علاج الکبر ص ۳)

تکبر کرنا حق تعالیٰ سے برابر کرنے کے مترادف ہے

حدیث قدسی میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ عظمت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر، جو کوئی ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا چادر یا تہبند فرمانا کنایہ ہے، خصوصیت ہے معنی یہ ہوئے کہ دونوں صفتیں خاص ہیں، میرے ساتھ کوئی دوسرا مدعی ہوگا تو میں اس کو سزا دوں گا، جب کبریا باری تعالیٰ کا حق ہوا۔ **له الكبرياء فى السموات والارض**

وھو العزیز الحکیم۔(ترجمہ اور اس کی بڑائی ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور وہ زبردست حکمت والا ہے) تو اپنے نفس میں اس کا رکھنا مساوات ہے، باری تعالیٰ کے ساتھ۔

جس میں ذرہ برابر کبر ہے اس میں ذرہ برابر ایمان نہیں

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔" ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ تشدد ہے، فرماتے ہیں: قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکالو۔ پہلی حدیث کو دوسری سے ملانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ جس کے دل میں ایمان ہے اس دل میں ذرہ برابر کبر نہیں ہوسکتا۔ (علاج الکبر)

حق تعالیٰ متکبرین سے دشمنی رکھتے ہیں

ہر مؤمن اس بات کا مدعی ہے کہ وہ خداوند قدوس سے محبت رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: **والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ**۔ اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے قوی محبت ہے۔ "اگر کوئی اپنے عاشق سے کہے کہ میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا تو اس عاشق یا محبّ کے لئے یہ بات مر جانے کی ہے، اس کی قدر عاشق ہی کرسکتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **ان اللّٰہ لا یحب المتکبرین**۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے۔ **ان اللّٰہ لایحب کل مختال فخور** یہاں **لایحب** (محبت نہیں رکھتے) کے معنی بغض (بغض اور دشمنی رکھتے ہیں) کے ہیں۔ تکبر کے معنی ہیں بڑا سمجھنا اور یہ دل سے ہوتا ہے۔ تکبر صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے بڑائی کا کلمہ کہا جائے بعض کی فیشن، وضع، چال چلن اور ہر ادا سے تکبر ٹپکتا ہے لیکن زبان سے نہیں کہتے، درحقیقت یہ تکبر ہے۔ (وعظ علاج الکبر)

متکبر احمق ہوتا ہے

جیسے کبر کے لئے حماقت لازم ہے ایسے ہی حماقت کے لئے کبر لازم ہے۔ متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے۔

سب سے پہلا گناہ تکبر ہوا

شیطان مردود نے تکبر ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ملعون ہوا۔ خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق نے کیا خوب کہا ہے: ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

محققین نے کہا کہ آسمان پر سب سے پہلا گناہ شیطان نے تکبر سے کیا اس سے پہلے کوئی گناہ نہ ہوا تھا۔ (تادیب المصیبت)

عالم فاضل خود کو جاہل کے برابر کمتر کیسے سمجھ سکتا ہے

ایک شخص کو دو آنکھیں ملی ہیں وہ نابینا سے اپنے کو اکمل سمجھے، یا عالم و فاضل، مفسر و محدث اپنے کو ناخواندہ سے اکمل سمجھے تو تکبر نہیں، اگر اس کے خلاف مجبور کیا جائے تو تکلیف مالایطاق ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو کسی خاص وصف میں دوسرے سے اکمل جاننا تکبر نہیں، ہاں افضل اور بہتر جاننا تکبر ہے کیونکہ افضل اور بہتر ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اور انجام بخیر ہونے پر ہے اور چونکہ علم نہیں اس لئے خود کو کسی سے افضل نہ سمجھے۔

صفت کمال کو کمال سمجھنا تکبر نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی صفت کمال عطا فرمائیں تو اس کو صفت کمال نہ جاننا تو ایک قسم کی ناشکری ہے اور صفت کمال جاننا موجب علم ہے۔ (فروع الایمان) تو اب کیا کرے؟ حل اس اشکال کا یہ ہے کہ اس کو صفت کمال ضرور سمجھے۔ مگر اپنے کو اس کا مستحق اور موصوف حقیقی نہ جانے اور نہ اس پر افتخار کرے، بلکہ محض اس صفت کو نعمت غیبی اور عطیہ خداوندی اور کمال الٰہی سمجھ کر اس کا شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ میرے پاس یہ بطور رعایت کے ہے اور وہ جب چاہیں مجھ سے سلب کر لیں، یہ عطیہ میرے پاس اس طرح ہے جیسے کوئی بادشاہ ایک ادنیٰ شخص کے پاس کوئی گوہر نایاب امانت رکھ دے اور جب چاہے لے لے اور خواہ اپنے کرم سے عمر بھر نہ لے اور اس کو استعمال کی اجازت بخش دے، اس پر بھی وہ اتراتا نہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ ترساں رہتا ہے کہ کہیں اس گوہر بے بہا کی بے قدری نہ ہو جائے، کہیں بے آب نہ ہو جائے۔ جو شخص اپنے کمال کو اس طرح سمجھے گا وہ شاکرین سے ہے اور خود پسندوں میں سے نہیں۔

شعبہ تکبر

تکبر کے عدم کا اگر خیال آئے کہ میں تکبر نہیں کرتا تو وہ بھی شعبہ تکبر ہے کیونکہ چمار کبھی یہ بھی خیال نہیں کرے گا کہ میں شیخی نہیں بھگارتا۔ (فیوض الخالق)

اگر دل میں تکبر نہیں تو بندوق اور پستول رکھنا حرج نہیں

ایک شخص نے مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ سے بندوق رکھنے کی اجازت پائی حضرت۔

قدس سرہٗ نے دریافت کیا:

دراجازت گرفتن از من چہ مصلحت است

(یعنی مجھ سے اجازت طلب کرنے میں کیا مصلحت ہے)

اس نے عرض کیا:

قبل از مریض کبر زیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر ہم معلوم مے شود

(یعنی اس سے پہلے میں حضرت سے مرض تکبر کا زیر علاج ہوں اور بندوق آلہ تکبر معلوم ہوتی ہے)

حضرت نے ارشاد فرمایا: مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس ہست وقطعش واجب نیست (اشرف السوانح ج ۳ ص ۴۸۹)

(یعنی آلہ فعل کے لئے لازم نہیں آلہ زنا سب کے پاس ہے مگر اس کا کاٹنا واجب نہیں۔

تکبر کا علاج تواضع

تواضع تکبر کی ضد ہے، جو شخص متواضع ہوگا وہ متکبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تواضع اختیار کرنا چاہئے۔

اللہ کی عظمت کو یاد رکھیں اور یوں سمجھیں کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین کے ساتھ علم ہے اور جو شخص یقینی معیوب ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا چاہئے۔ (شریعت وطریقت ص ۲۱۰)

اگر اپنی خوبی اور دوسرے کی برائی پر نظر پڑے تو یہ سمجھنا واجب ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں کوئی ایسی خوبی ہو اور مجھ میں کوئی ایسی برائی ہو کہ ان کی وجہ سے یہ شخص عنداللہ مجھ سے اچھا ہو۔

اب عجب سے متعلق مزید چند آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ سن لیجئے۔

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

(۱) لقد نصر کم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً. (التوبہ آیت نمبر ۲۵)

ترجمہ: تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں پر غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غلبہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی۔

ف: اس میں دلالت ہے کہ بندہ کو غیر اللہ پر نظر اور عجب نہ کرنا چاہئے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ترک عجب نزول سکینہ کا سبب ہوتا ہے۔ (مسائل السلوک)

(۲) فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقٰی. (النجم آیت ۳۲)

ترجمہ: تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

ف: یہ بھی خود پسندی میں داخل ہے کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرے اور اپنی بزرگی کمالات بیان کرے۔ (فروع الایمان)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مہلکات پس وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے اور بخل جس کے مطابق عملدرآمد ہو اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا یہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔ (بیہقی)

ماہیت: اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے۔

عجب کی حقیقت

اپنے نفس کو اپنے خیال میں کامل سمجھ لینا اور حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا حق خیال کرنا یعنی ان کو اللہ کا فضل و کرم نہ سمجھنا اور ان کے زوال سے بے خوف ہو جانا خود پسندی اور عجب کہلاتا ہے۔ (تبلیغ دین ص ۱۵۲)

نفس کا ایک کید خفی یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ممتاز ہو کر رہے، سو یہ عجب ہے۔ (کمالات اشرفیہ) ہر عمل میں دو حیثیتیں ہیں ایک اپنا کمال۔ اس اعتبار سے یعنی اپنا کمال سمجھ کر، اس پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے اس پر مسرت مامور بہ ہے۔

قل بفضل الله و برحمته فبذلک فلیفرحوا. (انفاس عیسیٰ)

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہو جاؤ۔

عجب اور تکبر میں فرق

عجب و تکبر امور دینیہ اور دنیویہ دونوں میں ہوتا ہے پھر تکبر میں تو آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے بخلاف عجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ (فروع الایمان)

علاج

۱- اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی استغنا اور قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔ (تعلیم الدین)

۲- اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں، اسکو انکی عنایت سمجھو، کام لینا اس لئے کہتا ہوں کہ

سب باگیں انکے ہی قبضہ میں ہیں بس اپنا کمال نہ سمجھو نہ کسی گناہ گار کو حقیر جانو۔(انفاس عیسیٰ ج ا ص ۱۹۱)

ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہوگا
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا جو کچھ ہوا ہو کرم سے تیرے

۳-اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود یہ اعمال میں قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزا مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے۔اسی مراقبہ سے علاج ہو جائے گا عجب کا کہ عمل سے طاقت سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضائے حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے۔(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۴۷)

۴-اگر استحضار نعم کے ساتھ اس کا بھی استحضار کر لیا جائے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ موہبت الٰہیہ میں ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اس کا استحضار کر لیا جائے اگر چہ یہ لوگ ان فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں کے استحضار کے بعد جو سرور رہ جائے گا وہ عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگا جو مذموم نہیں یا شکر ہوگا جب منعم کے امتحان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا۔

انسان اتنی بڑائی اپنے چھوٹے کے سامنے جتلاتا ہے اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عظمت وقھار اور جلال دل میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہر وقت حاضر رہنے کا تصور دل میں ہو تو کوئی انسان تکبر نہیں کر سکتا۔غرض کسی سے بڑا ہونے کا خیال آئے تو خداوند قدوس کی عظمت دل میں تصور کرے اور اگر وہ چھوٹا ہے تو یوں سمجھے کہ اس کے گناہ مجھ سے کم ہیں۔اگر بڑا ہے تو یہ سوچے کہ اس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں،اسی طرح تکبر دور ہو جائے گا۔یا یوں سمجھیں کہ اس کے عیوب میرے عیوب سے کم ہوں گے اور میرے اندر کس قدر عیوب ہیں۔اس طرح بھی تکبر دور ہو جائے گا۔

اگر پھر بھی تکبر کا وقوع ہو تو اپنے کو کچھ مالی یا بدنی سزا دیں۔کچھ خیرات کر دیا کریں یا کچھ نوافل پڑھیں،یا قصداً ایسے افعال اختیار کریں جو موجب ذلت سمجھے جاتے ہیں،مثلاً مسافروں کے پیر دبایا کریں،نمازیوں کے جوتے جھاڑ کر سیدھے کیا کریں،اپنے گھر کے ہر کام مثلاً سودا سلف لانے کو عیب تصور نہ کریں۔ان شاء اللہ ان تدابیر سے تکبر دور ہو جائے گا۔

متکبرین کے ساتھ تکبر مقصود ہے

عارفین کا قول:التکبر مع المتکبرین عبادۃ:یعنی تکبر کرنے والوں کے ساتھ

تکبر کرنا عبادت ہے۔'' اکابرین دیوبند کا اسی پر عمل تھا، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ معمول تھا کہ تکبر کرنے والوں سے اپنے جوتے اٹھوایا کرتے تھے اور انکسار کرنے والوں کے خود جوتے اٹھایا کرتے تھے۔

سربلندوں سے انکسار نہ تھا خاکساروں سے خاکساری تھی

مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ بھی متکبرین روسا وامراء سے سختی کے ساتھ پیش آتے، لیکن وہی امراء جو اکھڑ مزاج تھے ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ مناسب ہے، لیکن جو امراء دین سیکھنے کے لئے علماء کے پاس آئیں ان کے مرتبہ کے مطابق ان سے برتاؤ کریں۔ ہاں خوشامد اور طمع سے دور رہیں اور خوش اخلاقی برتیں، کیونکہ سید الطائفہ حضرت مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے: '' جو امیر درویش کے دروازے پر آئے وہ اچھا ہے کیونکہ دین سیکھنے کے لئے آیا ہے۔'' اس کے لئے حکم ہے۔ نزلوا الناس منازلھم لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق بٹھاؤ۔''

بعض اوقات پر تکبر بھی محمود ہے

اترانا اور فخر کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ان اللّٰہ لا یحب الفرحین۔ (القصص آیت ۷۶) اترا کر چلنا بھی انہیں ناپسند ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

لا تمش فی الارض مرحاط ان اللّٰہ لا یحب کل مختال فخور.

(سورۃ لقمن آیت ۲۸)

'' اور زمین پر اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے''، دوسرے مقام پر اس سے بھی سخت ارشاد ہے:

ولا تمش فی الارض مرحاط انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا. (بنی اسرائیل آیت ۳۷)

'' اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل، تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی اونچائی کو پہنچ سکتا ہے۔'' کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بہار دنیا ہے چند روزہ نہ چل یہاں سر اٹھا اٹھا کر خدا نے ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیئے ہیں بنا بنا کر

لیکن حج عمرہ اور جنگ کے موقع پر اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے اور ایسے کلمات فخریہ کہنے جائز قرار دیا

ہے جس سے دشمن کے حوصلے پست ہوں۔ سوائے حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر کے کیا کہہ سکتے ہیں۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست　　　　دگر حکم فتوے خوں ریزی دواست

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی کبریائی، عظمت اور قدرت کا یقین ہمارے دلوں میں راسخ اور پیوست فرمادیں اور تکبر وعجب سے محفوظ فرمائیں اور کمال انکساری اور تواضع نصیب فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وّآلهٖ واصحابه اجمعین. وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

تیسرا خطبہ

توبہ کا وجوب وفضیلت

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیت مبارکہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے اور جولوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کوئی (گناہ کر بیٹھتے ہیں مگر ان کی یہ حالت ہے کہ) ایسا کام کرگزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو وہ اپنی ذات پر (گناہ کرکے) نقصان اٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے۔ اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں (البتہ اگر ناواقفیت میں ایسا ہو جاوے تو اور بات ہے) یہی لوگ ہیں جن کی جزاء مغفرت ہے، ان کے رب کی طرف سے اور بہشت کے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی یہ ہمیشہ (ہمیشہ) اسی میں رہیں گے۔ اور (یہ) ان کے کام کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

حدیث-۱: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب (گناہوں کا) اقرار کرے پھر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (مسلم)

حدیث-۲: و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تمام بنی آدم خطا کرنے والے ہیں اور خطا کاروں میں توبہ کرنے والے بہتر ہیں۔

حدیث-۳: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ خرخرہ نہ لگے (یعنی حلق میں جان آکر خرخر نہ کرنے لگے اور اس خرخرہ سے چونکہ موت آچکنے کا پورا یقین ہو جاتا ہے اس واسطے اس کے بعد توبہ کرنا قابل قبول نہیں۔) (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حدیث-۴: اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ ندامت توبہ ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (شرح السنہ)

حدیث-۵: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے ذمہ اس

کے بھائی کا کوئی حق آبرو کا یا اور کسی طرح کا ہو اس کو چاہیے کہ آج اس سے سبکدوش ہو جاوے یعنی معاف کرالے (اور اگر حقوق مالیات کو وہ معاف نہ کرے تو ادا کرنا ضروری ہے) اس (دن) سے پیشتر کہ اس کے پاس نہ درہم ہوگا نہ دینار (بلکہ) اس طرح حق ادا کیا جاوے گا کہ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس ظالم سے اس (مظلوم) کے حق کے موافق لے لیا جاوے گا۔ اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مظلوم) کے گناہوں میں سے (بمقدار ظلم) اس پر لاد دیئے جاویں گے۔ (بخاری)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظلم کے بعد توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

اضافہ: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر میں مردہ (ڈوبنے والے فریاد کرنے والے شخص کے مانند ہوتا ہے۔ انتظار کرتا ہے دُعا کا جو اس کو باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جب دعا اس کے پاس پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک وہ (دُعا) دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں پر زمین والوں کی دعا کی وجہ سے پہاڑوں کے مانند (ثواب) داخل کرتا ہے اور تحقیق زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے۔

معزز ین سامعین! آج کے خطبہ جمعہ کا موضوع توبہ اور اس کے واجب ہونے کے بیان میں ہے۔

ہزار صوفی و صافی ہو پھر بھی رب کے حضور جو لغزشوں پہ اپنی پشیماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

توبہ کی حقیقت

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے اور بعید سے قریب کی طرف لوٹ کر آنے کے ہیں۔
(تبلیغ دین ص ۱۹۴ اردو امام غزالی)

شرعی اصطلاح میں معصیت سے طاعت کی طرف لوٹنے اور رجوع ہونے کا نام توبہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **التوبة ندم** یعنی توبہ ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔

بہرحال توبہ کی روح اور حقیقت وہ اندرونی ندامت اور دلی شرمندگی ہے جو گناہ پر پچھتاوے سے انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ روحانی نفسیات کے ماہر علماء اہل باطن نے ندامت و شرمندگی کے اس مقام اور درجہ کی نشاندہی فرمائی ہے جو توبہ کے سلسلے میں معتبر اور مقصود ہے۔

ندامت دل کی اس بے کلی اور باطن کی اس سوزش کا نام ہے جو کسی غلطی اور قصور پر انسان میں پیدا ہوتی ہے۔

توبہ کی ماہیت

خطا کو یاد کر کے دل دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کو ترک کر دینا اور آئندہ پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۰)

توبہ تمام اعمال کی بنیاد ہے

مسلمان ہونے کے معنی توبہ عن الشرک و الکفر کے ہیں۔اس طرح توبہ اول الاعمال ہوئی، کیونکہ اسلام لانے کے بعد تمام اعمال صالحہ قبول ہوتے ہیں۔

ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں کیوں کہ گناہ کا خلاصہ ہے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کس کس بات کا حکم کیا ہے اور کن کن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ہم ان میں سے کتنے امور سے بچتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کوئی وقت گناہوں سے خالی نہیں لوگوں نے صرف گناہوں کی موٹی موٹی فہرست چوری، زنا، جوا وغیرہ یاد کر رکھی ہیں گناہ کی حقیقت کی خبر نہیں۔(تفصیل التوبہ ص ۵) اس لئے ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے۔

اعمال میں نورانیت پیدا ہونے کیلئے توبہ کی ضروری ہے

گناہ میں یہ خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد سے دل گھبراتا ہے جیسے مجرم حاکم کے سامنے جانے سے گھبراتا ہے۔ چاہے وہ کچھ بھی نہ کہے۔ایک مرتبہ گڑگڑا کر وظیفہ پڑھیے اور تلاوت کیجئے۔ پھوٹوٹ لئے میں بہ قسم کہتا ہوں کہ زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔اس وقت فرحت و شگفتگی ہوگی۔اور امید قوی ہوگی فضل کی۔ (اول الاعمال ص ۲۲) پس کسی طاعت کی قبولیت کے لئے توبہ عن المعاصی شرط نہیں لیکن عمل کی نورانیت کے لئے توبہ عن المعاصی شرط ہے ورنہ اعمال میں نورانیت نہ ہوگی۔ (اول الاعمال ص ۲۹) اور اگر اعمال میں نورانیت نہ ہوگی تو اس محرومی کی بناء پر ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوگا۔ (اول الاعمال ص ۴۰)

آفات ارضی وسماوی کا اصل سبب اور اصل ہمارے گناہ ہیں

حدیث شریف میں ہے کہ **ان العبد یحرم الرزق بخطیئة یعملها** یعنی بے شک بندہ رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اس برائی کے سبب جو وہ کرتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ آج کل ہم پر جو نئے نئے مصائب آ رہے ہیں ان کا اصلی سبب ہمارے گناہ ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما اصاب من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔

یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے اور بہت سے گناہ معاف کردیتے ہیں۔

جب میں کہتا ہوں الٰہی صورت احوال دیکھ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

بعض لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہائے ہم سے کونسا گناہ ہوگیا ہے۔ جس کا یہ سبب ہے۔ اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے اس تعجب پر تعجب ہے کیوں کہ ہم میں وہ کون ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں رہتا تو تعجب تو آفات میں مبتلا رہنے پر کرنا چاہئے تھا۔ (ترک المعاصی ص ۱۵)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یآ یھاالذین امنو اتوبوا الی اللّٰہ توبة نصوحاً.

یعنی اے ایمان والو تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت و عنایت ملاحظہ کیجئے کہ یوں نہیں فرمایا کہ بالکل گناہ ہی نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہوجائے تو توبہ کرو۔ (ضرورت التوبہ) جب تک مرض اصلی کا استیصال (جڑ سے اکھاڑنا) نہ کیا جائے مرض نہ جائے گا پس جب تک معصیت نہ چھوڑیں گے ان بلاؤں سے خلاصی نہیں ہوسکتی۔ (الاستغفار ص ۱۲)

توبہ کرنے کے اسباب

گناہ کا لذیذ معلوم ہونا بعض لوگ معصیت اس لئے ترک نہیں کرتے کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ ”عاقبت کی خبر خدا جانے“

کیوں صاحب اگر کوئی شخص آپ کو زہر سے بھرا لڈو لا کردے تو کیا اپنے قول کے موافق وہاں بھی عمل کرو گے کہ کل کے دن کیا خبر کیا گزرے اب تو لڈو کھانے کو ملتا ہے یا اس کے انجام پر نظر کر کے اس کو ترک کردو گے تو کیا قیامت آپ کے نزدیک کل سے کچھ زیادہ دور ہے۔ صاحبو! کل کے چار بجے تک تو ۲۴ گھنٹے یقینی ہیں اور قیامت کے متعلق تو ۲۴ منٹ کی بھی خبر نہیں اس لئے کہ

شاید ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود (یہی سانس ہی زندگی کا آخر سانس ہو)

(۲) (تقدیر کا بہانہ) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا

پھر نہ طاعت سے کچھ فائدہ نہ گناہ سے کچھ ضرر۔مگر تعجب یہ ہے کہ تقدیر دنیا کے کاموں میں کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی کونہیں دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو۔(تفصیل التوبہ ص ۴۱)

(۳) (حق تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے پر بھروسہ) ایک مانع توبہ یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ رحیم ہیں۔ان کو ہمارے گناہ بخش دینا کیا مشکل ہیں مگر ہم نے کسی شخص کونہیں دیکھا کہ خدا کی رحمت کے بھروسہ پر اس نے زہر کھایا ہو۔

(۴) (توبہ سے پھر گناہ ہوجانے کا خوف) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ شاید آئندہ توبہ ٹوٹ جائے اور پھر گناہ ہوجائے۔حالانکہ صدق دل سے اگر توبہ کی جائے تو وہ مقبول ہوجاتی ہے اور اگر خدانخواستہ توبہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ کرلے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت بے انتہا ہے۔حدیث میں ہے:

ما اصرّ من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرّۃ.

سبحان اللہ دن میں ستر مرتبہ توبہ شکنی کو بھی گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں فرمایا۔خوب کہا ہے ؂

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ   گر کافر گبر بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادرگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اب بھی گناہوں سے باز آ جا تو جیسا کیسا بھی ہے باز آ جا اگر چہ کافر آتش پرست اور بت پرست ہی کیوں نہیں۔اب بھی ان چیزوں کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کرلے یہ دربار وہ ہے جہاں ناامیدی نہیں اگر سو مرتبہ بھی تو توبہ توڑ چکا ہے تب بھی اب باز آ جا۔

(۵) (آخر عمر میں توبہ کا عزم) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ ابھی ساری عمر پڑی ہے بڑھاپے میں توبہ کرلیں گے لیکن کیا خبر بڑھاپا بھی آئے گا ؂

شاید ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود (شاید یہی سانس زندگی کا آخری سانس ہو)

حالانکہ انسان کو ایک سیکنڈ کا پتہ نہیں اس لئے فوراً توبہ کرلینا چاہئے ؂

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں   سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

(۶) (گناہ کا علم نہ ہونا) بعض لوگ اس لئے توبہ نہیں کرتے کہ انکو بھی خبر نہیں کہ ہم سے کون کون سے گناہ ہورہے ہیں انکو چاہئے کہ اخلاق کی کتابیں پڑھیں یا کم از کم مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کا رسالہ "گناہ بےلذت" دیکھ لیں۔

(۷) (توبہ کے بھروسہ گناہ) بعض لوگ اس لئے گناہ کرتے ہیں کہ جب توبہ کریں گے تو وہ محو ہوجائے گا حالانکہ جس گناہ کے وقت آئندہ توبہ کرنے کا قصد ہو وہ توبہ مقبول نہیں

دیکھو تم پٹی بندھوانے کے خیال سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرنا۔

(۸) (اپنے گناہوں کو بڑا سمجھنا) بعض لوگ اس خیال سے توبہ نہیں کرتے کہ ہم نے پہاڑ جیسے عظیم گناہ کئے ہیں وہ کیسے معاف ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ کفروشرک جیسے گناہ بھی توبہ سے معاف کر دیتے ہیں۔ پھر گناہ کیوں نہ معاف فرمادیں گے۔ ان کا کام ہی مغفرت فرمانا ہے۔

ادھر معصیت ادھر مغفرت یہ ہوا ہے اور نہ ہوگا یہ کہ ادھر سے جرم وخطا نہیں اور ادھر سے عفوو عطا نہیں

ہر گناہ کی توبہ الگ ہے

پہلے گناہوں سے پوری طرح توبہ کرے اور اگر کوئی عبادت جو اس کے ذمے واجب تھی جیسے نماز، روزہ وغیرہ چھوٹ گئی ہو تو اس کی قضا ادا کرے اور اگر لوگوں کے اس کے ذمہ کچھ حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر میں لگ جائے یا حق والوں سے معاف کرائے۔ (تسہیل قصد السبیل ص ۵) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ سے نماز روزہ وغیرہ علی الاطلاق معاف ہو جاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ان کے ادا نہ کرنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے ان کی قضاء ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح حقوق العباد بغیر مستحق کی ادائیگی یا اس سے معاف کرائے بغیر محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا التزام حقوق اللہ سے زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی وسیع و بے پایاں رحمت سے ہر وقت امید عفوو مغفرت ہو سکتی ہے لیکن بندوں سے ایسی توقع محال ہے اکثر لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں حقوق العباد کے معاملہ میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ اللّٰھم وفقنا۔ (آمین)

طریقہ تحصیل توبہ

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آتی ہیں ان کو یاد کر کے سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی۔

قبول توبہ کی علامت

قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے محو ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد وہ بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے۔

توبہ کا مسنون طریقہ

حدیث میں ہے جب گناہ ہو جائے دو رکعت نماز پڑھو پھر حق تعالیٰ سے دعا مانگو اے اللہ میرے گناہوں کو معاف کردے۔ (اول الاعمال ص ۴۲) یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھنا احادیث میں منقول ہے:

اللّٰھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی.

(تتمہ قربات عنداللہ وصلوت الرسولؐ) یعنی اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور آپ کی رحمت زیادہ امید کی چیز ہے۔ میرے نزدیک اپنے عمل سے۔

ابقاء توبہ کا طریق

سونے کے وقت عذاب الٰہی کا تصور کیجئے اور اپنے دن بھر کے گناہ یاد کیجئے سوچئے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا اس گناہ پر یہ عذاب تیار ہوگا تو اس سے نجات کیوں کر ہوگی۔ اس سے خوف پیدا ہوگا اور توبہ کی توفیق ہوگی۔ بس توبہ کر کے سو جایئے پھر صبح کو یاد رکھئے کہ رات حق تعالیٰ سے یہ عہد کیا گیا تھا اور نگرانی رکھئے کہ اس کے خلاف نہ ہونے پائے اگلے دن رات کو پھر ایسا کیجئے اگر دن میں کچھ عہد شکنی ہو تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے اس سے توبہ کیجئے پھر صبح کو یاد رکھئے اس طرح چند روز کیجئے دیکھیں کہ کب تک توبہ ٹوٹتی ہے اور ابقاء توبہ نہیں ہوتا۔ (اول الاعمال ص ۴۵)

صبح وشام توبہ کرنے کا فائدہ

صبح وشام توبہ کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ سابق گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائیں گے اور موت سے قبل پھر بھی کچھ گناہ ہو گئے تو چند گھنٹوں کے ہوں گے ستر اسی برس کے نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدق دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

الٰہی ہمیں کردے ان بندوں میں شامل   کہ اشک سحر گاہ جن کا وضو ہے

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

صبر و شکر

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب دیا جاوے گا۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حدیث ۱: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اس کو کوئی بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسی علیہ السلام سے) ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تیرے بعد ایسی امت بھیجنے والا ہوں کہ جب ان کو پسندیدہ چیز ملے تو خدا کا شکر کریں اور جب ان کو ناپسند بات پیش آوے تب بھی ثواب چاہیں اور صبر کریں۔ حالانکہ ان میں نہ حِلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ انہوں نے (یعنی حضرت عیسیٰ نے) عرض کیا یہ کام کیسے ہو جاوے گا جبکہ ان کو نہ حلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ میں ان کو اپنے حِلم اور علم میں سے دوں گا۔ یعنی بظاہر ان میں عقل وغیرہ نہ ہوگی۔ لوگ ان کو معمولی خیال کریں گے مگر ان کا باطن رحمتِ خداوندی سے معمور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ کھا کر شکر کرنے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔ (تخریج البخاری)

حدیث ۴: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک جب کسی

بندے کے واسطے خدا کی طرف سے کوئی درجہ مقدر ہو چکے تو پھر بندہ اس درجہ کو اپنے عمل کے ذریعے سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس پر تکلیف بھیجتا ہے اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو اس کے واسطے اللہ عزوجل کی جانب سے مقدور ہو چکا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی دریا میں اللہ کی نعمت سے جاری ہوتی ہے تاکہ وہ تم کو اپنی نشانیوں میں سے دکھلادے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے۔

اضافہ: (الف) حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کے واسطے بہتر ہے۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ (نعمتیں) عطا کروں۔

(ج) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو صبر کرے اور ثواب طلب کرے صدمے کے شروع میں تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب کو پسند نہ کروں۔ (ابن ماجہ)

(د) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جنت کی طرف بلائے جاویں گے ان میں سب سے بیشتر حمد کرنے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ حمد کرنے والے کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہیں۔

(عین تخریج عراقی علی الاحیاء عن ابی نعیم والبیہقی)

معززین حضرات! آج خطبہ جمعہ کا موضوع صبر اور شکر کی فضیلت اور اس کی تحصیل کا طریقہ ہے۔ خطبہ میں چند آیات واحادیث کا ترجمہ سن چکے۔ اب پہلے صبر سے متعلق مزید چند آیات مبارکہ واحادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے مزید چند فضائل کا ذکر کرتا ہوں۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (البقرۃ آیت نمبر ۱۴۵)

ترجمہ: اور اگر تم کو حب مال وجاہ کے غلبہ سے ایمان دشوار ہو تو تم مدد لو صبر اور نماز سے۔

ف: یہاں صبر کی صورت شہوات خلاف کا ترک کرنا ہے۔

(۲) ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع و نقص من الاموال

والانفس والثمرات ، وبشر الصّٰبرین. (البقرۃ آیت نمبر ۱۵۵)

ترجمہ: اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو دشمنوں کے ہجوم یا حوادث کے نزول سے پیش آوے) اور کسی قدر فقر و فاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی اور آپؐ (ان موقعوں میں) صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللّٰہ وما ضعفوا وما استکانو ، واللّٰہ یحب الصابرین. (آل عمران آیت نمبر ۱۴۶)

ترجمہ: پہلی امتوں کے مخلصین کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کے (قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے صابرین (یعنی مستقل مزاجوں سے) محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت قدم رہیں)

(۴) ولنجزینھم باحسن ما کانوا یعملون. (النحل آیت ۹۸)

ترجمہ: اور جو لوگ (احکام دین پر) صابر (ثابت قدم) رہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

(۵) والصّٰبرین والصبرات (الی) اعداللّٰہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما. (الاحزاب آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ: اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں (پھر آخیر میں فرمایا) ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(ف) اس میں سب قسمیں آ گئیں۔ صبر طاعات پر اور صبر معاصی سے اور صبر مصائب پر۔

احادیث:

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وضو کا کامل کرنا ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے سردی وغیرہ) وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (ترمذی)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے دلی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اگر چہ تیری بوٹیاں کاٹ دی جائیں اور تجھ کو (آگ میں) جلا دیا جاوے۔ (ابن ماجہ)

(ف) ایسے وقت ایمان پر قائم رہنا صبر کی ایک مثال ہے اور کسی ظالم کی زبردستی کے وقت جو ایسی بات یا ایسا کام شرع سے معاف ہے وہ شرک و کفر میں داخل نہیں کیوں کہ دل تو ایمان سے بھرا ہے۔

یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کو ایک لشکر پر سردار بنا کر ایک دریا کے (سفر) میں بھیجا۔ ان لوگوں نے اسی حالت میں اندھیری رات میں کشتی کا بادبان کھول رکھا تھا (اور کشتی چل رہی تھی) اچانک ان کے اوپر سے کسی پکارنے والے نے پکارا۔ "اے کشتی والو ٹھہرو۔ میں تم کو خدا کے ایک حکم کی خبر دیتا ہوں جو اس نے اپنی ذات پر مقرر کر رکھا ہے۔" ابوموسیٰؓ نے کہا اگر تم کو خبر دینا ہے تو ہم کو خبر دو۔ اس پکارنے والے نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ بات مقرر کر لی ہے کہ جو شخص گرمی کے دن میں (روزہ رکھ کر) اپنے کو پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی) سیراب فرماوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

ف: یہ بھی (موسم گرما میں روزہ رکھنا) صبر کی ایک مثال ہے۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا ہو اس کو دو ثواب ملیں گے۔" (بخاری شریف)

ف: یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے (کہ قرآن پاک سیکھنے میں مجاہدہ سے کام لے)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو، اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔ (بخاری ومسلم)

ف: ظاہر ہے کہ اس طرح ہمیشہ نباہنے میں ضرور کسی نہ کسی وقت نفس کو دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ گھیری ہوئی ہے (حرام) خواہشات کے ساتھ اور جنت گھیری ہوئی ہے ناگوار چیزوں کیساتھ۔" (بخاری ومسلم)

ف: یعنی گناہوں سے بچنا اور عبادتوں میں مصروف رہنا خواہ نفس کو ناگوار ہوں۔

صبر کا مفہوم

صبر کے لغوی معنے حبس اور روک کے ہیں۔جیسا کہ ارشاد ہے:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھه. (والکھف آیت ۲۸)

صبر کی حقیقت

صبر کی حقیقت ہے **ضبط النفس علی ماتکرہ** یعنی ناگوار امر پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا۔آپے سے باہر نہ ہونا اور ناگوار امر خواہ کچھ ہو،خواہ کسی کا مرنا ہو یا کوئی اور مال واسباب یا کسی چیز کا نقصان۔(الشکر ص ۵)

انسان کو ہمیشہ دو قسم کے واقعات میں سے کسی ایک نہ ایک سے ضرور دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ایک موافق طبیعت اور دوسرے مخالف طبیعت۔جس وقت مخالف طبیعت قسم کے واقعات پیش آئیں اس وقت شریعت مقدسہ نے ضبط کی تعلیم فرمائی ہے جس کا نام صبر ہے۔(سلوۃ الحزین)

صبر کی ماہیت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر۔سو محرک دینی کو محرک ہوائے نفسانی پر غالب کر دینا یہ صبر ہے۔(تعلیم الدین ص ۱۱۱)

صبر کے حقیقی معنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔(تبلیغ دین ص ۲۲۶ از امام غزالیؒ)

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔کیونکہ حیوانات میں صرف خواہشات اور شہوات ہی کا مادہ ہے۔اور وہ روکنے والی قوت عقل اور شعور دونوں سے مبرا ہیں۔اسی طرح فرشتے بھی تمام انسانی خواہشات اور نفسانی جذبات سے منزہ و پاک ہیں اور ہر وقت تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں اور جانتے ہی نہیں کہ شہوات اور دیگر خواہشات طبعیہ بھوک و پیاس وغیرہ کیا چیز ہے اس لئے صبر کا درجہ ملائکہ وبہائم دونوں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔(تبلیغ دین ص ۲۲۶)

صبر کی اقسام

صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) طاعات میں صبر کرنا: جس سے نفس بھاگتا ہے۔ مثلاً نماز میں کسل نہ کرنا۔ زکوٰۃ میں بخل نہ کرنا عبادات میں شروع سے آخر تک اخلاص رکھنا۔

(۲) معاصی سے صبر کرنا: خاص کر ان معاصی سے جن کا نفس عادی ہو چکا ہو۔ مثلاً غیبت، جھوٹ خودستانی وغیرہ۔

(۳) حوادث ومصائب میں صبر کرنا: کہ شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکالے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔ اس کا بڑا درجہ ہے۔

صبر کے مختلف درجات

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شہوت اور ہوائے نفسانی کے مادہ میں قلع قمع ہو جائے کہ اس کو مقابلہ کی قوت ہی نہ رہے اور دین پر ثبات و بقاء نصیب ہو۔ انہی نفوس کو مرتے وقت نفوس مطمئنہ سے مخاطب بنا کر بشارت دی جائے گی۔

صبر کا متوسط درجہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی اور احکام دینیہ میں سے کبھی اس کا پلہ بھاری ہو جائے کبھی معصیات کا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ضعیف خواہشات کو ترک کرے اور زور آور شہوات کو ترک کرنے سے عاجز آ جائے مگر اپنے مغلوب ہونے پر حسرت وافسوس برابر کرتا رہے اور اس کوشش میں لگا رہے کہ کسی طرح نفس پر قابو حاصل ہو جائے تو بہتر ہے۔ حدیث میں اس کو جہاد اکبر کہا ہے۔

صبر کا ادنیٰ درجہ

کہ ہوائے نفس غالب آ جائے اور قلب شیطانی لشکر کے حوالہ ہو جائے۔ اس کی دو علامتیں ہیں کہ یوں کہے کہ مجھے صبر کا شوق تو ہے مگر مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب مجھے اس کی خواہش ہی نہیں رہی۔" یہ یاس وناامیدی کا درجہ مہلک ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ توبہ کا شوق بھی باقی نہ رہے اور کہنے لگے اللہ رحیم وکریم ہے۔ اسے میری توبہ کی کیا ضرورت، وہ مجھے بغیر توبہ کے جنت میں بھیج دے گا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ایسا انسان ہوائے نفسانی کا قیدی ہے جس کا دل سے توبہ اور توجہ الی اللہ کا شوق بھی جاتا رہا۔ اللّٰھم اعذنا منه۔ (تبلیغ دین امام غزالی ص ۲۲۸، ۲۲۹ ملخصاً)

پابندی اعمال بھی حقیقت صبر میں داخل ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاحبزادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ "اے عبداللہ فلاں شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھا کرتا تھا (یعنی تہجد پڑھتا تھا) پھر اس کو چھوڑ دیا۔"

معلوم ہوا کہ پابندی معمولات بھی حقیقتاً صبر میں داخل ہے۔ اس لئے میں (حضرت حکیم الامت تھانویؒ) کہا کرتا ہوں کہ عمل تھوڑا سا اختیار کرو جس پر نباہ ہو سکے۔ (ماعلیہ الصبر ص ۲۵) کیونکہ عادت یہ ہے کہ بغیر معمول کو پورا کئے چین نہیں آتا۔ اس لئے معمول اتنا ہی اختیار کرنا چاہئے جس پر مداومت ہو سکے۔ ہاں اگر کسی وقت زائد کو جی چاہے تو صرف اس وقت زائد کرے۔

مصائب تکوینیہ کے وقت پابندی اعمال کی ضرورت

بعض لوگ مصائب تکوینیہ میں ایک ضرر اپنے اختیار سے مول لیتے ہیں یعنی ترک معمولات دنیادار بھی ایسا نہیں کرتے۔ ان کا بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر مد میں نقصان ہوتا ہے تو دوسری مد میں ترقی کی فکر کرتے ہیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۲۸) اس لئے اگر سفر وغیرہ میں مجبوری کے سبب اشراق چاشت اور اوابین ادا نہیں ہو سکتے تو ذکر اللہ تو ہو سکتا ہے اس لئے سفر میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔

بعض اوقات ترک معمولات بھی ماعلیہ الصبر میں داخل ہوگا

جس وقت جس کام کا امر ہو اس پر ثابت رہنا صبر ہے۔ اور وہ مامور بہ ماعلیہ الصبر ہے پس اگر کسی وقت معمولات کے ترک کا امر ہو تو اس وقت ترک معمولات ہی ماعلیہ الصبر ہوگا اور معمولات کا ادا نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔ مثلاً وظیفہ پورا کرنے میں جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بقیہ وظیفہ چھوڑ دے یا نماز فجر تاخیر سے شروع کی ہو اور مطابق سنت قرأت کرنے میں سورج نکلنے کا خوف ہو تو قرأت مختصر کرنا ضروری ہوگا۔ یا سفر میں احباب کی سہولت کی خاطر نوافل کم کر دے یا بالکل چھوڑ دے۔ بعض لوگ اوراد و وظائف کے بارے میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ خواہ جماعت فوت ہو جائے بلکہ نماز قضا ہو جائے لیکن پیر کا بتلایا ہوا وظیفہ قضا نہ ہو۔ اس قدر غلو مناسب نہیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۱۴)

کیونکہ صبر کا محل خاص ہے کہ ناگوار واقعات میں ناگواری کا تحمل کرنا، جزع وفزع نہ کرنا اسی طرح ایک محل عام بھی ہے کہ اس وقت تمام معمولات کو ادا کریں اور کسی وقت امر ناگوار کی وجہ سے اعمال میں خلل نہ آنے دیں۔ (ماعلیہ الصبر ص ۵۴)

طریق تحصیل

(۱) اجروثواب کا مراقبہ: یوں سوچے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو خزانچی بنا رکھا ہے اور اپنی کچھ چیزیں ہمارے سپرد کردی ہیں اور جب چاہتے ہیں اپنی چیزوں میں تصرف کرلیتے ہیں تو ہم کو اس میں رنج و ملال کا کیا حق ہے۔ جیسے کوئی اپنا سارا خزانہ ایک خزانچی کے سپرد کردے پھر کسی وقت اس سے لے لے اور خزانچی اس سے رونے لگے تو کیا کوئی عاقل اس کے رنج کو بجا کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اور اگر وہ رنج کرے صبر وتحمل بھی کرے تو کیا کوئی اس کو صبر وتحمل کی بناء پر مستحق انعام کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس بیجا رنج پر صبر کرنے سے اجر وثواب اور انعام، جزاء و بشارت دی ہے (جیسا کہ ابتداء مضمون میں آیات واحادیث میں بیان کردیا گیا ہے۔(ماعلیہ الصبر ص ۶)

(۲) کسی عزیز کی موت پر صبر کا طریق: صبر کے یہ معنی نہیں کہ میت کے تذکرہ سے زبان کو روک لیا جائے اور آنسو بھی نہ بہائے جائیں۔ بلکہ کبھی کبھی تذکرہ میت کا کرلیا جائے اس سے بھی کچھ تسلی ہو جاتی ہے اور جب یاد آئے تو اس کا تذکرہ کیا جائے اور **انا للہ وانا الیہ راجعون** بھی پڑھ لیا جائے اس سے ہمیشہ ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا۔ اس طرح کچھ آنسو بھی بہالئے جائیں اس سے بھی تسلی ہو جائے گی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنسو بہائے۔(آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص ۵۳) دوسروں کو بھی چاہئے کہ وہ مصیبت زدہ کو تسلی دیں۔ حدیث میں **من عزیٰ ثکلی کسیٰ برداء فی الجنۃ** یعنی جو ایسی عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مرگیا ہو اس کو جنت میں بڑھیا چادر یا لباس پہنایا جائے گا۔ نیز ارشاد ہے **من عزیٰ مصابا فلہ مثل اجرہ** یعنی جس نے کسی مصیبت زیادہ کو تسلی دی اس کو مصیبت زدہ کے برابر ثواب ملے گا۔(ایضاً ص ۲۷)

(۳) غم میں مصروف رہنا: غم میں بیکار نہ رہے کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے تاکہ اس کی طرف توجہ ہونے سے غم کی طرف توجہ کم ہو جائے۔ افضل تو یہ ہے کہ وہ شغل طاعت ہو (مثلاً نماز تلاوت وغیرہ) اور اگر اس کی ہمت نہ ہو تو شغل مباح بھی کافی ہے جیسے سیر وسیاحت، دیندار دوستوں کی ملاقات ومکالمہ بیوی، بچوں سے ہنسنا بولنا۔(آداب المصاب ص ۴۲)

(۴) نماز پڑھنا: قرآن کریم میں صبر کا علاج نماز ارشاد فرمایا ہے چنانچہ **یآیھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ** یعنی اے ایمان والو مدد لو صبر اور نماز کے ساتھ۔ کیونکہ جب نماز میں

حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت ومعبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہوگی۔

(۵) تصفیہ باطن کا مراقبہ: یہ سوچے کہ حزن کو قطع راہ باطن میں بڑا دخل ہے حسرت سے تصفیہ باطن بہت جلد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ مے نگیرد فضل شاہ

فہم و خاطر کا تیز کرنا راہ کمال نہیں فضل الٰہی سوائے شکستہ دل کے اور کسی پر متوجہ نہیں ہوتا۔ (آداب المصاب ص ۳۵)

اب خطبہ جمعہ کا دوسرا موضوع شکر کا بیان شروع کرتا ہوں پہلے شکر کی فضیلت آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سن لیجئے۔

شکر کی فضیلت میں آیات

(۱) فاذکرونی اذکر کم واشکرولی ولا تکفرون. (البقرۃ آیت ۱۵۲)

ترجمہ: مجھ کو یاد کرو میں تم کو (رحمت سے) یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

(۲) وسنجزی الشٰکرین. (آل عمران آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور ہم بہت جلد جزا دیں گے شکر کرنے والوں کو۔

(۳) لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید.

(سورۃ ابراھیم آیت نمبر ۷)

ترجمہ: اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر ادا کروگے میں تم کو زیادہ نعمت دونگا (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) اور اگر تم ناشکری کروگے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے ناشکری میں اسکا احتمال ہے۔

احادیث

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اس کو بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر وثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھا کر شکر کرنے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔ (بخاری)

''نیز ارشاد فرمایا کہ ایمان دو صفوں کا نام ہے۔نصف صبر اور نصف شکر ہے۔''

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل جائیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں ملیں گی۔ دل شکر کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور بدن جو بلا پر صبر کرتا ہو اور بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی ہو۔'' (بیہقی)

شکر کی حقیقت

شکر کہتے ہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا۔ خواہ وہ نعمت کھانا ہو یا پانی ہو یا کوئی اور شے ہو قدر کرنا دل سے بھی، زبان سے بھی اور دیگر جوارح سے بھی۔ (الشکر ص ۵)

اور نعمت کی حقیقت یہ ہے **النعمة حالة ملائمة للنفس** یعنی نعمت وہ حالت ہے جو نفس کے لئے خوشگوار ہو۔ (الشکر ص ۵)

شکر کی ماہیت

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ ایک منعم سے خوش ہونا دوسری اس کی خدمت گزاری و امتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۱)

نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

(مآثر حکیم الامت ص ۱۶۱)

صورت شکر

صورت شکر یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے الحمدللہ وغیرہ الفاظ کہے۔ (الشکر ص ۲۳)

روح شکر

روح شکر کی یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے قدر ہو۔ (الشکر ص ۱۴) کیونکہ ہر عمل کا ایک مغز اور روح اور ایک پوست اور صورت ہے۔ جیسے بادام میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہے اسی طرح الفاظ الحمدللہ صورت شکر ہیں اور دل سے منعم و نعمت کی قدر روح شکر ہے۔ (الشکر ص ۱۳)

اس لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ ہمیشہ ٹھنڈا پانی پیا کرو۔ اگر گرم پانی پیو گے تو زبان تو الحمدللہ کہے گی مگر اندر سے دل ساتھ نہ دے گا۔

کامل شکر

کامل شکر یہ ہے کہ تمام اعضاء زبان، ہاتھ اور دل سب کے سب خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں۔ دل میں محبت اور معرفت الٰہی ہو اور کسی عضو سے گناہ کا ارتکاب نہ ہو اس وقت تم شاکر ہو گے۔ (تحقیق الشکر ص ۳۹) لسان وقلب واعضاء سب سے شکر ہوتا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

افادتکم النعماء منی ثلثة یدی ولسانی والضمیر المحجبا

یعنی میری نعمتوں میں سے جو تم کو عطا کی گئی ہیں تین چیزوں ہاتھ، زبان اور دل زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (تحقیق الشکر ص ۳۷)

حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ نعمتوں کی اقسام

شکر کی حقیقت حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر اس قدر نعمتیں ہیں جن کا حصار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها.

یعنی اگر تم حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ اگر چہ احصاء نعمتوں کا محال ہے لیکن جو نعم ہم کو معلوم ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱-نعیم دنیویہ: مثلاً تندرستی، چشم و گوش، ہاتھ، پاؤں، نوکر چاکر، عزت و آبرو، بیوی، بچے، مکان، جائیداد وغیرہ

۲-نعیم دینیہ: جیسے اپنی محبت و معرفت عطا فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی مرضیات و نامرضیات سے آگاہ فرمایا۔ اگر ہم کو مطلع نہ فرماتے اور ہم کو اپنی رائے عقل اور سلیقہ پر چھوڑ دیتے اور پھر ان غلطیوں پر مؤاخذہ فرماتے تو ان کو حق حاصل تھا۔ دیکھو نوکروں کو کہا جاتا ہے کہ ہمارے اشارہ پر چلو۔ اگر کم فہمی سے وہ کچھ مخالفت کرتے ہیں تو ہم مؤاخذہ اور باز پرس کرتے ہیں کہ تم نے ہمارے اشارے کو نہیں سمجھا۔ (الشکر ص ۹)

اکثر نعمتوں کی طرف ہمیں بھولے سے بھی کبھی التفات نہیں ہوتا

بعض وہ نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف کبھی التفات بھی نہیں ہوتا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وجودی۔ (۲) عدمی۔ لوگ وجودی نعمتوں کو تو شمار کرتے ہیں مثلاً رزق ملنا، کپڑا ملنا، مال حاصل ہونا۔ مگر عدمی نعمتوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ مثلاً اس

وقت ہم آرام اور عافیت میں ہیں۔ اس مکان کی چھت ہم پر نہیں گرتی۔ رہزن ڈاکو ہمیں نہیں لوٹتے، کوئی ہم کو زہر نہیں دیتا، قتل نہیں کرتا، آنکھوں کا نور ہم سے سلب نہیں ہوتا، سماعت ہم سے چھینی نہیں جاتی، روٹی کھاتے ہیں مگر قبض نہیں ہوتا، پیشاب پاخانہ بند نہیں ہوتا۔ غرض بے شمار اس طرح کی نعمتیں ہیں کہ رات دن شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ (الشکر ص ۱۴)

ناگوار حالت میں بھی حق تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں نازل ہوتی ہیں

اگر کوئی ناگوار حالت پیش آئے تو اس وقت اگرچہ صبر واجب ہے مگر اس حالت میں بھی بہت سی ہم پر نعمتیں ہوتی ہیں۔ (مثلاً اگر بیمار ہے تو علاج کا انتظام قیمتی دوائیں، دوا کے لئے حق شانہٗ کا انعام یعنی روپے پیسے کا پاس ہونا۔ ہزاروں بندگان خدا کا اس کے لئے صحت کی دعا کرنا وغیرہ) بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ ناگوار حالت بھی ایک نعمت ہے۔ (کیونکہ اس میں خدا کی مصلحت ہے یا اس کے آنے سے حق تعالیٰ کی نعمت کی قدر ہوگی۔ مثلاً بیمار ہے تو بیماری کے بعد صحت کی پیشاب بند ہو تو بعد صحت اس کی) اس اعتبار سے اس وقت بھی شکر واجب ہے۔ (الشکر ص ۸)

فرح بطر اور فرح شکر میں فرق

مصیبت زائل ہو جانے پر خدا کا شکر کرنا چاہئے یہ خوشی ممنوع نہیں۔ ممنوع فرح بطر ہے جس کو اترانا کہتے ہیں۔ یہ مذموم ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرح بطر کے بعد غفلت ہوتی ہے اور شکر کے بعد غفلت نہیں ہوتی۔

فراخی کے باوجود خستہ حالت میں رہنا ناشکری کے مترادف ہے

جب حق تعالیٰ کھانے پینے کو اچھا دیں تو اس وقت خستہ حالت میں رہنا ناشکری اور نعمت کی ناقدری اور خلاف اطاعت ہے کیونکہ جیسے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے نوکروں کو تنخواہ دو اور کھانا کپڑا دو ایسے ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی جان کو راحت دو۔ جیسے نوکر خدا کی مخلوق و مملوک ہے تمہاری جان بھی خدا کی مخلوق و مملوک ہے اس لئے تم کو اپنے اندر بھی بدون اجازت حق تعالیٰ کے کسی تصرف کا حق نہیں (کیونکہ تمہاری جان سرکاری مشین ہے اس لئے اس کی حفاظت لازم ہے۔)

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است رفتم بپائے خود کو بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

(سلوۃ الحزین ص ۱۶)

اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ اس نے تیرے جمال کو دیکھا اور اپنے پیروں پر رشک کرتا ہوں کہ وہ تیرے کوچے میں پہنچے ہیں ہر گھڑی اپنے ہاتھوں کو ہزار بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑ کر میری طرف کھینچا ہے۔

بندہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** یعنی جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کوئی نعمت کسی بندہ کے ذریعہ سے تم کو دیں تو تم ہمارے شکر سے آدمی کا بھی شکریہ ادا کرو۔ (تحقیق الشکر ص ۳۸)

یہاں سے استاد پیر وغیرہما کا بھی حق نکل آیا کہ یہ لوگ نعمت حقیقی علم دین وعرفان ویقین کے واسطے ہیں۔ سو جتنی بڑی نعمت ہوگی اتنا ہی واسطہ نعمت کا بھی حق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ استاد و پیر کا حق کتنا بڑا حق ہے۔ افسوس اس زمانہ میں یہ دونوں علاقے ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ ان کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ (فروع الایمان ص ۱۰)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا شکریہ ادا کریں اور ناشکری کا اظہار نہ کریں کیونکہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اکثر عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تم اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔

شکر کی علامت عمل صالح ہے

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: **اعملوا ال داؤد شکراً ۔ وقلیل من عبادی الشکور** ۔ یعنی اے آل داؤد علیہ السلام شکر کے لئے عمل کرو اور اللہ کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ اعملوا سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر کا تعلق عمل سے ہے۔ اگر شکر کا تعلق صرف قول سے ہوتا تو اعملوا نہ فرماتے۔ (تحقیق الشکر ص ۳۷) اس سے معلوم ہوا کہ صرف زبان سے الحمد للہ کہنا کافی نہیں بلکہ شکر کی علامت یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔

شکر کے ارکان

شکر بڑا اونچا مقام ہے اس کے تین رکن ہیں۔

(۱) نعمت اور منعم سے واقف ہونا اور یہ سمجھنا کہ تمام نعمتیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہیں۔

(۲) اس کی خدمت گزاری وامتثال امر (تعمیل حکم) میں سرگرم ہونا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا۔ مثلاً زبان کو یاد خدا میں، قلب کو ذکر ومعرفت الٰہی میں مشغول رکھنا اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا۔ (تبلیغ دین امام غزالی ملخصاً)

شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا

شکر ایسی صفت ہے جو مقصود بالذات اور فی نفسہ مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا۔ تو یہ خوف اور زہد وصبر کی وہاں حاجت نہیں ہے اور شکر وہاں کی نعمتوں پر بندے ضرور ادا کریں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اہل جنت کا آخری قول ''الحمدلله رب العلمين'' ہوگا۔ (تبلیغ دین اردو ص ۲۳۳)

طریق تحصیل شکر

(۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کرے۔ (تعلیم الدین)

بندے پر ہر وقت حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں جن میں سب کو شمار کرنا اس کے بس میں نہیں۔ تو ایسے نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی شرم کی بات ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ہفتم)

(۲) صبر اور شکر کی تحصیل کا طریق یہ ہے کہ خشیت اور محبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ حاصل ہو۔ خشیت سے نفس کو حدود پر ضبط کرو گے، یہ صبر ہے اور محبت سے منعم کی قدر ہوگی۔ یہ شکر ہے۔ جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہ ہوں گی صبر اور شکر حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ نری خشیت ہوتی تو انعام سے لذت نہ ہوگی اور اگر نری محبت ہو خشیت نہ ہو تو ناز ہو جائے گا اور نفس حدود سے آزاد ہو جائے گا۔ دیکھو اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو اس کو محبوب کی محبت تھی اور اس سے خوف بھی ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔ اسی طرح محبت وخشیت دونوں جمع ہو سکتی ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اوقات میں سے ایک گھنٹہ اس کام کے لیے علیحدہ کر لو اور اس کے دو حصوں پر تقسیم کرو۔ آدھ گھنٹہ تو بیٹھ کر اپنی نافرمانیاں اور ان سزاؤں کو سوچا کرو کہ ہم نے

فلاں دن یہ گناہ کیا تھا اور اس کی سزا ہم کو ملنے والی ہے۔فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں گے اور وہاں نوع بنوع کا عذاب ہوگا۔اسی طرح جتنی نافرمانیاں یاد آئیں سب کے متعلق سوچے۔اس سے خشیت پیدا ہوگی اور بقیہ آدھ گھنٹہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچے کہ آج میں نے اس کی کتنی نعمتیں کھائی ہیں کتنی استعمال کی ہیں۔اس سے منعم حقیقی کی محبت پیدا ہوگی۔(جو شکر کی جڑ ہے)۔(الشکر ص۲۳،۲۴)

(۳) بندہ کے شکر ادا کرنے کا طریقہ: حدیث میں ہے: **من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاک الله خيرا فقد بلع فی الشفاء**۔یعنی جس شخص کی طرف احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اچھا بدلہ دے تو اس نے اس (اپنے محسن) کی تعریف میں کوتاہی نہیں کی۔(الشکر ص۶) یعنی **جزاک الله خيرا** کہنا چاہئے۔

صبر اور شکر کی حفاظت کا طریقہ

صبر اور شکر کے حاصل ہونے کے بعد اس کی حفاظت بھی ضروری ہے جیسے درخت کے بونے، اگنے اور جمنے کے بعد اس کی حفاظت اور نشو ونما کی ضرورت ہے۔اسی طرح دونوں کی حفاظت کا طریقہ ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ ہے دونوں کے لئے پندرہ پندرہ منٹ وقت نکالیں۔پندرہ منٹ خلوت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کریں اس طریقہ سے تم کو صبر وشکر کا اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوگا۔(الشکر یہ ص۲۴)

اگر نیک صحبت قریب میں میسر نہ ہو تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات کا مطالعہ کرنا چاہئے جو الحمدللہ نیک صحبت کا بدل ہیں ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است ۔۔۔ صراحی مئے ناب و سفینہ غزل است

اور تین چار ماہ بعد کسی شیخ کامل کی صحبت حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے ان کی خدمت میں بھی پہنچنا چاہئے۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

پانچواں خطبہ

خوف ورجاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

آیات طیبات: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جولوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر اور توقع کی وجہ سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ پکارو تم اس کو ڈر اور توقع سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) کوشش کرتے تھے نیک کاموں میں اور ہم کو پکارتے تھے شوق سے اور ڈر سے، و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک تیرا پروردگار ضرور بخشش والا ہے۔ لوگوں کے لئے ان کے ظلم پر (بھی جب وہ توبہ کریں) اور بے شک تیرا پروردگار سخت عذاب والا ہے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مومن کو معلوم ہو جائے تو وہ عذاب (قہر) جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کا امیدوار نہ ہوگا اور اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ رحمت جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت سے مایوس نہ ہو۔ (متفق علیہ)

ف: پس لازم ہے کہ دونوں چیزیں یعنی امید و بیم ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ کیا خوب کہا ہے ؎

غافل مرد کہ مرکب مرداں مرد وار　　در سنگاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش　　ناگہ بیات خروش بمنزل رسیدہ اند

حدیث ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے اس حال میں کہ وہ جوان مرنے والا تھا۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے (یعنی تیرا حال قلبی کیا ہے) اس نے عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور بے شک اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ایسے موقع پر (یعنی دمِ مرگ) کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس بندے کو وہ چیز دیتا ہے جس کا وہ امیدوار ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے اس کو ڈر ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نے یوں کہہ دیا تھا

کہ بخدافلاں شخص کواللہ نہ بخشے گا۔اس پراللہ تعالیٰ نے فرمایا کون ہے یہ شخص جومجھ پرقسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کونہ بخشوں گا۔پس تحقیق میں نے اسکوبخش دیااور تیرے عمل کوحبط کرلیا۔(اوکما قال رواہ مسلم)

آیت مبارکہ: اورارشادفرمایاحق سبحانہٗ نے کہ میرے بندوں کوخبردےدیجئے کہ میں بے شک غفوررحیم ہوں اوربے شک میراعذاب دردناک ہے۔

اضافہ: (الف) ارشادفرمایاہے کہ خداکی تدبیرسے بےخوف نہیں ہوتے۔مگرٹوٹےوالے لوگ۔ونیزارشادفرمایاہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ خداکی رحمت سےناامیدنہیں ہوتےمگرکافرلوگ۔۱۲

ف: اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے کہ جنت تم میں سے ہرایک سےاس کے پاپوش کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہےاوردوزخ بھی اسی طرح (ہرایک سےقریب ہے)(بخاری)

معززحضرات!آج خطبہ جمعہ کاموضوع خوف ورجااوراس کےعلاج کابیان ہے۔

فرمایااللہ جل شانہٗ نے: **واخشونی (البقرۃ)** ’’اورمجھ سےڈرو‘‘

اورارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

’’جوڈرتاہےرات ہی سےچلتاہےاورجورات سےچلتاہےوہ منزل پرپہنچ جاتاہے، سن لو!اللہ کاسوداگراں ہےآگاہ رہواللہ کاسوداجنت ہے۔‘‘ (رواہ الترمذی)

دوسری حدیث:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کےپاس تشریف لےگئےاس حال میں کہ وہ جوان قریب المرگ تھا۔پس آپ نےفرمایاتواپنےآپ کوکیساپاتاہےیعنی تیراحال قلبی کیاہے؟اس نے عرض کیاکہ میں اللہ سےامیدرکھتاہوں اوربےشک اپنےگناہوں سےڈرتابھی ہوں۔آپ نےفرمایا یہ دونوں چیزیں ایسےموقع پر(یعنی دم مرگ) کسی بندہ کےدل میں جمع نہیں ہوتی مگراللہ تعالیٰ اس بندہ کووہ چیزدیتاہےجس کاامیدوارہےاوراس چیزسےمحفوظ رکھتاہےجس سےاس کوڈرہے۔(ترمذی)

خوف کی حقیقت

قلب کودردناک ہونا۔ایسی چیزکےخیال میں جوناگوارطبع ہواوراس کےآئندہ واقع ہونےکااندیشہ ہو۔(تعلیم الدین ص ۱۱۲)

خوف کےدرجات

خوف کی حقیقت عذاب ہےکہ انسان کواپنےمتعلق احتمال ہوکہ شاید مجھےعذاب ہو۔اوریہ

احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلّف کیا گیا ہے۔ یہ تو شرط ایمان ہے اور اس کا نام خوف عقلی ہے۔ اس میں ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر تو نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا۔ اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ مراقبات واشغال سے آیات وعید اور عظمت وجلال حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے۔ یہ درجہ مستحب ہے اور سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کے آگے ایک درجہ اور ہے جو اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہو جائے کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہیں تو اختیار وقدرت سے باہر ہو۔ یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطاء حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اگر چہ محمود تو ہے مگر مقصود نہیں۔ (اشرف المسائل ص:۷۶، ۷۷، بحوالہ شریعت وطریقت ص ۱۴۴، ۱۴۵)

خوف میں بھی اعتدال مطلوب ہے

حدیث میں آتا ہے: **اللّٰھم انی اسئالک من خشیتک ماتحول به بینی و بین معاصیک**

آپ دعا میں فرماتے ہیں کہ ''اے اللہ میں آپ سے اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔'' اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے لئے ایک حد بیان فرمائی ہے اور اسی حد کے موافق حصول خوف کی دعا کی ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب خوف مقصود ہو تو جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے مگر غور کرنے سے اس قید کا یہ نفع معلوم ہوا کہ اگر خوف حد سے زیادہ ہوتا ہے تو تعطل کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو رحمت الٰہی سے مایوسی ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ناشکری تو ابتداء ہی میں ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنے اعمال کو لاشئے اور حقیر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اجی میں کیا نمازی ہوتا۔ میری تو نماز اور عدم نماز برابر ہے۔ غرض اپنی نماز وروزہ کو بیکار اور فضول سمجھتا ہے۔ صاحبو! اگر نماز کی آپکو توفیق نہ ہوتی جتنی اب ہو رہی ہے تو بتلائیے کہاں جا کر سر ٹیکتے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے (اگر یہ بھی نہ ہوتی تو مصیبت ہوتی)

اعمال فی نفسہٖ سب محمود ومقبول ہیں۔ ہاں ہماری حیثیت سے وہ کچھ بھی نہیں مگر نعمت الٰہی ہونے کے اعتبار سے بڑی چیز ہیں۔ غرض بے قدری کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جب یہ شخص اپنے اعمال کو مغفرت کے لئے ناکافی سمجھتا ہے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔ یہی تعطل ہے۔ (الاستقامت ص ۱۴)

بالکل مامون ہوجانا کفر ہے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ دوران قیام دیوبند مجھ پر ایک مرتبہ خوف کا غلبہ ہوا۔ بعد مغرب اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ کوئی ایسی بات فرمادیجئے جس سے اطمینان ہوجائے فرمایا: ہیں! کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہوجانا تو کفر ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۱۲)

ف: الایمان بین الخوف والرجا۔ یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان اس لئے امید کے ساتھ خوف کا ہونا بھی ضروری ہے۔

زندگی میں خوف کا غلبہ اور مرتے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہیے

حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں تو خوف کا غلبہ ہونا چاہئے تاکہ گناہوں سے بچا رہے۔ اور موت کے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ وقت لقاء حق کا اعمال کو مغفرت کیلئے ناکافی سمجھتا ہے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہوجاتا ہے یہی تعطل ہے۔ (الاستقامت ص۱۰۹)

خوف کے اندر دو خاصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ گناہوں کو روکتا ہے۔ یہ تو جب ہے کہ خوف درجہ اعتدال میں ہو اور دوسرا خاصہ یہ ہے کہ طاعات سے بھی روک دیتا ہے۔ یہ وقت ہے کہ فوق الحد ہو۔ چنانچہ بہت سے سالکین پر جب خوف کا غلبہ ہوگیا تو طاعات چھوڑ بیٹھے۔ بعض نے نماز چھوڑ دی۔ کسی نے ذکر چھوڑ دیا۔ اصطلاح صوفیاء میں ان کو سالکین مستہلکین کہتے ہیں۔ دنیوی امور میں ہم اس کی نظائر بکثرت دیکھتے ہیں کہ جب کسی امر کا زیادہ خوف ہوتا ہے تو کام نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی شخص مضمون لکھ رہا ہے اور کوئی ایسا شخص جس کو وہ اپنے سے استعداد میں زیادہ سمجھتا ہو دیکھنے لگے تو ہرگز نہ لکھا جائے گا۔ (خواص الخشیۃ ص۱۲)

خوف کی حد بیان فرمادی کہ اس قدر چاہتے ہیں کہ معصیت سے مانع ہو معلوم ہوا کہ اگر خوف اس سے زیادہ ہوجائے تو محمود نہیں۔ خوف مع الرجا یہی ہے اور اگر خوف ہی خوف رہے کہ رجا نہ رہے اور ناامیدی تک نوبت پہنچ جائے تو کفر ہے۔ (وعظ)

غلبہ رجا کب انفع ہے اور غلبہ خوف کب؟

جن لوگوں میں اعمال صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ اعمال صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں ان پر غلبہ رجاء انفع اور جن میں اعمال سیئہ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر

اعمال سیئہ میں مبتلا رہیں اور اعمال صالحہ قلیل ہیں ان کے لئے غلبہ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمال صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبہ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۳۹)

خوف سے رونے کی مدح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے روکی گئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس سے خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۹)

خوف کے ساتھ توکل وعزم بھی ضروری ہے

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کو بہت سے اچھے حالات لکھ کر یہ لکھا کہ سب امور کے ساتھ اس کا بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ ان باتوں میں کہیں کمی واقع نہ ہو جائے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ''یہ خوف بھی مقتضائے ایمان ہے مگر اس کے ساتھ استحضار توکل بھی ضروری ہے مع التزام یعنی نیت رکھے کہ اللہ کی مدد سے ہم اس پر مستقیم رہیں گے اور کمی ہو جائے گی تو پھر عزم تازہ کر لیں گے اور کمی سے استغفار کر لیں گے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۴۵)

خشیت مؤمن کیلئے ضروری ہے

خشیت مومن کے لئے لازم ہے اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو مال میں احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی جس کا علم بھی التفات سے ہوسکتا تھا اور التفات میں کوتاہی ہوئی ہو کہ یہ بھی اختیاری ہے۔ (کمالات اشرفیہ بصائر حکیم الامتؒ ۳۵۶)

عالم کا بقاء خوف ہی کے باعث ہے

ھدیٰ للمتقین: (قرآن) ''ہدایت ہے متقین کے لئے'' کی سیدھی تفسیر یہ ہے کہ تقویٰ کے معنی خوف کے لئے جائیں اور معنی یہ ہوں گے کہ ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے کیونکہ جب خوف پیدا ہوگا تب ہی ہدایت کی تلاش پیدا ہوگی۔ خوف وہ چیز ہے کہ اسلام بھی اس کی بدولت پھیلا ہے۔ یہ تو نقلی طور پر خشیت کا مہتم بالشان ہونا ثابت ہوا۔ اب عقلی طور پر لیجئے کہ انتظام عالم کا بقاء خشیت ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے انسان جو قبائح سے بچتا ہے تو کیوں، یا تو محض تعلیم اخلاق سے بلا کسی خشیت کے یعنی اس لئے کہ یہ کام برا ہے اور برے کام سے بچنا چاہئے مگر

دنیا میں اس انداز کی طبیعتیں بہت کم ہیں کہ صرف یہ تعلیم ان کے لئے مانع ہوجائے۔فرض کیجئے کہ دو شخص ایک ساتھ سفر کریں اور ان میں سے ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپے کا نوٹ ہے اور دوسرا تہی دست ہے اور اتفاق سے دونوں ایک پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں اور تہی دست اس دوسرے کا مخالف بھی ہے مذہباً بھی اور خاندانی طور سے بھی۔اور پہاڑ پر پہنچ کر اس تہی دست کے دل میں روپے کا لالچ پیدا ہوا اور نفس نے رائے دی کہ اس کو قتل کر کے روپیہ اپنے قبضہ میں کرلو اور یہ قادر بھی ہو۔اس موقع پر کون سی چیز ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ دنیاوی خوف تو اس لئے نہیں مانع ہوسکتا کہ اس مقام پر کوئی دیکھنے والا نہیں۔غرض دنیا بھر کے سارے اجزاء تلاش کر کے دیکھے کہ کوئی شی سوائے خشیت خداوندی کے ایسی نہیں کہ اس کو اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔تو دیکھئے اس غریب کی جان بچانے کے لئے جو چیز مدد کرسکتی ہے وہ صرف خشیت اور مذہب ہے۔(فضائل العلم والخشیت ص ۴۹)

اس لئے خوف خداوندی کے حصول کی فکر کرنا گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔

جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف خشیت نہ ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق ہرگز نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمٰؤ ط. (فاطر آیت نمبر ۲۱)

یعنی ''بے شک خدا تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔'' حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے وعظ فضائل العلم والخشیۃ میں اس آیت کی مفصل ومدلل تفسیر بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ عالم وہی ہے جس میں تقویٰ ہو اور جس کو خدا تعالیٰ کا خوف وخشیت نہ ہو وہ عالم نہیں: ؎

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست　　مجلس ہے وہ وبال جہاں یاد حق نہ ہو

نیز فرمایا ''علوم درسیہ مروجہ مدارس عربیہ کو جب کہ وہ صرف الفاظ ہی کے درجے میں ہوں اور عمل کے ساتھ نہ ہو ہم اس کو علم نہیں کہتے اور ہم کیا حق تعالیٰ خود ایسے علماء کو جاہل فرماتے ہیں۔ چنانچہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے: لو کانوا یعلمون۔ یہاں علم سے مراد وہ علم دین ہے جو خوف اور خشیت کیساتھ ہو۔(اسباب الفضائل ص ۳۴۳) اور اگر خشیت خداوندی سے حصہ نہیں ملا تو نرے علامہ، مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگری حاصل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(خواجہ کا گمان ہے کہ اس کو کچھ حاصل ہے خواجہ کو بجز غرور کے کچھ حاصل نہیں)

ایھا القوم الذی فی المدرسۃ کل ما حصلتموہ الوسوسۃ

(اے قوم سب کچھ جوتم نے مدرسہ میں حاصل کیا وہ وسوسہ ہے۔)

علم رسمی سربسر قیل است و قال نے از و کیفیت حاصل نہ حال

علم نبود غیر علم عاشقی ما بقی تلبیس ابلیس شقی

(رسمی علم سراسر قیل وقال ہے اس سے نہ تو کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے نہ حال پیدا ہوتا ہے سوائے علم عاشقی کے اور کوئی علم کارآمد نہیں باقی تمام علوم ابلیس کی تلبیس ہے۔)

کاش آج مدارس دینیہ کے ذمہ داران طلبہ میں تعلیم کے ساتھ حصول تقویٰ کا بھی اہتمام واسباب مہیا کریں۔ اگر تقویٰ نصیب ہوگیا تو سب کچھ حاصل ہوگیا۔

لاکھ درس علم وحکمت سے کہیں بڑھ کر ہے یہ دل میں کچھ خوف خدا کردے جو پیدا مدرسہ

خوف حاصل کرنے کا طریقہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے قہر وعتاب کو یاد کرے اور سوچا کرے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۲)

(۲) غلبہ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہوسکتا ہے جبکہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف ومحبت کی وجہ سے آرا چل رہا ہو۔ جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جائے۔ اس حالت میں تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو۔ یعنی اس کو غالب رکھو اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: صل صلوٰۃ مودع۔ دنیا سے رخصت ہونے کی طرح نماز پڑھو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۴۲)

(۳) قلب میں یہ احتمال کہ شاید معاصی پر عقاب وعتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مؤمن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کہ ملکہ بنادیتی ہے۔ (عبادۃ الرحمٰن ملحقہ اشرف السوانح ص ۵۸۹، ج:۳)

(۴) اس کا طریقہ مراقبہ یہ ہے کہ پندرہ بیس منٹ دیر میں سویا کریں اور بیٹھ کر یا لیٹ کر یاد کرلیا کریں کہ آج کیا کیا گناہ کئے۔ فہرست گناہ تیار کریں پھر دل میں خیال جمائیں کہ میدان قیامت موجود ہے اور میزان کھڑی ہے اپنا مددگار کوئی بھی نہیں، دشمن بہتیرے ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا، زمین تانبے کی طرح کھول رہی ہے آفتاب سر پر ہے، دوزخ سامنے ہے اور گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب معقول بن نہیں پڑتا۔ جب یہ حالات پیش نظر ہوں گے تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو معذرت کریں گے کہ بے شک خطاوار ہیں، کوئی ٹھکانہ نہیں اگر کچھ سہارا ہے تو حضور کے رحم وکرم کا۔ اسی کو استغفار کہتے ہیں اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہ ہونے پائیں۔ اس سے اگر اسی دن تمام گناہ یکلخت نہ چھوٹ جائیں تو کمی تو ہو ہی جائے گی۔ غرض یہ تدابیر ایسی ہیں کہ چند ہی روز کرنے سے آدمی معاصی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اللّٰھم وفقنا۔ (وعظ میرٹھ شریعت وطریقت ص ۱۴۳، بصائر حکیم الامت ص ۳۵۲)

اب خطبہ کا دوسرا موضوع رجا اور اس کے علاج کا بیان شروع ہوتا ہے۔ رجا کے لغوی معنی امید کے ہیں۔ اَلایمانُ بَیْنَ الْخَوْفِ والرِّجَا۔ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو جائے کہ صرف ایک شخص جہنمی ہے اور باقی سب جنتی تو میرے دل میں اس قدر خوف خداوندی ہے کہ میں گمان کروں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ سب دوزخی ہیں صرف ایک شخص جنتی ہے تو مجھے اپنے پروردگار اعظم سے اس قدر امید ہے کہ میں گمان کروں گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ نیز ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

لا تقنطوا من رحمة اللّٰه (الزمر آیت نمبر ۵۳) یعنی ناامید نہ ہو اللہ کی رحمت سے)

ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۱) **لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللّٰه.**

(تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔) (مسلم من حدیث جابر التشرف ص ۱۱۸)

(۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ”نیک گمان رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عبادت ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، فروع الایمان ص ۱۹)

رجا کی ماہیت یہ ہے کہ محبوب چیزوں یعنی مغفرت ونعمت وجنت کے انتظار میں قلب میں راحت پیدا ہو جانا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ پس جو شخص

رحمت و جنت کا منتظر ہے مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی علم صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے تو اس کو مقام رجا حاصل نہیں۔ وہ دھوکہ میں ہے جیسا کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلبہ پیدا ہونے کا منتظر ہو تو یہ صرف حوس خام ہے۔

رجا وہ معتبر ہے جس میں اسباب بھی جمع ہوں اور جس میں اسباب جمع نہ ہوں وہ غرور ہے۔ مثلاً جو شخص کھیتی کرتا ہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیں تو یہ رجا معتبر ہے اور ایک شخص وہ ہے جس نے اسباب جمع نہیں کیے اور امیدوار ہو کہ اللہ میاں مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجا مستلزم ہے عمل کو، اگر عمل نہ ہو تو رجا کا تحقق ہی نہ ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۳۸)

رجا کے درجات بھی ہیں۔ ایک شرط ایمان بمعنی احتمال نجات اور یہ درجہ فرض ہے اور ایک درجہ مستحب ہے ایک درجہ رجا میں بھی ایسا ہے جو اختیار سے خارج ہے مکتسب نہیں بلکہ محض وہب سے عطا ہوتا ہے۔ (بصائر حکیم الامت ص ۳۵۸)

بغیر عمل کے رجا محض غرور ہے

امید و رجا وہی ہے جو عمل کر کے کی جائے اور جو بدوں عمل کے ہو وہ رجا نہیں بلکہ محض تمنا اور غرور ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱،ص ۲۳۸)

غلبہ رجا کے ساتھ خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبہ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر غلبہ خوف کو نہیں ہوتا۔ یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف عقلی ضرور ہوتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱،ص ۲۳۹)

آخرت کا خوف واستحضار ضروری ہے

ہم لوگوں میں جو اعمال کی کمی ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم کو رغبت اور خوف جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں، اگر یہ رغبت اور خوف کامل ہو تو ہر حکم کے بجالانے اور ہر گناہ کے چھوڑنے کا اہتمام پیدا ہو جائے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ بعض طاعات کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور بعض طاعات کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہوں میں سے بعض موٹے موٹے گناہوں سے بچنے کا اہتمام تو کرتے ہیں ان کے سوا اور گناہوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ

اعتقاد میں تمام گناہوں کو گناہ اور تمام فرائض وواجبات کو فرض واجب مانتے ہیں مگر عملاً سب کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔اس سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ جن طاعات کو ہم بجالاتے ہیں اور جن گناہوں سے بچتے ہیں ان میں اپنی خواہش کا اتباع کرتے ہیں جن طاعات میں دنیا کا کوئی نقصان نہ ہو، جسم کو کلفت نہ ہوان کو کرلیا جائے باقی کو حذف کردیا۔اور جن گناہوں میں رسوائی کا اندیشہ ہوان کو چھوڑ دیا باقی گناہوں کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی اگر ہم کو رضا وقرب الٰہی کی رغبت یا عذاب آخرت کا خوف ہوتا تو تمام حالات (کرنے) اور تمام معاصی (سے بچنے کا) پورا اہتمام ہوتا یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کرنا واجب ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دوسروں کا حق ادا کرنا بہنوں کا حصہ دینا بھی واجب ہے۔اسی طرح کسی کا مال دبالینا خواہ زمین جائیداد ہو یا اناج اور نقد یہ بھی سخت گناہ ہے۔مگر دیکھ لیجئے کہ ان میں ہم کتنی باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔بڑی بہادری کریں گے تو نماز پڑھ لیں گے کیونکہ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر حقوق کبھی ادا نہ کریں گے۔بہنوں کا حصہ کبھی ادا نہیں کریں گے کیونکہ اس میں گھر سے روپیہ نکلتا ہے گناہوں میں چوری اور زنا سے بچیں گے کیونکہ اس میں رسوائی وبدنامی بھی ہے اور سزا کا بھی اندیشہ ہے مگر غیبت جھوٹ بہتان سے نہیں بچتے۔پرایا مال دبانے اور حرام کھانے سے نہیں رکتے۔نامحرم عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں، امانت میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔کیا یہ زنا اور چوری نہیں مگر ان کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اگر دل میں سمجھتے ہیں تو پرواہ ذرا نہیں کرتے۔(رجاء اللقاء ص ۶)

اس کا علاج ثواب وعذاب کا استحضار ہے۔اجمالی اعتقاد واصلاح کے لئے کافی نہیں۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک وقت مقرر کرکے آخرت کا سوچ بچار کریں کہ ہم ایک دن مریں گے وہاں عذاب اور ثواب ہوگا۔فلاں کام سے خدا تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اسے کرنا چاہئے اور فلاں کام سے ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہیے۔اس مراقبہ سے طاعات کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا اور روزانہ کے مراقبہ سے انشاءاللہ آہستہ آہستہ اس کا استحضار نصیب ہوگا۔یہی خوف ورجاء ہے۔

طریق تحصیل: اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایات کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اپنی ذات عالی سے رجاوامید کا اعلیٰ درجہ نصیب فرمائے اور ہمیں اپنے بے پایاں وسیع رحمت میں ڈھانپ لے اور فلاح دارین نصیب فرمائے۔(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چھٹا خطبہ

فقر و زہد

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

فقر کے معنی تنگدستی اور فقر و تنگ دستی پر قناعت کرنے کا حکم ہے اور زُہد کے معنیٰ یہ ہیں کہ مال وغیرہ کی طرف رغبت اور محبت نہ کی جاوے اور یہ خود مامور بہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھاتے ہو (یعنی دوسرے شرکاء و مستحقین کو بھی نہیں دیتے) اور مال سے بے انتہا محبت کرتے ہو۔

ف: ظاہر ہے کہ جو شخص فقر پر راضی ہو وہ اس طرح اندھا دھند کام نہیں کر سکتا اور جو شخص زاہد ہو اس کو اس طرف التفات بھی نہیں ہو سکتا۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقیر (تنگ دست) لوگ جنت میں امیروں سے پانچ سو سال پہلے یعنی آدھے دن پیشتر داخل ہوں گے۔ (ترمذی)

ف: آخرت میں ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اس واسطے پانچ سو سال کو آدھا فرمایا ہے۔

حدیث ۲: اور ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (یعنی میری خوشی کو کمزوروں کی دلجوئی) میں تلاش کرو۔ کیونکہ کمزوروں کی وجہ سے تم کو بھی رزق دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا کہ) تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم ایسے آدمی کو دیکھو جس کو دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی کی عادت دی گئی ہو تو اس کے پاس رہا کرو کیونکہ اس کو حکمت اور (دانائی) کا القا کیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۴: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تو دنیا سے بے رغبت رہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوست رکھے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی بے رغبت رہ وہ لوگ

بھی تجھ کو دوست بنالیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۵: ونیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امت کی پہلی اصلاح یقین اور زہد ہے اور اس کا اول فساد بخل اور امل (یعنی ہوس) ہے (بیہقی) اور سفیان نے فرمایا ہے کہ زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) موٹا اور سخت کپڑا اپننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (شرح السنہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے یہ بات یعنی ہر مصیبت (وغیرہ کا مقدر ہونا اس لئے بتلا دیا) تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا رنج نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

اضافہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اے اللہ مجھ کو مسکین کر کے زندہ رکھ اور مسکین ہی کر کے موت دے اور مساکین ہی کے زمرے میں میرا حشر فرما۔ (ترمذی)

حضرات گرامی! آج خطبہ جمعہ کا موضوع فقروزہد کے بیان کے سلسلے میں ہے۔

زہد کی حقیقت

حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی موٹا اور سخت کپڑا پہننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۳۴)

اس سے دین میں پختگی اور دل میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، اور یہ بات اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ ہمیشہ یوں سوچا کرے کہ دنیا ایک ادنیٰ درجے کی چیز اور پھر ختم ہونے والی ہے (خاص کر اپنی عمر تو بہت جلد گزر جائے گی اور آخرت ایک شاندار چیز اور آنے والی ہے) جس میں موت تو بہت ہی جلد آ کھڑی ہوگی پھر لگاتار یہ واقعات ہونا شروع ہو جائیں گے، قبر کا ثواب وعذاب، قیامت کا حساب کتاب، جنت اور دوزخ کی جزاوسزا، اسی مضمون کی چند آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) فرمایا اللہ نے خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کی محبت مرغوب چیزوں کی مثلاً عورتیں ہیں اور بیٹے ہیں (اور لگے ہوئے ڈھیر ہیں سونے اور چاندی کے) اور نشان لگے ہوئے گھوڑے ہیں اور دوسرے مواشی اور زراعت ہے (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی، اور انجام کار کی (خوبی کی چیز) تو اللہ ہی کے پاس ہے (جو بعد موت کے کام آوے گی جس کی خبر دینے کا آگے حکم ہے یعنی) آپ (ان لوگوں سے یہ) فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان (

مذکورہ) چیزوں سے؟ (سوسنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں (یعنی بہشت) جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان بہشتوں) میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور) ان کے لئے ایسی بیبیاں ہیں جو (ہر طرح) صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (آل عمران)

(۲) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ (دنیا میں) تمہارے پاس ہے وہ (ایک روز) ختم ہو جاوے گا (خواہ زوال سے یا موت سے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا۔ (نحل)

(۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے، اور جو اعمال صالحہ ہمیشہ ہمیشہ کو) باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک (یعنی) آخرت میں اس دنیا سے) ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں۔ اور امید کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں۔ یعنی اعمال صالحہ پر جو امیدیں وابستہ ہوئی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور ان سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے خود دنیا ہی میں امیدیں پوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں۔ (پ ۱۵، سورہ کہف ۱۳ ع ۱۷۵)

(۴) فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلے میں) دنیوی حیات (ہرگز قابل اشتغال مقصود نہیں کیونکہ) وہ محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت و جمال میں اور دنیوی ہنر و کمال میں) اور اموال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے (آگے دنیا کے زوال کو ایک مثال سے بیان کر کے فرماتے ہیں) اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں (کفار کے لئے) عذاب شدید ہے، اور (اہل ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے۔ (حدید)

(۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت (دنیا سے بدرجہا) بہتر اور پائیدار ہے۔ (اعلیٰ)

(۶) حضرت مستوردؓ بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ خدا کی قسم دنیا کی نسبت بمقابلے آخرت کے صرف ایسی ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر دیکھے کتنا پانی لے کر واپس آتی ہے۔ (اس پانی کو جو نسبت تمام دریا سے ہے وہ نسبت دنیا کو آخرت سے ہے۔ (مسلم)

(۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کن کٹے مرے ہوئے بکری کے بچے پر گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں کون پسند کرتا ہے کہ یہ (مردہ بچہ) اس کو ایک درہم کے بدلے میں مل جاوے؟ لوگوں نے عرض کیا (درہم تو بڑی چیز ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے، کو وہ ہم کو کسی ادنیٰ چیز کے بدلے بھی مل جاوے، آپ نے فرمایا قسم اللہ کی دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

(۸) حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی پینے کو نہ دیتا۔ (احمد ترمذی وابن ماجہ)

(۹) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کا ضرر کرے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کا ضرر کرے گا۔ سو تم باقی رہنے والی چیز کو (یعنی آخرت) کو (فانی چیز) پر (یعنی دنیا پر) ترجیح دو۔ (احمد وبیہقی)

(۱۰) حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں اور وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ نہ کریں گے، جتنا انسان کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کرتی ہے۔ (ترمذی ودارمی)

(ف) یعنی ایسی محبت کہ اس میں دین کے تباہ ہونے کی بھی پرواہ نہ رہے اور بڑائی چاہنا بھی دنیا کا ایک بڑا حصہ ہے، خواہ دینی سرداری ہو جیسے رئیس، یا حاکم یا صدر انجمن وغیرہ بن کر اپنی اپنی شان وشوکت یا حکومت چاہتا ہو۔ قرآن مجید میں بھی اس کی برائی آئی ہے چنانچہ:

(۱۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے، یہ عالم آخرت ہم ان لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ تو (نفس کے لئے) بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد (یعنی گناہ اور ظلم) کرنا چاہتے ہیں (قصص) البتہ اگر بے چاہے اللہ تعالیٰ کسی کو بڑائی دے دے اور وہ اس بڑائی سے دین میں کام لے، وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ جیسا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت کے دن فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھ کو سرداری نہ دی تھی (مسلم) اس سے بڑائی کا نعمت ظاہر ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو وجاہت والا فرمایا۔ (احزاب) اور جیسا عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں وجاہت والا فرمایا (آل عمران) یہاں تک کہ بعض حضرات انبیاء

علیہ السلام کو سلطنت تک عطا فرمائی۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرتِ سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے۔ (ص وغیرھا) بلکہ دین کی خدمت کے لئے خود سرداری کی خواہش کرنا بھی مضائقہ نہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے ملکی خزانوں پر باختیار ہونے کی خودخواہش کی (یوسف) لیکن باوجود نعمت اور جائز ہونے کے پھر بھی اس میں خطرہ ہے۔ چنانچہ:

(۱۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں پر بھی حکومت رکھتا ہو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں حاضر کیا جائے گا کہ اس کی مشکیں کسی ہوں گی یہاں تک کہ یا تو اس کا انصاف (جو دنیا میں کیا ہوگا) اس کی مشکیں کھلوادے گا اور یا بےانصافی (جو اس نے دنیا میں کی ہوگی) اس کو ہلاکت میں ڈال دے گی۔ (دارمی)

(ف) اس کا خطرہ ہونا ظاہر ہے۔

(۱۳) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سوئے پھر اٹھے تو آپ کے بدن مبارک میں چٹائی کا نشان ہو گیا تھا۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے لئے بستر بچھادیں اور (بستر) بنادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ، میری اور دنیا کی تو مثال ایسی ہے جیسے کسی سوار (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اس کو چھوڑ کر (آگے) چل دے۔ (احمد وترمذی وابن ماجہ)

(۱۴) حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس شخص کا مال ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور اس کو (حد ضرورت سے زیادہ) وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو۔ (احمد وبیہقی)

(۱۵) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اپنے خطبہ میں یہ بھی فرماتے تھے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (رزین وبیہقی عن الحسن مرسلا)

(۱۶) حضرت جابرؓ سے روایت ہے (ایک لمبی حدیث میں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا ہے جو سفر کرتی ہوئی جارہی ہے اور یہ آخرت ہے جو سفر کرتی ہوئی آرہی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کے کچھ فرزند ہیں، سو اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے فرزندوں میں نہ بنو تو ایسا کرو! کیونکہ آج دارالعمل میں ہو اور یہاں حساب نہیں ہے اور تم کل کو آخرت میں ہو گے اور وہاں عمل نہ ہوگا۔ (بیہقی)

(۱۷) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت

پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے (اس نور کی) پہچان ہو جاوے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! دھوکے کے گھر سے (یعنی دنیا سے) کنارہ کشی اور ہمیشہ رہنے کے گھر کی طرف (یعنی آخرت کی طرف) توجہ ہو جانا، اور موت کے لئے اس کے آنے سے پہلے تیار ہو جانا (بیہقی) یہاں تک دنیا سے دل ہٹانے کا مضمون تھا آگے آخرت سے دل لگانے اور اس کے خیال رکھنے کا مضمون ہے۔

(۱۸) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کثرت سے یاد کیا کرو لذتوں کو قطع کرنے والی چیز یعنی موت کو (ترمذی ونسائی وابن ماجہ)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت تحفہ ہے مومن کا۔ (بیہقی)

(ف) سو تحفہ سے خوش ہونا چاہیے اور اگر کوئی عذاب سے ڈرتا ہو تو اس سے بچنے کی تدبیر کرے یعنی اللہ و رسول کے احکام کو بجا لاوے، کوتاہی پر توبہ کرے۔

(۲۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں شانے پکڑے پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہ جیسے گویا تو پردیسی ہے (جس کا قیام پردیس میں عارضی ہوتا ہے اس لئے اس سے دل نہیں لگاتا) یا (بلکہ اس طرح رہ جیسے گویا تو) راستے میں چلا جا رہا ہے (جس کا بالکل قیام ہی نہیں) اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب شام کا وقت آوے تو صبح کے وقت کا انتظار مت کر اور جب صبح کا وقت آوے تو شام کے وقت انتظار مت کر۔ الخ (بخاری)

(۲۱) حضرت براء بن عازبؓ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن دنیا سے آخرت کو جانے لگتا ہے تو اس کے پاس سفید چہرہ والے فرشتے آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن، اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔

پھر ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جان پاک اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل! پھر جب اس کو لے لیتے ہیں تو وہ فرشتے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، اور اس کو کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے مشک کی سی خوشبو مہکتی ہے اور اس کو

لے کر (اوپر) چڑھتے ہیں اور (زمین پر رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزر ہوتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کون ہے یہ فرشتے اچھے اچھے القاب سے اس کا نام بتلاتے ہیں کہ یہ فلانہ فلانے کا بیٹا ہے، پھر آسمان دنیا تک اس کو پہنچاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں، اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اپنے قریب والے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک اس کو پہنچایا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ فرمایا ہے میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو اور اس کو (سوال و جواب کے لئے زمین کی طرف لے جاؤ سو اس کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے (مگر اس طرح نہیں جیسے دنیا میں تھی، بلکہ اس عالم کے مناسب جس کی حقیقت دیکھنے سے معلوم ہوگی) پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟

وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔

پھر کہتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

ایک پکارنے والا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آسمان سے پکارتا ہے میرے بندہ نے صحیح صحیح جواب دیا، اس کے لئے جنت کا فرش کردو اور اس کو جنت کی پوشاک پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو سو اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے (اس کے بعد اسی حدیث میں کافر کا حال بیان کیا گیا، جو بالکل اس کی ضد ہے) (احمد)

(ف) اس کے بعد یہ واقعات ہوں گے۔ (الف) صور پھونکا جاوے گا۔ (ب) سب مردے زندہ ہوں گے۔ (ج) میدان حشر کی بڑی بڑی ہولیں ہوں گی۔ (د) حساب کتاب ہوگا۔ (ہ) اعمال تولے جائیں گے۔ کسی کا حق رہ گیا ہوگا اس کو نیکیاں دلائی جائیں گی۔ (و) خوش قسمتوں کو حوض کوثر کا پانی ملے گا۔ (ز) ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ (ح) بعضے گناہوں کی سزا کے لئے جہنم میں عذاب ہوگا (ط) ایمان والوں کی شفاعت ہوگی۔ (ی) جنتی جنت میں جاویں گے، وہاں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ان سب واقعات کی تفصیل اکثر مسلمانوں کے کانوں میں بار بار پڑی ہے اور جن نے نہ سنا ہو یا پھر معلوم کرنا چاہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب کا ''قیامت نامہ'' اردو پڑھ لے، ان

سب باتوں کو سوچا کرے، اگر سوچنے کا زیادہ وقت نہ ملے تو سوتے ہی وقت ذرا اچھی طرح سوچ لیا کرے، یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لی گئی ہیں۔

زہد ترک لذات کا نام نہیں

زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل مقصود ہے اس میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اس کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانا چاہیے۔ غرض یہ کہ نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا منافی زہد ہے ورنہ بلا تکلف و بلا اہتمام لذات میسر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔ شکر کرنا چاہیے۔ بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے، نہ مقصود ہے اس کے کم کھانے سے خدا تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی فراوانی نہ ہو جائے گی۔ یہ نہ ہوگا کہ بھائی بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ لیکن اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق یہ تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے۔ میرا یہ خیال ہے کہ ؎

مزدور خوش دل کند کار بیش (خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے)

(کمالات اشرفیہ ص ۹۵، معارف امدادیہ ص ۶۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح کئے وہ تقلیل لذات ہی میں داخل ہیں کیونکہ آپ میں اتنی قوت تھی جو ایک سو بیس عورتوں کو اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو ساٹھ عورتوں کو کافی تھی۔ تو آپ کا اس پر صبر فرمانا تقلیل لذات ہی ہے۔ (تقلیل الکلام ص ۹)

زہد کے لئے صرف تقلیل لذات کافی ہے

زہد کے لئے صرف تقلیل لذات کافی ہے۔ ترک لذات ضروری نہیں۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر الذ الاشیاء (مزے دار اشیاء) وقاع (بچنا) ہے۔ اگر ترک لذات لازم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نکاح ترک کرتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زہد کے لئے ترک لذات ضروری نہیں۔ (البدائع ص ۱۱۴، ۱۳۴)

مال کے ساتھ زہد و توکل بھی جمع ہو سکتا ہے

مال جمع کرنے کے ساتھ بھی زہد و توکل ہو سکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مال کے ساتھ دل

نہ لگائے اور ضرورت سے زیادہ درپے نہ ہو پس یہ زہد ہے۔ اور اگر بدوں طلب انہماک ضرورت سے زیادہ سامان حق تعالیٰ عطا فرماویں تو یہ بھی زہد کے خلاف نہیں اور توکل یہ ہے کہ اسباب کو مؤثر نہ سمجھے نہ ان پر اعتماد کرے بلکہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے اور ہر چیز کو ان ہی کی عطا سمجھے۔ اس کے لئے ترک اسباب اور ترک ملازمت ضروری نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۵)

طریق تحصیل: دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔ (تعلیم الدین ص۱۱۲)

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں بھی ان اوصاف حمیدہ سے نوازیں۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ساتواں خطبہ

حج فرض میں جلدی کیجئے

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد!

ہر مسلمان صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ**۔ (آل عمران)

"اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کا حکم) نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔"

حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق سن ۹ ہجری میں آیا ہے اور اس کے اگلے سال سن ۱۰ ہجری میں اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پہلے ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی حج فرض ہونے کا اعلان فرمایا چنانچہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو۔ (صحیح مسلم)

حج کب اور کس چیز سے فرض ہوتا ہے، اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ: کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: سامانِ سفر اور سواری۔ (جامع ترمذی)

قرآن کریم کی آیت بالا میں حج فرض ہونے کی شرط "**مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً**" بتائی گئی ہے کہ

حج ان لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، سوال کرنے والے صحابی نے اس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصراً اس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو، جس پر مکہ معظمہ تک سفر کیا جاسکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لئے اتنا سرمایہ ہو جو اس زمانہ سفر کے گزارے کے لئے کافی ہو۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے احادیث و آیت میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرمادی کہ اس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کرسکتا ہے، آپ بھی اس میں غور کر کے اپنے اوپر حج ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجئے۔

استطاعت کا مطلب

حج فرض ہونے میں جو قدرت اور استطاعت شرط ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

جس مسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل مال اتنا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک ان اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون ہو تو ایسے ہر مسلمان پر حج فرض ہے۔

عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کا سفر خرچ بھی برداشت کرے (ماخذہ معارف القرآن جلد دوم جلد ۱۲۲)

حج نہ کرنے پر سخت وعید

حج کرنے کی قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کے لئے حدیث میں بڑی سخت وعید ہے، حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو۔ جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔'' (جامع ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حج کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کا اس حالت میں مرنا اور یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا گویا برابر ہے۔

(معاذ اللہ) یہ بالکل ایسی وعید ہے کہ جیسے نمازی کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کفر و شرک کے قریب کہا گیا ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (الروم ع ۴)

ترجمہ: ''نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔''

جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں والا عمل ہے، اس طرح حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ کے مشابہ بتایا گیا ہے اور نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں کے، اس کا راز یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی حج نہیں کرتے لہٰذا باوجود قدرت کے حج نہ کرنا ان کے ساتھ مشابہت ہے اور عرب کے مشرکین حج کرتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے نماز نہ پڑھنے کو مشرکوں والا عمل بتایا۔ بہرحال آیت اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر حج کئے مرنے والے ناشکرے اور نافرمان بندے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔

پیشانی پر کافر لکھا ہو گا

آیت مذکورہ میں حج نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے جس بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اس کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہلا دینے والا ہے جو تفسیر در منثور میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کے لئے جانے کی اس میں استطاعت ہو اور پھر بغیر حج کئے وہ مر جائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر ''کافر'' کا لفظ لکھا ہوا ہو گا اس کے بعد انہوں نے یہی آیت: وَمَنْ کَفَرَ آخر تک پڑھی۔

ایک اور روایت میں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج نہ کرے (اور بغیر حج کئے مر جائے) تو قسم کھا کر کہہ دو کہ وہ عیسائی مرا ہے یا یہودی مرا ہے۔ حج کی استطاعت کے باوجود بغیر حج کئے مرنے والے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو، ورنہ حضرات علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا بلکہ انکار کرنے سے کافر ہوتا ہے۔ (فضائل حج)

بہرحال حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنا کافرانہ طرز عمل ہے جو سخت گناہ ہے جس سے توبہ واجب ہے اور حج فرض ادا کرنے کی فکر کرنا لازم ہے۔

حج نہ کرنے کے بہانے

بعض لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا کرنے سے بڑی غفلت برتتے ہیں اور مختلف قسم کی تاویلیں اور بہانے پیش کرتے ہیں، ذیل میں ایسے لوگوں کی کچھ تاویلیں پیش کی جارہی ہیں جو احادیث بالا میں بیان کردہ وعیدوں کی روشنی میں بالکل باطل ہیں:

ماحول نہ ہونے کا بہانا

اگر کسی کو یہ یاد دلائیں کہ بھائی آپ صاحب مال ہیں، آپ کے اوپر حج فرض ہے اس کو ادا کیجئے! تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتیں اور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بمع ملازمین مری، سوات گھومنے جائیں گے۔ سنگاپور، پیرس اور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لئے نہیں جائیں گے۔ حج کے لئے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور خدا کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں!

پہلے نماز روزہ تو کرلیں

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حج پر تو بعد میں جائیں گے، پہلے نماز، روزہ کے تو پابند ہو جائیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ بھائی! جب تم حج پر جاؤ گے تو ایک طرح سے تمہاری تربیت ہوگی اور جب ۴۰ سے ۵۰ روز تک گھر سے باہر رہ کر صرف حرم پاک اور مسجد نبوی میں یہ سارا وقت لگے گا اور ایک خاص عبادت والا ماحول ہوگا تو تم تمام دوسری عبادتوں کے بھی عادی ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بڑی تبدیلی ہو جائے گی لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے...... اصل بات یہی ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے کیونکہ اول تو حج کا فرض ہونا نماز روزہ کی پابندی پر موقوف نہیں، دوسرے نماز، روزہ کی پابندی بھی تو اپنے اختیار میں ہے، جب چاہے پابند ہو جاؤ'' کیا مشکل ہے؟

دیگر فرائض

کچھ لوگ اس طرح تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ ایک حج ہی ادا کرنے کے لئے رہ گیا ہے! اور بھی تو دوسرے فرائض ہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق ہیں، بچوں کی تعلیم ہے اور نہ جانے کیا کیا بہانے تراشتے ہیں کہ پہلے ان کو پورا کرلیں پھر حج بھی کرلیں گے۔ اتنی جلدی کیا ہے؟

ایسے لوگ درج ذیل احادیث میں غور کریں!

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی جانا چاہیے۔

(۲) دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے (ترغیب)

(۳) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو، کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا اور کوئی ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے۔ (کنز)

(۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ (کنز)

(۵) ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہیے۔ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے، کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا، کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ (کنز)

(۶) ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔ (کنز)

ان احادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ کرنا

کچھ لوگ حج پر اس لئے نہیں جاتے کہ بھائی! بس حج کے بعد کوئی گناہ نہیں کرنا، اس لئے بس زندگی کے آخری ایام میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کتنی ہے اور وہ کب پوری ہو جائے، اگر زندگی کے آخری ایام کے انتظار میں موت آگئی تو پھر کیا ہوگا۔ اس لئے زندگی کے آخری حصہ میں حج کرنے کا انتظار کیے بغیر جتنی جلدی ممکن ہو سکے حج کر لینا چاہیے۔

بچیوں کی شادی کا مسئلہ

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی! پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے ان کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں، باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے۔ جبکہ بچیوں کی ابھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کب ان کی شادی ہوگی۔ اس لئے ان کے نکاح کے انتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا درست نہیں۔ ان کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام کر کے حج کیلئے جانا چاہیے۔

کاروباری عذر

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اس لئے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں! اگر بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟ بہرحال کسی قابل اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لئے جائیں اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے تو دکان بند کر کے حج کے لئے جائیں۔

والدین کو حج کرانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائیں اور ماں باپ حج نہ کرلیں اس وقت تک اولاد حج نہیں کر سکتی، اس لئے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں۔ جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اس طرح اولاد اپنا حج فرض ادا نہیں کرتی یہ بھی سراسر غلط ہے۔اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں۔اگر اولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

کچھ کھا کمالیں

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ،فریب، جھوٹ،سود،رشوت،کم تولنا،کم ناپنا،نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے،حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کئے تو بڑی بدنامی ہوگی،لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لئے وہ جوانی میں نہیں کرتے۔اور جب بوڑھے ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

بغیر بیوی کے حج نہ کرنا

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور ان کے پاس اس قدر پیسے ہیں جن سے وہ خود

تو حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے لیکن وہ بیوی کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اس وقت میاں بیوی دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں حج کو مؤخر کرنا درست نہیں اور بیوی کو بھی اپنی وجہ سے خاوند کو حج فرض ادا کرنے سے روکنا درست نہیں، خاوند کو چاہیے کہ اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

ابھی بچے چھوٹے ہیں

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ کرتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اس وقت چھوٹے بچوں کا سب انتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں انتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لئے جانے پر بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ اس لئے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

حج نہ کرنے کے حیلوں کا جواب

حج نہ کرنے کے مذکورہ تمام حیلوں اور بہانوں کا ایک ہی جواب ہے کہ!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے لئے واقعۃً کوئی مجبوری حج کرنے میں حائل نہ ہو یا ظالم بادشاہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو یا ایسی شدید بیماری لاحق نہ ہو جو حج کرنے سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔" (مشکوٰۃ)

اس لئے مرنے سے پہلے جتنی جلدی ممکن ہو، حج فرض ادا کرنے کی فکر کریں!

جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود اس کو ادا نہیں کرتے ان کے واسطے جہاں حدیث بالا میں سخت ترین وعید ہے وہاں ان کا ایک زبردست خسارہ اور نقصان یہ ہے کہ حج کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست مغفرت، دوزخ سے آزادی، رضائے الٰہی کا حصول، درجات کی بلندی اور بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے، حج نہ کرنے والے ان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، اب ان کی ترغیب کے لئے طواف وسعی اور حج کا کچھ ثواب لکھا جاتا ہے۔

حج کے فضائل وبرکات

احادیث طیبہ میں حج، عمرہ، طواف اور سعی کا بڑا ہی اجر وثواب ہے، ان میں سے چند خاص خاص احادیث ملاحظہ ہوں:

تلبیہ کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مؤمن ومسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے (اور کہتا ہے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ تو اس کے داہنے طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے، خواہ وہ بے جان پتھر اور درخت یا ڈھیلے ہوں وہ بھی اس بندے کے ساتھ لَبَّیْک کہتی ہیں یہاں تک کہ زمین اس طرف اور اس طرف سے ختم ہو جاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن حالتِ احرام میں تلبیہ کہتے ہوئے گزارا یہاں تک کہ (اس دن کا) سورج غروب ہو گیا تو وہ سورج اس کے گناہ لے کر غروب ہوگا اور وہ محرم ایسا (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جیسے (اس وقت تھا جب) اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: حج کا ثواب تو آگے آئے گا، صرف حج کا احرام باندھ کر لَبَّیْکَ کہتے ہی حاجی کے ساتھ خدا کی مخلوق لَبَّیْکَ کہنے میں شریک ہو جاتی ہے، جس کی آواز انسان نہیں سنتے لیکن یہ پرکیف سماں ضرور قائم ہو جاتا ہے اور کس شان کے ساتھ لَبَّیْکَ کی صداؤں میں حاجی حج کے لئے پہنچتا ہے اور اس کا ایک دن بھی اس حالت میں نہیں گزرا مگر اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، لہٰذا اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے حج فرض ضرور ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے مہمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (سنن ابن ماجہ)

چارسو گھرانوں میں سفارش قبول

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاجی کی سفارش پر چارسو گھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا: کہ چارسو آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے (یہ راوی کو شک ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (الترغیب)

فائدہ: حج کرنے والے کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا مہمان بناتے ہیں، ان کی دعائیں قبول فرماتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے پر بخشش فرماتے ہیں اور نہ صرف حج کرنے والوں کی بلکہ اگر وہ اپنے متعلقین میں سے سودو سو نہیں، چارسو افراد کی مغفرت کی درخواست کریں تو ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں، اور اتنے لوگوں کی مغفرت کا تو حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے ہی، اس سے زیادہ افراد کے لئے بھی اگر حاجی مغفرت کی دعا کرے تو وہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ یہ نعمت تو ایسی ہے کہ حج فرض ہو یا نہ ہو، یا حج فرض پہلے کرلیا ہو تو بھی حج کریں اور یہ فضیلت حاصل کریں اور بار بار حاصل کریں!

حرم شریف کی ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر

حج یا عمرہ کرنے والا جب حدودِ حرم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ہر نیک عمل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہو جاتا ہے چند احادیث ملاحظہ ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مکہ مکرّمہ سے پیدل حج کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں درج فرمائیں گے اور ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہوگی، عرض کیا گیا: حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مرض میں حاضر ہوا جس میں ان کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں اپنے بیٹوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے میرے بیٹو! پیدل حج کرنا، کیونکہ مجھے اتنا کسی چیز کا غم نہیں جتنا پیدل حج نہ کرنے کا ہے، صاحبزادگان نے عرض کیا: کہاں سے پیدل حج کیا جائے؟ فرمایا کہ مکہ مکرّمہ سے، پھر فرمایا کہ سواری پر حج کرنے والے کو ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی

ہیں اور پیدل حج کرنے والے کو ہر قدم پر مکّہ مکّرمہ کی نیکیوں میں سے سات سونیکیاں ملتی ہیں۔ صاحبزادگان نے عرض کیا: مکّہ مکّرمہ کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کہ مکّہ مکّرمہ کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ لقاصدام القریٰ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے مکّہ مکّرمہ میں رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس نے روزے رکھے اور حسب سہولت (رات میں) اس نے عبارت کی تو اس کے لئے ایک لاکھ رمضان کے مہینوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حرم کا ایک روزہ ثواب میں ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کا ثواب رکھتا ہے اور (حرم کی) ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ)

فائدہ: لہٰذا حدودِحرم میں داخل ہوتے ہی تمام نیک کاموں کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، چنانچہ حرم میں داخل ہوکر ایک مرتبہ **سبحان اللّٰہ** کہیں تو ایک لاکھ **سبحان اللّٰہ** کہنے کا ثواب ملے گا۔ ایک مرتبہ **اللّٰہ اکبر** کہیں تو ایک لاکھ مرتبہ **اللّٰہ اکبر** کہنے کا ثواب ملے گا، حج یا عمرہ کرنے پر جتنا بھی خرچ ہو وہ سب حرم میں داخل ہوکر ایک مرتبہ **سبحان اللّٰہ** یا **الحمدللّٰہ** یا **اللّٰہ اکبر** کہتے ہی وصول ہو جاتا ہے، اس لئے حج کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور اتنے عظیم ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کرنا چاہیے ...... بہرحال: حرم میں ایک قرآن کریم ختم کریں تو ایک لاکھ قرآن کریم ختم کرنے کا ثواب ملے۔

ایک روپیہ خیرات کریں تو ایک لاکھ روپے خیرات کرنے کا ثواب ملے۔

ایک مرتبہ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے، اس میں سے ستر ہزار کسی کو بخش دیں تو امید ہے کہ اس کو دوزخ سے نجات مل جائے۔

سبحان اللّٰہ ، الحمدلِلّٰہ ، اللّٰہ اَکبَر ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، استغفار ، درود شریف، ایک بار پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

اشراق ، چاشت ، اوّابین ، سُننِ زوال ، قیام اللّیل ، تہجد ، تحیّۃ المسجد اور دیگر نوافل پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھیں یا صلوٰۃ التسبیح پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب پائیں۔
ایک روزہ رکھیں تو ایک لاکھ روزوں کا ثواب پائیں۔
ایک فقیر کو کھانا کھلائیں تو یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک لاکھ فقیروں کو کھانا کھلایا ہو۔
ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھیں یا ایک عمرہ کریں یا ایک طواف کریں تو ہر چیز پر ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے۔

اس لئے خوب نیک کام کریں اور گناہوں سے بے حد بچیں، ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اور اس حاضری کو بے حد غنیمت سمجھیں اور اس کی دل و جان سے قدر کریں۔ کچھ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ بہر حال حج نہ کرنے والے بھی حج کر کے یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

مسجد الحرام کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلّہ کی مسجد میں پچیس گناہ ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب ملتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد الحرام میں (جو مکّہ مکرّمہ میں ہے) ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: بہت سی احادیث میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب مسجد اقصیٰ سے زیادہ آیا ہے، لیکن اس حدیث میں دونوں مسجدوں کا ثواب پچاس ہزار بیان کیا گیا ہے اور بعض علماء کرام نے اس حدیث میں یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے، یعنی جامع مسجد کا ثواب محلّہ کی مسجد کے ثواب سے پانچ (۵۰۰) سو مرتبہ دو گنا ہے، اس حساب سے جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچ سو (۱۲۵۰۰) ہو گیا اور مسجد اقصیٰ کا ثواب ۶۲ کروڑ ۵۰ لاکھ (۶۲۵۰۰۰۰۰۰) ہو گیا اور مسجد نبوی کا ثواب تین نیل بارہ کھرب پچاس ارب (۳۱۲۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰) ہوا اور مسجدِ حرام کا ثواب ۳۱ سنکھ پچیس پدم (۳۱۲۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہوا اس طرح عام روایات میں مسجدِ حرام کا ثواب جو ایک لاکھ ہے یہ اس سے بہت زیادہ ہو گیا۔ (ماخذہ فضائل حج)

مگر اللہ پاک کی رحمت کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس سے بھی زیادہ دینے پر قادر ہے، ان کی رحمت پر کسی کا اجارہ نہیں، اس لئے مسجدِ حرام میں ایک نماز باجماعت ادا

کرنے پر مذکورہ ثواب ملنے کو مشکل نہ سمجھا جائے...... جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے، وہ کتنے بڑے ثواب سے محروم ہیں، سوچیں اور غور کریں!! اور جلد حج کرنے کا فیصلہ کر کے مسجدِ حرام کا ثواب عظیم حاصل کرنے کی فکر کریں۔

بیت اللہ کی فضیلت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہٗ کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں روزانہ اس گھر (یعنی بیت اللہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ (۶۰) طواف کرنے والوں پر، چالیس (۴۰) وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس (۲۰) بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر ہوتی ہیں۔ (بیہقی)

فائدہ: بیت اللہ شریف کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور باعث رحمت ہے چنانچہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین سے اس کے فضائل منقول ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضرت سعید بن المسیبؒ تابعی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایمان وتصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔

(۲) حضرت ابو السائب مدنیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ایمان وتصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پتے درخت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو شخص مسجد میں بیٹھ کر بیت اللہ کو صرف دیکھتا رہے، چاہے طواف ونفل نماز نہ پڑھتا ہو وہ افضل ہے، اس شخص سے جو اپنے گھر میں نفلیں پڑھے اور بیت اللہ کو نہ دیکھے۔

(۳) حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور بیت اللہ کو دیکھنے والا ایسا ہے جیسے رات کو جاگنے والا، دن میں روزہ رکھنے والا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔

(۴) حضرت عطارؒ ہی سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کو دیکھنا ایک سال کی نفل عبادت کے برابر ہے۔

(۵) حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنا افضل ہے اس شخص کی عبادت سے جو روزہ دار، شب بیدار اور مجاہد فی سبیل اللہ ہو۔

(۶) حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنے والا مکہ سے باہر عبادت میں

کوشش سے لگے رہنے کے برابر ہے۔ (درمنثور، فضائل حج)

فائدہ: جو لوگ فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے اوّل تو وہ سخت گناہ گار ہیں، دوسرے پھر وہ بیت اللہ کی زیارت سے اور اس کی زیارت کے عظیم ثواب سے محروم ہیں، کیا انہیں اس اجر وثواب سے محروم رہنا گوارا ہے؟

زم زم کے پانی کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے، اگر آپ نے کسی بیماری سے صحت کے لئے پیا تو اللہ پاک شفا عطا فرمائیں گے اور اگر (کھانے کی جگہ) پیٹ بھرنے کے لئے پیا تو اللہ تعالیٰ پیٹ بھر دیں گے اور اگر پیاس بجھانے کے لئے اسکو پیا تو اللہ پاک پیاس دور فرمائیں گے۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خدمت ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ (دار قطنی)

آبِ زم زم پینے کی دعاء

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ زم زم کا پانی نوش فرماتے تو یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًاوَّ رِزْقاً وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ

ترجمہ: ”اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والا علم، کشادہ روزی اور ہر بیماری سے شفاء مانگتا ہوں۔“ (دار قطنی)

فائدہ: حج یا عمرہ کرنیوالوں کو جس قدر زم زم کا پانی پینے کا موقع ملتا ہے، وہ دوسروں کو نہیں ملتا۔ اسلیئے حج کے واسطے جانے میں دیگر اعمال کے ثواب کیساتھ ساتھ کثرت سے زم زم کا پانی پینے کی سعادت ملنا بڑی نعمت ہے۔ کاش! بلا عذر حج نہ کرنے والے غور کرتے!!

طواف میں قدم قدم پر نیکیاں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

جو شخص (سنت کے مطابق) کامل وضو کرے اور (طواف کے لئے) حجرِ اسوَد کے پاس آئے تا کہ اس کا استلام کرے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت میں داخل ہو جاتا ہے، پھر (جب حجر اسود کا) استلام کر کے وہ یہ کلمات کہتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں، ستر ہزار گناہ (صغیرہ) معاف کرتے ہیں اور اس کے ستر درجہ بلند کئے جاتے ہیں اور (قیامت کے دن) اس کے اہل خانہ کے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائیگی۔

اس کے بعد جب وہ مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعتیں بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو اس کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جس روز اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔ (اخرجہ الاصبہانی فی الترغیب)

فائدہ: حج یا عمرہ کرنے والا یا نفلی طواف کرنے والا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے باوضو ہو کر طواف شروع کرتا ہے تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں، ستر ہزار گناہوں کی معافی اور ستر ہزار درجات کی بلندی کیا معمولی بات ہے اور ستر اہل خانہ کے حق میں سفارش قبول ہونا اور چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملنا اور گناہوں سے پاک ہو جانا یہ وہ سعادتیں ہیں جو بڑے ہی خوش نصیبوں کو ملتی ہیں، حج کر کے آپ کو بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ لہٰذا حج جلدی کریں۔

حج کا ثوابِ عظیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد خیف میں (جو منیٰ میں ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ایک انصاری دوسرا ثقفی، دونوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دعا دی۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنے آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم پوچھنے آئے ہو اگر تمہارا دل چاہے تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنے آئے ہو؟ اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہتا ہوں تم خود دریافت کر لو!...... ان دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ

کے رسول! آپ ہی ہمارے سوالات بھی بتادیجئے تاکہ ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ ہو۔اس کے بعد انصاری صحابی نے ثقفی صحابی سے عرض کیا: اللہ کے رسول سے پہلے آپ اپنا سوال پوچھ لیں، ثقفی صحابی نے عرض کیا کہ نہیں! پہلے آپ معلوم کرلیں آپ ہی کا حق پہلے ہے۔اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! جو کچھ میں دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں ارشاد فرمائیے وہ کیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس یہ دریافت کرنے آئے ہو کہ بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟ بیت اللہ کا طواف کرنے میں کیا اجر ہے؟ طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ صفاومروہ کے درمیان سعی کرنے کا کتنا ثواب ہے؟ میدان عرفات میں عرفہ کے دن ٹھہرنے کا کتنا اجر ہے؟ جمرات کی رمی کرنے اور قربانی کرنے پر کیا ثواب ہے؟ سر منڈانے پر کیا اجر ہے؟ اس کے بعد بیت اللہ کے طواف کرنے کا کیا ثواب ہے؟ یہ سن کر انصاری صحابی نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، میں یہی باتیں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ (اس کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری صحابی کے مذکورہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم بیت اللہ کی (زیارت کی) نیت سے اپنے گھر سے چلو تو راستے میں تمہاری اونٹنی کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں ایک قدم رکھنے اور اٹھانے میں تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا اور طواف کے بعد تمہارا دو رکعتیں ادا کرنا (ثواب میں) بنو اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔اور صفاومروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب ستر غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔

عرفہ کے دن شام کو تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا (ایسا مبارک ہے کہ) اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرماتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں جو غبار آلود، پراگندہ بال، ہر گہری اور کشادہ وادی سے (نکل کر) میرے پاس آئے ہیں، میری مغفرت اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (لو! میرے ان بندوں کے بارے میں سنو!) اگر ان کے گناہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے مساوی ہوں

یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو بھی میں نے انہیں معاف کر دیئے۔ میرے بندو! (اب) تم واپس چلے جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی اور جن کے بارے میں تم سفارش کرو (ان کو بھی بخش دوں گا)۔

جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ جس سے تم رمی کرو گے، ہلاک کرنے والے اور جہنم واجب کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ معاف ہوگا۔ اور تمہاری (حج کی) قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ ہے (جس کا ثواب آخرت میں ملے گا) اور سر مُنڈانے میں تمہارے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عطا ہوگی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔

سائل نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے گناہ کم ہوئے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تمہاری نیکیوں میں جمع کر دیا جائے گا (اس کے بعد آخر میں) تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا ایسی حالت میں ہوگا کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ ہوگا اور ایک فرشتہ آئے گا جو تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا (آئندہ نئے سرے سے) عمل کرو! تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (القریٰ لقاصد ام القریٰ)

فائدہ: سبحان اللہ! حج کرنے کا کتنا عظیم اجر و ثواب ہے، قدم قدم پر نیکیاں، گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی، غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب، میدان عرفات میں قیام کرنے پر بے شمار گناہوں سے درگزر، جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ گناہ کبیرہ کی معافی، قربانی کا ثواب محفوظ، سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی اور ایک گناہ کی معافی، یہ فضائل ایسے ہیں کہ اگر حج فرض نہ ہو تب بھی ان کو حاصل کرنے کے لئے حج کیا جائے اور بار بار کیا جائے، اس لئے جن پر حج فرض ہو، انہیں مذکورہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ضرور حج کرنا چاہیے۔

پیدل حج کرنے کا ثواب

ہر سال ہزاروں مسلمان حج کرتے ہیں، جن میں بہت سے حاجی سواری پر حج کرتے ہیں اور بہت سے پیدل کرتے ہیں اور سواری پر حج کرنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ پیدل چلنا ہی پڑتا ہے بلکہ آج کل حج کی مشقت سفر کے بجائے حج ادا کرنے میں ہو رہی ہے، کیونکہ حاجیوں کی اس قدر کثرت ہے کہ اب سواری پر حج کرنا پیدل حج کرنے کے مقابلے میں زیادہ دشوار ہے، کوئی بہت ہی کمزور، بیمار اور معذور ہو تو الگ بات ہے ورنہ پیدل حج کرنا کافی آسان ہے

اوراحادیث طیبہ میں اس کے فضائل بھی بہت آئے ہیں۔ یہاں ان کا مختصرانتخاب پیش کیا جاتا ہے تاکہ اگرکسی میں پیدل حج کرنے کی قوت ہوتو وہ یہ ثواب حاصل کرسکے اور جو شخص پورا حج پیدل نہ کرسکے تو جتنا کرسکے کرلے اور کچھ نہ کچھ پیدل حج کا ثواب حاصل کرے۔

ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے توانہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر جمع کیا اور فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص (حج کیلئے) مکہ مکرمہ سے پیدل چلے اور واپس مکّہ مکّرمہ آجائے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر سات سونیکیاں (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھیں گے، ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہے، عرض کیا گیا: حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

فائدہ: مکّہ مکّرمہ سے پیدل حج کرنے کا یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں عطا ہوں گی، جب ایک قدم پر یہ ثواب ہے تو سارے راستے کا کتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

دس ارب نیکیاں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص منیٰ سے عرفات تک پیدل حج کرے، اس کے لئے حرم کی نیکیوں میں سے سو ہزار نیکیاں درج کی جائیں گی، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے''

فائدہ: ایک سو ہزار کو ایک لاکھ میں ضرب دینے سے دس ارب کی تعداد بن جاتی ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ صرف منیٰ سے عرفات تک پیدل جانے والے حاجی کو دس ارب نیکیاں ملیں گی، **سبحان اللہ**! کتنا عظیم ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کی ہمت وقوت عطا فرمائیں۔ آمین

جولوگ حج نہیں کرتے، وہ غور کریں کہ حج نہ کرنے کی بناء پر گنہگار ہونے کے علاوہ وہ کتنی لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں نیکیوں سے محروم ہیں، کیا انہیں مرنا نہیں ہے؟ اور حقیر دنیا چھوڑنی نہیں ہے؟ اور جب مرنا بھی یقینی ہے اور دنیا کو چھوڑنا بھی ضرور ہے تو پھر حج کرکے آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخائر جمع کریں تاکہ آخرت میں کام آئیں۔

عمرہ کا ثواب

حج سے پہلے یا حج کے بعد اکثر عمرہ کیا جاتا ہے اور عمرہ کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث میں عمرہ کو چھوٹا حج بتایا گیا ہے اس کے چند فضائل ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے ان کے درمیان کے گناہوں کا۔ اور حج مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پے در پے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ حج اور عمرہ دونوں فقر و فاقہ محتاجگی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے وچاندی کا میل کچیل دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنّت ہی ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعاء قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں غوطہ لگانا ہے جس سے اس کے گناہوں کا کفارہ بھی ہوجاتا ہے، دُعاء بھی قبول ہوتی ہے، فقر وفاقہ بھی ختم ہوتا ہے اور خوش حالی اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور نیز حج مبرور کے بدلے میں جنّت عطا ہونا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ گناہوں سے پاک نہیں ہونا چاہتے؟ کیا انہیں جنّت درکار نہیں؟ اگر درکار ہے تو پہلے حج کا فریضہ انجام دیں!

رمضان المبارک کا عمرہ

حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا (میرے خاوند) ابوطلحہ اور ان کے بیٹے حج کے لئے چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمِ سلیم! رمضان المبارک میں عمرہ کرنا (ثواب میں) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (ابن حبان)

فائدہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر

ثواب رکھتا ہےاوربھی احادیث میں مذکور ہے،لیکن مذکورہ حدیث میں ہے کہ :رمضان المبارک میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔(ابوداؤد)

اللہ پاک بار بار رمضان المبارک کا عمرہ مقبول نصیب فرمائے۔(آمین)

مدینہ طیبہ کے فضائل

حج اور عمرہ کرنیوالے کو حج وعمرہ کرنے کے بعد دوسری سب سے بڑی دولت ونعمت مدینہ منورہ کی حاضری، مسجد نبوی کی زیارت اور دونوں جہاں کے سردار وآقا ومولیٰ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بلا واسطہ حضوری اور براہِ راست سلام پیش کرنیکی وہ سعادت ہے جو بہت ہی بلند نصیبہ کی بات ہے۔ جولوگ حج کی استطاعت ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے وہ اس عظیم سعادت سے بھی محروم رہتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں۔

اب کچھ فضائل اور برکات مدینہ منورہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔

شفاعت اور سفارش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جو اُمتی مدینہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کرکے وہاں رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت اور سفارش کروں گا۔(صحیح مسلم)

طاعون اور دجّال سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں،اس میں طاعون اور دجّال داخل نہیں ہوسکتا۔(صحیح بخاری ومسلم)

فائدہ: دعاء کرنا ہر مومن کے اختیار میں ہے،اس لئے مدینہ طیبہ میں رہنے کی دعا خود بھی کرنی چاہیے اور دوسروں سے بھی کرانی چاہیے۔

مسجد نبوی کی عظمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے گھر پر نماز پڑھے تو صرف ایک نماز کا ثواب اس کو ملتا ہے،اور محلّہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب ہوتا ہے اور بیت المقدس کی

مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور میری مسجد یعنی مسجدِ نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجدِ الحرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: مسجدِ نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص پچاس ہزار نمازیں ادا کرے، اللہ اکبر! کتنا عظیم ثواب ہے، اس لئے مدینہ جانے والوں کو ہر نماز مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

دو مقبول حج کا ثواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص حج کے لئے مکّہ مکرمہ جائے اور پھر میرا ارادہ کر کے میری مسجد میں آئے تو اس کے لئے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔ (دیلمی)

نفاق اور دوزخ سے براءت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے میری اس مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کیں، ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے دوزخ سے اور ہر قسم کے عذاب سے نجات لکھ دی جائے گی (اسی طرح) انفاق سے براءت بھی لکھ دی جائے گی۔ (طبرانی)

فائدہ: مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل ادا کرنے پر یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو نفاق کی نجاست سے پاک فرمادیں گے، اور دوزخ اور ہر قسم کے عذاب سے اس کو نجات دے دیں گے، اس لئے مسجدِ نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں ادا کر کے یہ عظیم فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔ حج کرنے کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے اس سعادت سے بھی محروم ہیں، وہ غور کرلیں!۔

جنت کا باغیچہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی جگہ اور آپ کا حجرۂ مبارک جس میں آپ آرام فرما ہیں، ان کے درمیان جو زمین کا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص محل ہے، جس کی بناء پر گویا

وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے، جو بندہ ایمان اور اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب بن کراس میں آیا تو گویا وہ جنت کے ایک باغیچہ میں آ گیا اور انشاءاللہ آخرت میں بھی وہ اپنے آپکو جنت کے ایک باغیچہ میں پائیگا۔ (معارف الحدیث)

روضۂ اقدس کی زیارت

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو خوابیدہ یہاں روح رسولِ عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ بے قاعدہ یہاں جنبش لب بے ادبی ہے
بچھاؤ پلکیں، جھکاؤ آنکھیں ادب کا اعلیٰ مقام آیا

حج کے بعد سب سے افضل، سب سے بہتر اور سب سے بڑی سعادت دونوں جہاں کے سردار جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں رہ سکتا، لہٰذا دیارِ مقدس میں پہنچنے کے بعد اب روضۂ اقدس کے سامنے خود حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں اور اس پر ملنے والے بے شمار فضائل وبرکات حاصل کریں جو دور سے درود وسلام پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کا زندہ ہونا جمہورِ اُمت کے نزدیک طے شدہ بات ہے، جو شخص اس کو نہ مانے وہ جاہل ہے اور نالائق ہے، بہر حال آپ کا جو اُمتی مزار مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے، آپ خود اس کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں وفات کے بعد آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح بالمشافہ سلام پیش کرنے کے برابر ہے جو بلا شبہ ایک عظیم ترین سعادت ہے جو ہر زیارت کرنے والے کو تمام آداب کے ساتھ ضرور حاصل کرنی چاہیے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا ایسا ہے جیسے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی زیارت کی۔ جو لوگ حج نہیں کرتے وہ اس دولتِ عظمیٰ سے بھی محروم رہتے ہیں جو حقیقت میں بڑی محرومی ہے۔

فضائل زیارت مزار اقدس

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ میری وفات کے بعد (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) انہی لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (رواہ البیہقی)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (ابن خزیمہ)

(۳) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (رواہ ابن عدی بسند حسن)

(۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں۔ (رواہ البیہقی)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں، اور جو شخص کسی اور جگہ درود شریف پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ (رواہ البیہقی)

فائدہ: یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ روضۂ اقدس پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، اس لئے ادب و احترام سے نظر جھکا کر بڑے ہی خلوص سے سلام پیش کرنا چاہیے۔ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ یہ سعادت حاصل کرنی چاہیے۔

دُرود و سلام کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

اس کے بعد ستّر مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے، اے شخص! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔ (فضائل حج)

فائدہ: روضۂ اقدس پر دستور کے مطابق درود و سلام پیش کرنے کے بعد مذکورہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستّر مرتبہ ذکر کردہ درود شریف بھی پڑھ لیا کریں اور مذکورہ الفاظ کی جگہ اگر ستّر مرتبہ یہ کلمات کہے جائیں تو شاید زیادہ بہتر ہو۔

اَلصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه (فضائل حج)

عام حالت میں درود و سلام پڑھنے کے احادیث میں بڑے عجیب و غریب فضائل منقول

ہیں ان میں سے چند خاص خاص فضائل یہاں لکھے جاتے ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جائے بلکہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران تو خاص طور پر درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے اور درود ابراہیمی سب درودوں کا سردار ہے اس لئے اسی کو زیادہ پڑھنا چاہیے۔

قرب کا ذریعہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ (ت، حب)

تفکرات سے نجات اور گناہوں کی معافی

حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھتا ہوں تو کتنا درود اپنے معمول میں رکھوں؟ فرمایا: جس قدر تمہارا دل چاہے، میں نے کہا ایک چوتھائی، یعنی باقی تین چوتھائی دوسرے معمولات رہیں، فرمایا: جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کیا آدھا، فرمایا جتنا چاہو، اور اگر زیادہ کر دو تو اور بہتر ہے، میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا، فرمایا: تو اب تمہاری سب فکروں کی بھی کفایت ہو جائے گی اور تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ (ت، مس)

دس رحمتیں اور دس نیکیاں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اس کے دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور اس کے دس درجہ بڑھاتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ (اس، ط)

۷۰ رحمتیں اور ۷۰ دعائیں

ایک روایت میں ارشاد ہے کہ: درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستّر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے اس کے لئے ستر ۷۰ مرتبہ دعاء کرتے ہیں۔ (زادالسعید)

عرش کا سایہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا تو وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (حاشیۃ الحذب)

اسّی ۸۰سال کے گناہ معاف

درمختار میں اصبہانی سے نقل کیا ہے کہ ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جوشخص مجھ پر درودشریف پڑھےاوروہ قبول ہوجائےتواسکےاسّی ۸۰سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(زادالسعید)

سوحاجتیں پوری

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جوکوئی ہرروزسوباردرود پڑھے، اس کی سو(۱۰۰) حاجتیں پوری کی جائیں گی، تیس (۳۰) دنیا کی اور باقی آخرت کی۔(نفض)

ہزارمرتبہ پڑھنے والے کے لئے بشارت

ابوحفص ابن شاہینؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشادفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جوشخص مجھ پر ہزار(۱۰۰۰) مرتبہ درود پڑھےتو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپناٹھکانہ جنّت میں نہیں دیکھ لے گا۔(سع)

قیامت کی ہولنا کی سے نجات

دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ قیامت کے ہول اورخطرات سے وہ شخص زیادہ نجات حاصل کرے گا جو دنیا میں مجھ پرزیادہ درود بھیجتا ہوگا۔(سع)

فائدہ: کثرت سے درودشریف پڑھنا، مدینہ طیبّہ میں خاص معمول ہونا چاہیے۔اور پھر زندگی بھر یہ معمول جاری رہنا چاہیے، جس سے دنیاوآخرت میں مذکورہ بالافضائل وبرکات حاصل ہوں گے۔حج کی استطاعت کے باوجودحج نہ کرنے والے نہ جانے دین ودنیا کے کتنے ہی فوائدثمرات اوراجروبرکات سے محروم ہیں۔

مدینہ منورہ میں وفات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جوشخص اس کی کوشش کرسکے کہ مدینہ منوّرہ میں اس کی موت آئےتواس کوچاہیے کہ وہ (اس کی کوشش کرےاور) مدینہ منوّرہ میں مرے(کیونکہ) میں ان لوگوں کی ضرورشفاعت

کروں گا جو مدینہ طیبہ میں مریں گے (اور وہاں دفن ہوں گے)۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: مدینہ طیبہ میں موت آنا گو اپنے اختیار میں نہیں لیکن بندہ اس کی آرزو اور دعاء تو کرسکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کسی قدر کوشش بھی کرسکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ مدد بھی فرماتے ہیں، حدیث بالا کا یہی مدعا ہے: اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا مانگنے کے لائق ہے!

اَللّٰھُمَّ رزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَ اجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما، اور اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر (مدینہ منورہ) میں مرنا (اور دفن ہونا) نصیب فرما! (بخاری)

جنت البقیع میں دفن ہونا

مدینہ منورہ میں ایمان کے ساتھ مرنے کے بعد، جنّت البقیع میں دفن ہونا بہت بڑی نعمت ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مدفون ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دو کے سوا باقی نو ازواجِ مُطہرات رضی اللہ عنہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین پھوپھیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آرام فرما ہیں اور تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمار تابعین، تبع تابعین اور لاتعداد علماء صلحاء، شہداء اور اولیاء کرام رحمہم اللہ مدفون ہیں، احادیث میں جنّت البقیع کے خاص فضائل ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمان والوں کے لئے دو قبرستان زمین پر ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان پر چاند اور سورج چمکتے ہیں ایک بقیع کا قبرستان دوسرے مقبرۂ عسقلان۔ (فضائل حج)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، میں اس میں سے نکلوں گا، پھر ابو بکر اپنی قبر سے نکلیں گے، پھر عمر، پھر جنت البقیع میں جاؤں گا، وہاں جتنے مدفون ہیں ان کو اپنے

ساتھ لوں گا، پھر مکہ مکرمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا۔ وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آ کر مجھ سے ملیں گے۔ (ترمذی شریف)

(۳) حضرت امّ قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے امّ قیس! کیا تم نے یہ مقبرہ (یعنی جنت البقیع) دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا! ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا ہے! (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اس قبرستان سے ستر ہزار آدمی اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے، یہ لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فضیلت سن کر) ایک صاحب اُٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! تم ان میں سے ہو، پھر ایک صاحب اور اُٹھے اور انہوں نے بھی یہی عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔ (القریٰ)

فائدہ: مدینہ منورہ کی موت کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونے کی تمنا بھی ہونی چاہیے اور دعا بھی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سعادت خاص اپنے فضل و کرم سے ضرور عنایت فرمائے آمین۔

وصلی اللّٰہ تَعَالیٰ عَلَی النَّبِی الْکَرِیمُ
مُحَمَّد و آلِه وَاَصْحَابِه اَجْمَعِیْنُ.

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

آٹھواں خطبہ

زیارت حرمین

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ا -''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول خداوندی ''**اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ**'' میں کہ وہ (یعنی حج کے معین مہینے) شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔'' (عین الدر المنثور عن اوسط الطبرانی والخطیب وابن مردویہ نقل عن کثیر من السلف)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے ان پر جو کہ اس تک سبیل (یعنی جانے کی طاقت) رکھیں۔''

حدیث ۲ -''و نیز ارشاد فرمایا رسول خدا نے کہ جس شخص کو حج سے کھلم کھلا ضرورت یا ظالم بادشاہ یا رکاوٹ کے قابل مرض نے حج سے نہ روکا ہو اور پھر بھی (باوجود فرض ہونے کے) اس نے حج نہ کیا ہو پس خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی۔'' (دارمی)

حدیث ۳ -''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے (خاص) اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں نہ فحش گوئی کی نہ گناہ کیا تو وہ شخص اُس دن کی مانند لوٹتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۴ -''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں وہ سب ذیقعدہ میں تھے۔ سوائے ایک کے جو حج کے ساتھ تھا (کہ وہ ذی الحجہ میں واقع ہوا تھا)۔'' (متفق علیہ)

ف: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ عوام لوگ ماہ ذیقعدہ کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین عمرے کیے ہیں اس میں کتنی برکت ثابت ہوتی ہے۔ و نیز یہ ماہ ذیقعدہ حج کے مہینوں میں سے ہے جیسا کہ حدیث اول میں گزر چکا ہے۔

حدیث ۵ -''اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر کرو کیونکہ وہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو

دُور کرتی ہے اور حج مبرور (یعنی مقبول) کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔" (ترمذی و نسائی)

حدیث ۶- "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔" (عین آثار السنن عن ابن خزیمہ فی صحیحہ والدار قطنی واسنادہ حسن)

ف: جن کو گنجائش ہو وہ حج کے ساتھ زیارت مدینہ طیبہ کا شرف بھی ضرور حاصل کریں کہ اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی بلکہ تاکید بھی روایات میں آئی ہے اور اس روایت سے متعلق ہے کہ قبر شریف کی نیت سے سفر کرنا بھی مضائقہ نہیں رکھتا۔

آیت مبارکہ: "اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ابراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس (حج کے لیے) چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنی پر بھی جو کہ دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔"

اضافہ: (الف): "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ جلدی کرے۔" (ابوداؤد، دارمی)

(ب): "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ ذلیل اور راندہ ہوا اور حقیر اور رنجیدہ نہیں دیکھا گیا اور نہیں ہے یہ مگر اسی کی وجہ سے جو کہ رحمت کا نازل ہونا اور خدائے تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہ سے درگزر فرمانا دیکھتا ہے سوائے (جنگ) بدر کے (کہ اس میں تو یوم عرفہ کے برابر یا زیادہ اس کی خواری وغیرہ دیکھی گئی) کیونکہ (اس روز) اس نے جبریل علیہ السلام کو فرشتوں کی صفیں ترتیب دیتے ہوئے دیکھا تھا۔" (مالک مرسلاً و شرح السنہ)

(ج): "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (ایک) عمرہ (دوسرے) عمرے تک کفارہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان (کے گناہوں) کا۔" (عین ترغیب عن مالک والشیخین والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

(د): "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا مانگے تو خدا قبول کرتا ہے اور اگر وہ استغفار کریں تو خدا ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔" (عین ترغیب نسائی وابن ماجہ)

معزز حاضرین! آج خطبہ جمعہ کا موضوع زیارت حرمین شریفین یعنی فضائل حج و عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خطبہ اور اس کے ترجمہ میں آپ حضرات چند آیات واحادیث کا ترجمہ سن چکے ہیں۔ اب مزید پیش کرتا ہوں۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے گرد پھرنا اور صفا و مروہ کے درمیان پھیرے کرنا اور کنکریوں کا مارنا یہ سب اللہ کی یاد کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ (عین ابوداؤد باب الرمل)

ف: یعنی گو ظاہر والوں کو تعجب ہو سکتا ہے کہ اس گھومنے دوڑنے کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اور اس سے علاقہ بڑھتا ہے اور محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا۔ پھر محبوب کے گھر کے بل بل قربان ہونا' اس کے کوچے میں دوڑے دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

(۴) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے' فرماتے تھے کہ (اب طواف میں) شانے ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادرہ سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو (مکے میں) قوت دی اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا (اور یہ فعل شروع ہوا تھا ان ہی کو اپنی قوت دکھلانے کے لیے جیسا روایات میں آیا ہے) اور باوجود اس کے (کہ اب مصلحت نہیں رہی مگر) ہم اس فعل کو نہ چھوڑیں گے جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں (آپ کے اتباع اور حکم سے کرتے تھے (کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حجتہ الوداع میں عمل فرمایا جب کہ مکے میں ایک بھی کافر نہ تھا)۔ (عین ابوداؤد باب الرمل)

ف: اگر حج میں عاشقی کا رنگ غالب نہ ہوتا تو جب عقلی ضرورت ختم ہوگئی تھی یہ فعل بھی موقوف کر دیا جاتا ہے۔

(۵) حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ (کسی کو) نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں (کبھی) تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔'' (عین ابوداؤد باب تقبیل الحجر)

ف: محبوب کے علاقہ کی چیز کو چومنے کا سبب بجز عشق کے اور کون سی مصلحت ہو سکتی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس قول سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مسلمان حجر اسود کو

معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو وہی ہے جو نفع وضرر کا مالک ہو۔

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کی طرف رُخ کیا پھر اس پر اپنے دونوں لب (مبارک) ایسی حالت میں رکھے کہ بڑی دیر تک روتے رہے پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرؓ! اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔'' (ابن ماجہ وابن حزیمہ وحاکم وبیہقی)

ف: محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا صرف عشق سے ہوسکتا ہے خوف وغیرہ سے نہیں ہوسکتا اور افعال عاشقانہ تو ارادہ سے بھی ہوسکتے ہیں مگر رونا بدون جوش کے نہیں ہوسکتا۔ پس حج کا تعلق عشق سے ہے۔ اس حدیث سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

(۷) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لمبی حدیث میں) فرمایا کہ جب عرفے کا دن ہوتا ہے (جس میں حاجی لوگ عرفات میں ہوتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان لوگوں پر فخر کے ساتھ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس دور دراز راستے سے اس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان حال ہیں اور غبار آلود بدن ہے اور دھوپ میں چل رہے ہیں، میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔'' (بیہقی وابن حزیمہ)

ف: اس صورت کا عاشقانہ ہونا ظاہر ہے اور فخر کے ساتھ اس کا ذکر فرمانا اس عاشقانہ صورت کے پیارے ہونے کو بتلا رہا ہے۔ یہ چند حدیثیں حج میں عاشقی کی شان ہونے کی تائید میں بطور نمونے کے لکھ دی گئیں ورنہ حج کے سارے افعال کھلم کھلا اسی عاشقانہ رنگ کے ہیں۔ یعنی مزدلفہ عرفات کے پہاڑوں میں پھرنا، لبیک کہنے میں چیخنا، پکارنا، ننگے سر پھرنا، اپنی زندگی کو موت کی شکل بنالینا یعنی مردوں کا لباس پہننا، ناخن، بال تک نہ اُکھاڑنا، جوں تک نہ مارنا جس سے دیوانوں کی سی بھی صورت ہوجاتی ہے، سر نہ منڈانا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا، خاص حد کے اندر درخت نہ کاٹنا، گھاس تک نہ توڑنا جس میں کوچہ محبوب کا ادب بھی ہے۔ یہ کام عاقلوں کے ہیں یا عاشقوں کے؟ اور ان میں بعض افعال جو عورتوں کے لیے نہیں ہیں اس میں ایک خاص وجہ ہے یعنی پردے کی مصلحت اور خانہ کعبہ کے گرد گھومنا اور صفا ومروہ کے بیچ میں دوڑنا اور خاص نشانوں پر کنکر، پتھر مارنا اور حجر اسود کو بوسہ دینا اور زار وزار رونا اور خاک آلودہ دھوپ میں جلتے ہوئے عرفات میں حاضر ہونا، ان کے عاشقانہ افعال ہونے کا ذکر اوپر

حدیثوں میں آچکا ہے اور جس طرح حج میں عشق و محبت کا رنگ ہے اس کے آداب کا جس مقام سے تعلق ہے یعنی مکہ معظمہ مع اپنے تعلقات کے اس میں بھی محبت کی شان رکھی گئی ہے جس سے حج کا وہ رنگ اور تیز ہو جائے۔ چنانچہ آیت میں ہے:

(۸) ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی کہ میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔ آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجئے۔'' (سورۃ ابراہیم مختصراً)

ف: اس دُعا کا وہ اثر آنکھوں سے نظر آتا ہے جس کو ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے۔

(۹) کوئی مؤمن ایسا نہیں جس کا دل کعبہ کی محبت میں پھنسا ہوا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہہ دیتے کہ لوگوں کے قلوب تو یہود و نصاریٰ کی وہاں بھیڑ ہو جاتی لیکن انہوں نے اہل ایمان کو خاص کر دیا کہ کچھ لوگوں کے قلوب کہہ دیا (عین در منثور) اور حدیث میں ہے۔ چنانچہ

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے) فرمایا تو کیسا کچھ ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا کچھ محبوب ہے اور اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا۔'' (عین مشکوٰۃ از ترمذی)

ف: اور جب ہر مؤمن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شہر مکہ معظمہ سے ضرور محبت ہوگی تو مکہ سے محبت دو پیغمبروں کی دعا کا اثر ہوا۔ یہ تو حج کی اور مقام کی دینی فضیلت تھی جو کہ اصلی فضیلت ہے اور بعض دنیاوی منفعتیں بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہیں۔ گو حج میں ان کی نیت نہ ہونا چاہیے مگر وہ خود حاصل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آگے دو آیتوں میں اس طرف اشارہ ہے۔

(۱۱) ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے خدائے تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مقام ہے لوگوں (کی مصلحت) قائم رہنے کا سبب قرار دیا۔ الخ'' (مائدہ)

ف: مصلحت عام لفظ ہے، سو کعبہ کی دینی مصلحتیں تو ظاہر ہیں اور دنیوی مصلحتیں بعضی یہ ہیں اس کا جائے امن ہونا، وہاں پر ہر سال مجمع ہونا جس میں مالی ترقی اور قومی اتحاد بہت سہولت سے میسر ہو سکتا ہے اور اس کے بقاء تک عالم کا باقی رہنا حتیٰ کہ کفار جب اس کو منہدم کر دیں گے قریب ہی قیامت آجائے گی۔ جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیان القرآن بحاصلہ)

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے (حج کیلئے لوگوں کے آنے کی حکمت میں یہ) ارشاد فرمایا تا کہ اپنے

(دینی و دنیوی) فوائد کے لیے آموجود ہوں۔ (مثلاً) آخرت کے منافع یہ ہیں حج و ثواب و رضائے حق اور دنیوی فوائد یہ ہیں۔قربانی کا گوشت کھانا تجارت و مثل ذالک۔ چنانچہ

(۱۳) حضرت ابن ابی حاتم نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (کذافی روح بیان القرآن) اور حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو کہ سنت مؤکدہ ہے جس کی حقیقت حج ہی کے بعضے عاشقانہ افعال ہیں۔اسی لیے اس کا لقب حج اصغر ہے۔ چنانچہ

(۱۴) حضرت عبداللہ بن شداد اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (عین در منثور عن ابی شیبۃ) مگر یہ حج کے زمانے میں بھی ہوتا ہے جس سے دو عبادتیں ایک شان کی جمع ہو جاتی ہیں اور دوسرے زمانے میں بھی ہوتا ہے یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا۔ آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے۔

(۱۵) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور (جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس) حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے پورا پورا ادا کرو (کہ افعال و شرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی خالص ثواب کی ہو)۔ (بیان القرآن)

ف: فرض حج نہ کرنے میں کتنی سخت دھمکی ہے۔

(۱۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔'' (عین مشکوٰۃ از ابوداؤد و ترمذی)

(۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت فرماتا ہے۔'' (عن مشکوٰۃ از ابن ماجہ)

(۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا' پھر وہ راستے ہی میں (ان کاموں کے کرنے سے پہلے) مرگیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھے گا۔'' (عین مشکوٰۃ از بیہقی) اور حج کے متعلق ایک تیسرا عمل اور بھی ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریفہ کی زیارت جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے اور جس طرح حج میں عشق الٰہی کی شان تھی اس زیارت میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور جب حج سے عشق الٰہی میں ترقی ہوئی اور زیارت سے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جس کے دل میں اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا؟ اس شان عشقی کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے۔

(۲۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرے۔'' (عین مشکوٰۃ از بیہقی)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں زیارتوں کو برابر فرمایا اور جب کسی خاص بات کی تخصیص نہیں تو ہر اثر میں برابر ہوں گی اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تو کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق قلب میں پیدا ہوتا تو وفات کے بعد زیارت کرنے کا بھی وہی اثر ہوگا اور حدیث تو اس دعوے کی تائید کے لیے لکھ دی ورنہ اس زیارت کا یہ اثر ترقی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کھلم کھلا آنکھوں سے نظر آتا ہے اور جس طرح حج کے مقام یعنی مکہ معظمہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اسی طرح اس زیارت کے مقام یعنی مدینہ منورہ میں محبت کی شان رکھی گئی ہے۔ چنانچہ

(۲۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث) میں روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انہوں نے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) تجھ سے مکہ کے لیے دُعا کی ہے اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے دُعا کرتا ہوں وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی۔ الخ'' (مشکوٰۃ از مسلم)

ف: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے لیے محبوبیت کی دعا فرمائی ہے تو مدینہ منورہ کے لیے دگنی محبوبیت کی دعا ہوگی۔

(۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسے ہم مکہ سے (محبت) کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ الخ'' (مشکوٰۃ از بخاری)

(۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو سواری کو تیز کردیتے مدینہ کی محبت کے سبب۔'' (مشکوٰۃ از بخاری)

ف: محبوب کا محبوب جب محبوب ہوتا ہے تو ضرور سب مسلمانوں کو مدینے سے محبت ہوگی۔

(۲۵) حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو۔ یہ بات تین بار دہرائی۔" (مشکوٰۃ از مالک)

اس میں یہ بھی تقریر ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھی اور حج وزیارت سے محبت کا بڑھ جانا اور خود حج وزیارت کی اور ان مقاموں کی محبت ہر ایمان والے کے دل میں ہونا دلیل کا محتاج نہیں اور اس محبت کا جو اثر دین پر پڑتا ہے اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ پس اے مقدور والے مسلمانو! اس دولت کو نہ چھوڑو۔ (**والروايات ماخوذة من كتب مختلفة وصرح باسمائها عند كل**)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

ذوالقعدہ کے اہم تاریخی واقعات

نمبرشمار	حادثات وواقعات	ذیقعدہ	مطابق
۱	نزول آیت حجاب وحکم پردہ	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۲	غزوہ احزاب یا خندق	۵/۸ھ	۳۱ مارچ ۶۲۷ء
۳	غزوہ حدیبیہ	۱/ ۶ھ	۱۳ مارچ ۶۲۸ء
۴	وفات حضرت سعد ابن خولہ العامری رضی اللہ عنہ	۶/۱ھ	۱۳/مارچ ۶۲۸ء
۵	اہل اسلام کی کفار سے نکاح کی ممانعت	۶/۱ھ	۱۳/مارچ ۶۲۸ء
۶	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمرہ عمرۃ القضا	۷ھ	۱۳ مارچ ۶۲۹ء
۷	نکاح ام المومنین حضرت میمونہ ہمراہ آنحضرت ﷺ	۷ھ	۱۳ مارچ ۶۲۹ء
۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جعرانہ میں آمد	۸/۵ھ	۲۴ فروری ۶۳۰ء
۹	وفد ہوازن کا قبول اسلام	۸/۵ھ	۲۴ فروری ۶۳۰ء
۱۰	عمرہ جعرانہ	۸/۱۸ھ	۹ مارچ ۶۳۰ء
۱۱	وفد صداء کا قبول اسلام	۸/۱۸ھ	۹ مارچ ۶۳۰ء
۱۲	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج - حج اکبر	۹ھ	فروری ۶۳۱ء
۱۳	حجۃ الوداع کیلئے مدینہ منورہ سے روانگی	۱۰/۲۵ھ	۲۲ فروری ۶۳۲ء
۱۴	وفات حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	۱۶ھ	نومبر ۶۳۷ء
۱۵	وفات حضرت علاء ابن حضرمی	۲۱ھ	اکتوبر ۶۴۲ء
۱۶	فتح فارس وخراسان	۲۹ء	جولائی ۶۵۰ء
۱۷	وفات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۳۲ھ	جون ۶۵۳ء
۱۸	وفات حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ	۳۷ھ	اپریل ۶۵۸ء
۱۹	وفات حضرت سہل ابن الاحنف رضی اللہ عنہ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۲۰	یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا	۵۰ھ	نومبر ۶۷۹ء

۲۱	وفات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷ھ	ستمبر ۶۷۷ء
۲۲	وفات حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ	۷۲ھ	مارچ ۶۹۲ء
۲۳	وفات قاضی ابوشبرمہ	۱۴۲ھ	فروری ۷۶۰ء
۲۴	وفات امام کسائی راوی قرأت	۱۸۹ھ	ستمبر ۸۰۵ء
۲۵	وفات حضرت معروف کرخیؒ	۲۰۰ھ	جون ۸۱۶ء
۲۶	وفات حضرت ذی النون مصری رحمہ اللہ	۲۴۵ھ	جنوری ۸۶۰ء
۲۷	وفات امام دارمی صاحب مسند دارمی	۲۵۵ھ	اکتوبر ۸۶۹ء
۲۸	وفات امام ابوبکر بن خزیمہ اسلمی	۳۱۱/۲ھ	فروری ۹۲۴ء
۲۹	قرامطیوں نے مکہ میں قتل عام کیا اور حجر اسود لے گئے	۳۱۷ھ	دسمبر ۹۲۹ء
۳۰	وفات امام دارقطنیؒ	۳۸۵ھ	نومبر ۹۹۵ء
۳۱	مدرسہ نظامیہ کی بغداد میں ابتداء	۴۵۹ھ	ستمبر ۱۰۶۷ء
۳۲	وفات شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	۷۲۸/۲۸ھ	ستمبر ۱۳۲۸ء
۳۳	وفات علامہ ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ	دسمبر ۱۳۵۰ء
۳۴	وفات حضرت بہاء الدین نقشبند	۸۵۷ھ	نومبر ۱۴۵۳ء
۳۵	وفات اورنگزیب عالمگیر شاہ	۱۱۱۸/۲۸ھ	۲۱ فروری ۱۷۰۷ء
۳۶	قتل سراج الدولہ بنگال	۱۱۷۰ھ	جولائی ۱۷۵۷ء
۳۷	قتل ٹیپو سلطان شہید	۱۲۱۳ھ	۲۸ اپریل ۱۷۹۹ء
۳۸	معرکہ بالاکوٹ وشہادت سید احمد شہید وشاہ اسماعیل شہید	۱۲۴۶/۲۴ھ	۶ مئی ۱۸۸۱ء
۳۹	پیدائش علامہ محمد اقبال شاعر مشرق	۱۲۹۴ء	نومبر ۱۸۷۷ء
۴۰	وفات مرزا غالب دہلوی	۱۲۸۵ھ	فروری ۱۸۶۹ء
۴۱	وفات مولانا رحمت اللہ کیرانوی	۱۳۰۸ھ	جون ۱۸۹۱ء
۴۲	وفات محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری	۱۳۹۷/۳ھ	۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد۲، اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

ذوالحجہ

مع ذوالحجہ کے اہم تاریخی واقعات پر ایک نظر

پہلا خطبہ

خطبہ عیدالاضحیٰ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا کوئی عمل بقرعید کے دن خدا تعالیٰ کو (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں اور بے شک خون (قربانی کا) زمین پر گرنے سے پیشتر ہی جناب الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ پس خوش کرو اس (قربانی) کے ساتھ اپنا دل۔'' (ترمذی ابن ماجہ)

حدیث ۲- ''اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے رسول خدا! قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا اور ہم ایک بکری وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں مگر اسی پر ہم کو ان کا پیروکار قرار دیا گیا) عرض کیا پس ہمارے لیے ان میں کیا ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے عرض کیا (بھیڑ وغیرہ کی) اُون میں کیا ملتا ہے؟ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اون میں بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔'' (احمد وابن ماجہ)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے وسعت پائی قربانی کرنے کی (یعنی صاحب نصاب ہو اور) پھر بھی قربانی نہیں کی پس وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے (کس قدر دھمکی ہے قربانی نہ کرنے والے کے واسطے)۔'' (**عین ترغیب عن الحاکم مرفوعاً مع التصحیح و موقوفاً ولعلالشبہ وھو مع ذالک مرفوع حکما**)

حدیث ۴- ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربانی بقرعید سے دو دن بعد تک بھی جائز ہے۔''

حدیث ۵- ''اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔'' (مالکؒ)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت

پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا جاتا ہے تم اس بات پر اللہ کی تعریف بیان کیا کرو کہ اس نے تم کو (قربانی وغیرہ) کی توفیق دی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

اضافہ: (الف): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اے فاطمہؓ! اپنی قربانی کی طرف اُٹھ، پس اس کے پاس حاضر ہو کیوں کہ تیرے لیے (اس کا عوض) یہ ہے کہ اس کے خون سے جو اول قطرہ ٹپکے اس کے بدلے تیرے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاویں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ بات خاص ہم اہل بیت کے واسطے ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے؟ (عین ترغیب عن البز ار وابی الشیخ)

ف: اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر وہاں غیر محرم ہو تو پھر پردہ ضروری ہے۔

(ب): "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قربانی کی دل کی خوشی کیساتھ طلب ثواب کیلئے وہ قربانی اسکے واسطے (دوزخ) کی آگ سے آڑ ہوگی۔" (عین ترغیب عن کبیر الطبرانی)

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو، عزیزو! آج پورے ملک میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں قربانیاں کی جارہی ہیں۔ آج ہی کے دن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری تھی، خطاب اس دن سے پایا اسماعیل نے ذبیح اللہ۔ اس لیے آج قربانی کے سلسلہ میں کچھ عرض کروں گا۔

قربانی کی حقیقت

شرعی اصطلاح میں ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو گائے، بکری، اونٹ وغیرہ کا حصول رضائے الٰہی کے لیے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مَنْ عَمِلَ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ.

(رواه ابن ماجه والترمذی والحاکم عن عائشة رضی اللّٰه عنها)

"یعنی قربانی کے دن میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں۔"

قربانی کا عقیدہ

چونکہ قرآن پاک میں قربانی کرنے کا حکم واضح طور پر موجود ہے۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صلحاء اُمت کا عمل اس پر تواتر سے شاہد و بین ہے اس لیے ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قربانی ہر صاحب وسعت اُمتی پر واجب اور لازمی ہے بغیر اس عقیدہ کے دائرہ اسلام میں رہنا ناممکن ہے اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قربانی ضروری ہے مگر باوجود استطاعت کے اس کو نہ کرتا ہو تو اس شخص کی نجات ہو جائے گی مگر جو شخص ایسا ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قربانی اسراف مال اور بے کار فعل ہے پھر اگر چہ اس عقیدہ کے ساتھ وہ قربانی ہمیشہ کرتا رہے مگر اس خرابی عقیدہ کی بناء پر ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا کیونکہ عقیدہ ہی وہ چیز ہے جس کی درستی ہی سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ (قربانی کی اہمیت ص ۱ ص ۳)

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُنَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْم عَلَيْهِ السَّلَامُ

"یعنی تمہارے (نسبتی یا روحانی) باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔" (رواہ الحاکم)

اور ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیا تھا جسکی وجہ سے قربانی سنت ابراہیم ہوئی کہ آپ نے بامر الٰہی اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا عزم مصمم کرلیا تھا۔ جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ط (وَالصّٰٓفّٰت آیت نمبر ۱۰۲)

"پس جب وہ ایسی عمر کو پہنچے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟"

باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا پختہ تھا مگر پھر بھی یوں نہیں فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے تجھ کو ذبح کے لیے لایا ہوں بلکہ جو مضمون طبعاً

سخت اور خوف میں ڈالنے والا تھا کس سہل عنوان سے بیان فرمایا کہ اے بیٹے میں نے یہ خواب دیکھا ہے بولو تمہاری کیا رائے ہے؟ گویا ان سے مشورہ لیا اور تعبیر پوچھی؟ سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا عجیب اور سہل طریقہ ہے کہ مخاطب پر بالکل بوجھ نہیں ڈالتے بلکہ ان سے سوال کیا اور مقصود یہ تھا کہ اگر بچپن کی وجہ سے ذبح سے گھبرائیں تو انہیں سمجھا دیں گے مگر وہ تو انہیں کے فرزند ار جمند تھے۔

شاباش آں صدف کہ چناں پروزد گہر آبا ازدا و مکرم و ابناء عزیز تر

فوراً بلا تامل عرض کیا: قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ o ''یعنی اے ابا جان جو آپ کو حکم ہوا آپ کیجئے' ان شاء اللہ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی درخواست پر ان کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور چھری تیز کر دی تا کہ زیادہ نہ تڑپیں۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ o سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ o كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ o (والصفت آیت ۱۰۳ '۱۱۱)

''غرض جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم علیہ السلام تم نے خواب کو خوب سچا کر دکھایا۔ وہ وقت بھی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی کہ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں' بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔''

غرض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب ذبح ولد کا حکم ہوا تو انہوں نے فوراً ارادہ بھی مصمم کر لیا اور اس فعل ذبح کو بھی کر ڈالا کیونکہ ذبح کے معنی ہیں چھری کا گلے پر پھیرنا اور یہ فعل حضرات ابراہیم علیہ السلام سے بدرجہ اتم صادر ہوا اور مستحق اجر عظیم ہوئے۔ (سنت ابراہیم علیہ السلام ص ۱۴)

کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے چھری نہیں چلی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا پورا زور لگاتے رہے اور چھری سے خطاب بھی فرماتے رہے کہ جب میں اور میرا بیٹا حق تعالیٰ شانہ کے امر پر سر تسلیم خم کیے

ہوئے ہیں تو تو کیوں آڑی ہوئی ہے۔ اس وقت چھری نے کہا کہ مجھے بھی اسی ذات باری نے حکم دیا ہے کہ بال برابر خراش نہ آنے دینا اور میں حق تعالیٰ شانہ کے حکم کے سامنے آپ کا حکم نہیں مان سکتی۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند　　　با من و تو مُردہ باحق زندہ

اس پر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت ہی عظیم قربانی دی کہ بہت سی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد بڑھاپے میں بیٹا عطا ہوا' اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے ذبح کرنے لگے۔

چنانچہ ہر صاحب حس سمجھتا ہے خصوصاً جو کسی کا باپ بن چکا ہو وہ جانتا ہے کہ باپ کو اپنی موت اور اپنی کلفت بیٹے کی موت اور کلفت سے سہل ہو جاتی ہے۔ اولاد کی حفاظت کے لیے انسان اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اپنا قتل تو ایک ساعت کی کلفت ہے اور ذبح ولد عمر بھر کے لیے سانحہ جان کا ہے۔ (تکمیل الانعام فی صورۃ ذبح الانعام ص ۳۰)

ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے سے انسان کو کس قدر محبت ہوتی ہے کہ بیٹے کے ساتھ اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اپنے لیے جو کمال انسان کو محبوب ہوتا ہے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو ہو لیکن بیٹے کے لیے چاہتا ہے کہ ہر کمال میں مجھ سے بڑھ جائے۔ ان مقدمات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے اس کا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا۔ (ترغیب الاضحیہ ص ۹)

قربانی کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذبح ولد کے برابر ثواب ملے گا

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضحیہ کو سنت ابراہیم علیہ السلام فرمایا ہے حالانکہ جو عمل ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ اور ہے اور تضحیہ دوسرا عمل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا عمل ذبح ولد ہے اور تضحیہ ذبح حیوان پھر اضحیہ سنت ابراہیمی کیسے ہوئی تو یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہم کو اضحیہ میں اسی قدر ثواب ملے جس قدر ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دو عملوں کی غایت کی اتحاد کی وجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا۔ گو عمل متغایر ہوں گویا یہ فرمایا اے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جانور کے ذبح میں وہی اجر ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد میں ملا تھا۔ دیکھئے کہ کس قدر فضیلت اضحیہ کی اس حدیث سے معلوم ہوئی۔

اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لطف و کرم ہے۔ (ترغیب الاضحیہ ص ۶۰)

قربانی کرنا ذبح ولد کے قائم مقام ہے

قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنبہ ذبح کیا تھا تو اور بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل فعل تو ذبح ولد تھا اور دنبہ کا ذبح ان کا فعل نہ تھا بلکہ یہ تو بغیر ان کے ارادہ کے غیب سے فدیہ اسماعیل علیہ السلام بنایا گیا۔ پس "سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْم" سے وہی فعل مراد لینا چاہیے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل فعل تھا اور دنبہ بطور فدیہ کے ذبح ہوا۔ "وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ" اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔

میں لفظ فدینا اس پر صراحۃً دال ہے تو حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا پھر حق تعالیٰ نے دنبہ کو فدیہ ولد بنا دیا۔ پس معلوم ہوا قربانی کا جانور ذبح کرنا قائم مقام ذبح ولد کے ہے۔ (تکمیل الانعام ص ۱۸' السوال فی الشوال ص ۱۶)

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ" یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں تو اس وجہ دلالت کی بناء پر جو سنت ابراہیم کے متعلق اوپر مذکور ہوئی۔ حق تعالیٰ کے ساتھ یہ گمان پختہ ہے کہ ان شاء اللہ قربانی کے جانور میں ہم کو وہی ثواب ملے گا جو ذبح ولد میں ملتا۔ اب تو کوئی اشکال نہ رہا۔ (السوال فی الشوال ص ۱۶)

قربانی شعائر اللہ میں سے ہے

شعائر وہ امور ہیں جن سے شان و شوکت اسلام کی ظاہر ہوتی ہے تو جیسے حج و سعی طواف وغیرہ شعائر میں سے ہیں ایسے ہی قربانی شعائر میں سے ہے کیونکہ ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ ان سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان میں شان تعبدی زیادہ ہے اور عقل کو ان میں دخل کم ہے اور ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو موجب اطاعت زائدہ و علامت عبدیت کاملہ ہے اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہوگا حق تعالیٰ شانہ کی عظمت کا انکشاف زائد ہوگا اور دوسروں پر بھی یہی شوکت اسلام ہے۔ پس "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" (الحج' آیت ۳۲)

(جو شخص دین خداوندی کی ان یادگاروں کا خیال رکھے گا تو ان کا یہ خیال رکھنا خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے) میں تعظیم اضحیہ کا بھی امر ہے۔ خصوصاً جب اس کے ساتھ یہ آیت متصل ہے۔ ”وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ“ (الحج آیت نمبر۳۶) (اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو تمہارے لیے ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں) اور قربانی کی تعظیم دو طرح ہے۔ صورۃ بھی معنیً بھی معنوی تعظیم تو یہ ہے کہ اس میں اخلاص کا اہتمام کیا جائے اور تعظیم صوری یہ ہے کہ قربانی کا جانور بہت اچھا اور عمدہ ہو اسی لیے بعض مفسرین نے ”وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ“ کی تفسیر حدیث ”سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ“ (یعنی اپنی قربانی میں جانور فربہ کیا کرو) سے کی ہے کہ تعظیم شعائر اللہ یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کر کے ذبح کیا جائے لیکن یہ مطلب نہیں کہ تعظیم شعائر اللہ کا اسی میں انحصار ہے۔ (السوال فی الشوال ص۵)

قربانی میں ایسی گائے تو پیش کرے جیسی حاکم ضلع کے لیے پیش کیا کرتے ہیں۔ ایسی گائے (یا قربانی کا جانور) اپنی جان کا عوض ہوسکتی ہے۔ غرض قربانی کا جانور کم از کم ایسا تو ہو جس کے ذبح کرنے سے دل پر چوٹ لگے یعنی پال پوس کر قربانی کے لیے تیار کیا ہو۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ایک مرتبہ قربانی کے لیے گائے پالی تھی جس کو سال بھر تک دانہ کھلایا اور عصر کے بعد اپنے ساتھ جنگل لے جاتے اور خوب دوڑاتے تا کہ بدن خوب کھلے اور فربہ ہو اور بقر عید کے دن جب اسے ذبح کیا تو مولانا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ مسلمانوں کی رحم دلی کی مثال ہے۔ شاید کسی کو اس سے یہ شبہ ہو کہ جب ذبح سے رنج ہوا تو ثواب کم ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ رنج کی دو قسمیں ہیں ایک رنج طبعی جیسے اولاد وغیرہ کے مرنے پر جو طبعی رنج ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ ہاں عقلی رنج بے شک ثواب کو کم کرتا ہے مگر وہ عشاق میں نہیں ہوتا۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(السوال فی الشوال ص۲۰)

قربانی خلاف رحم نہیں

اللہ تعالیٰ نے جب جانور بنائے اور ان کے حقوق ثابت کیے اور پھر بھی قربانی کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ قربانی خلاف رحم نہیں اور غالب خاصیت عادۃً رحم کی یہی ہے کہ اگر کوئی عارض قوی نہ ہو تو تکلیف سے بچاتے ہیں تو اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ بظن غالب جانوروں کو ذبح

ہوتے ہوئے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنا زعم کیا جاتا ہے یعنی طبعی موت سے کم ہوتی ہے اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اتنی کم ہوتی ہو کہ مثل نہ ہونے کے ہو کیونکہ عاشق کے لیے بڑی خوش نصیبی ہے کہ محبوب کے سامنے گردن جھکائے اور اس کے نام پر قربان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے محبت ہر چیز کو ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ محبوبان خدا سے ہر شے کو محبت ہوتی ہے ان مقدمات پر نظر کر کے تو یہ کہا جائے گا کہ ذبح کے وقت قربانی کے جانور کا یہ حال ہوگا:

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے　　کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس وقت جانور کو یہ معلوم ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح ہوتا ہوں تو خوشی میں مست ہو جاتا ہے یہی نکتہ ہے اس میں کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے کہ اس سے جانور مست ہو جاتا ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ (سنت ابراہیم ص ۲۲)

قربانی کی اصل روح نذر الی اللہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کا خون بہانا ارشاد فرمایا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی اصل روح نذر الی اللہ ہے کیونکہ اس میں کھانے تک کا بھی ذکر نہیں اس سے ان ملحدوں کا منہ بند کر دیا گیا کہ اس قدر جانوروں کے ذبح میں فضول رقم ضائع کی جاتی ہے یہ رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص بادشاہ وقت کے سامنے دس لاکھ روپے نذرانہ پیش کرے تو وہاں کوئی نہیں کہتا کہ یہ رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرے۔ افسوس! خدا کے سامنے کوئی نذر پیش کرے تو اس کی رقم کو فضول ضائع کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آج کل مسلمانوں میں عقل کی کمی ہے اس لیے وہ شریعت کے احکام پر اشکال کرتے ہیں تو اس کا بڑا سبب خدا تعالیٰ سے تعلق کی کمی ہے اگر ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا تو ان کی عقلیں درست ہو جاتیں۔ ان لوگوں کو رقم ضائع کرنے کا شبہ اس سے ہوا کہ انہوں نے قربانی کی غرض گوشت کھانا سمجھا حالانکہ اس کی یہ غرض نہیں بلکہ اس کی غایت خدا تعالیٰ کے نام پر جان فدا کرنا ہے کیونکہ قربانی کی روح نذر ہے اگر کوئی شخص ایک ہزار بکرے بھی ذبح کرے تو شریعت اس کو منع نہیں کرتی۔ (السوال فی الشوال ص ۲۶۲۵)

قربانی کی صورت اور اس کی روح

قربانی کی ایک تو صورت یہ ہے یعنی اراقت دم (خون بہانا) گوشت خیرات کرنے کا نام قربانی نہیں گوشت تو تم چاہے سارا کھالو ذرا سا بھی خیرات نہ کرو تو بھی قربانی میں کچھ نقص نہیں

آتا۔ یہ اس کا ظاہر ہے اور اس کی روح اور باطن وہ مجاہدہ اور نفس کشی ہے کیونکہ یہ شخص مال خرچ کر کے جانور خرید تا ہے اور نفس کو اپنی چیز کا ہلاک کرنا گراں ہے تو یہ اپنے نفس کے داعیہ کو دباتا ہے اور اس کے محبوب کو فنا کر کے اس پر زخم لگاتا ہے۔ یہی مجاہدہ ہے اور اس درجہ نام اصطلاح میں فنا ہے۔ اس کے آگے ایک اور درجہ ہے وہ یہ کہ قربانی سے مقصود رضائے حق ہے یہ شخص اپنے مال کو فنا کر کے رضائے حق کا طالب ہے ثواب کا قصد کرتا ہے اس کا نام اصطلاح میں بقاء ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے نفس میں جو اضمحلال ہوا اور زخم لگا تھا وہ حصول ثواب اور تصور رضائے حق سے مندمل ہو جاتا ہے۔ قربانی کرتے ہوئے جو قلب کو صدمہ اور کلفت ہوئی تھی وہ اب مبدل بسرور و راحت ہو جاتی ہے۔ پس یہ حالت اس حالت کے مقابلہ میں بقاء کے مشابہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قربانی کی فنا و بقاء ہے۔ (العمرۃ بذبح البقرہ ص ۱۸۴) قربانی کی حقیقت اور روح فناء نفس ہے جس کے معنی ہیں نفس کی مخالفت کرنا کیونکہ فناء نفس زہر کھا لینے کا نام تو نہیں۔ (سنت ابراہیم ص ۱۸۵)

قربانی ایک عجیب و غریب مالی عبادت

قربانی کے جانور خریدنے کے لیے رقم خرچ کرنا پڑتی ہے اس لیے یہ مالی عبادت ہوئی اگر انسان سوچے تو یوں حقیقت ہے کہ مال جانور سب حق تعالیٰ نے ہی اپنے فضل و کرم سے ہمیں عطا فرمائے ہیں اگر ان کے حکم پر ہم نے قربان کر دیئے تو کیا کمال کیا۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

مگر ان کا یہ بے پایاں لطف و کرم ہے کہ ان کی قربانی پر بے انتہا ثواب عظیم عطا فرماتے ہیں۔

یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں وہی ذبح کرے اور وہی لے ثواب اُلٹا

انفاقات مالیہ جس قدر ہیں جب تک ملک سے علیحدہ نہ کرو، اس وقت تک ادا نہیں ہوتے اور ثواب نہیں ملتا لیکن قربانی کے گوشت کی ایک بوٹی بھی کسی کو نہ دو، سب ہی خود کھا لو تب بھی کچھ فرق نہیں آتا۔ یہ عجیب انفاق مالی ہے کہ وہ شئی تمہارے ہی پاس رہے اور پھر عبادت ادا ہو گئی۔ اس سے ایک اور لطیفہ ذہن میں آیا کہ اور انفاقیات مالیہ میں تو چونکہ مال ملک سے نکلتا ہے اور نفس کو معلوم ہوتا ہے کہ تیرے پاس سے یہ شے جائے گی اس لیے ممکن ہے کہ نفس حیلہ کرے اور اس عبادت سے محروم رہے لیکن قربانی میں نفس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذبح ہو کر وہ جانور میرے ہی ملک رہے گا اور میں ہی اس سے منتفع ہوں گا تو اس کے ادا کرنے

میں حیلے بہانے نہ کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو یہ عمل بہت ہی محبوب و مرغوب ہے کہ اس کے اندر اس قدر سہولتیں رکھی ہیں۔ (الضحایا ص ۳۲)

قربانی کا آخرت میں ایک عظیم ثمرہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اپنی قربانیوں کو (کھلا پلا کر) خوب قوی کیا کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی (کنز العمال عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عالموں نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گی اور اگر کئی جانور قربان کیے ہوں تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جائے گی یا ایک ایک منزل میں ایک ایک جانور پر سواری کریں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا آسان ہوگا گویا کہ خود ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے۔ (حیات المسلمین) ایک شخص تھے کہ ایام قربانی میں جانور ذبح نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی قیمت خیرات کر دیا کرتے تھے۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ میدان قیامت برپا ہے اور پل صراط قائم ہے اور دوسرے کنارے پر جنت ہے۔ بہت لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر پل صراط کو طے کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہوتے اور یہ شخص حیران اور پریشان کھڑا ہے کہ میں کس طرح گزروں نہ میرے پاس سواری ہے اور نہ کوئی حیلہ اور یہ شخص بھی سوچ رہا تھا کہ یہ سواریاں لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہیں اور کون دیتا ہے اچانک آواز آئی کہ یہ سواریاں ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے لیے تیار کی تھیں یعنی یہ سواریاں قربانی کے جانور ہیں چونکہ تم قربانی نہیں کرتے ہو لہٰذا تم سواری سے محروم ہو۔ جب آنکھ کھلی بہت متاثر ہوئے اور قربانی نہ کرنے سے توبہ کی اور قربانی کرنے لگے۔ (سنت ابراہیم ص ۲۶،۲۵)

قربانی صاحب وسعت مسلمان پر دنیا کے ہر مقام پر واجب ہے

بعض لوگ یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ قربانی صرف مکہ میں حجاج کے لیے ضروری ہے۔ دوسری جگہ پر اس کی ضرورت نہیں۔ جواباً تحریر ہے کہ ہجرت کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس مدینہ میں رہے اور دسوں سال قربانی کرتے رہے۔ (رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ) نیز حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام عرفات ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَةٌ. (ترمذی ج ۱ ص ۲۷۹)

"اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ضروری ہے۔"

قربانی کا وجوب

قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد وغیرہ قربانی کے معاملہ میں اس پر سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ مالیت مذکورہ کا مالک ایام قربانی میں بن گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا (رواہ الحاکم عن ابی ہریرہ)

"یعنی جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"

ف: اس سے کس قدر ناراضگی ٹپکتی ہے کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سہار سکتا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ حلقوم از عبداللہ بود

اور یہ ناراضی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لیے نہیں۔ (حیات المسلمین)

قربانی میں اطاعت مقصودہ اراقہ دم ہے

قربانی میں طاعت مقصودہ اراقہ دم ہے یا مساکین کو کھلانا، سو یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کر کے سارا گوشت خود کھا جائے تب بھی اس کو پورا ثواب ملے گا اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اراقہ دم (یعنی خون بہانا) ہے۔ (قطع التمنیٰ ص ۱۴)

اب دعائے توفیق عمل کے ساتھ نماز عید کی نیت سن لیجئے۔ دو رکعت نماز عیدالاضحیٰ واجب مع زائد چھ تکبیریں واجبہ کے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر تین تکبیریں کہی جائیں گی۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ امام جہر سے قرأت کرے گا اسے غور سے سنیں۔ دوسری رکعت میں بھی پہلے قرأت کرے گا اسے بغور سنیں۔ پہلی تین تکبیروں کے بعد دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اُٹھا کر اسے چھوڑ دیں۔ چوتھی تکبیر

کے بعد رکوع میں جائیں۔ سلام کے بعد دو خطبے پڑھے جائیں گے۔ ان کا سننا واجب ہے پھر دعا مانگنے کے بعد گھروں کو جائیں کیونکہ اجتماعات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

احکام قربانی

ہر مرد و عورت مسلمان مقیم جس کے پاس بقدر نصاب چاندی یا سونا یا اتنی ہی مالیت کا اسباب ضروری روزمرہ کی حاجت سے زائد ہو اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے' اونٹ' بکرا' دُنبہ' بھیڑ' گائے' بھینس نر ہو یا مادہ سب درست ہے۔ گائے بھینس دو برس سے کم نہ ہو اور بکری ایک برس سے کم کی نہ ہو اور دُنبہ چھ مہینہ کا بھی درست ہے جبکہ خوب فربہ ہو اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ اونٹ' گائے' بھینس میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں مگر کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو' جانور قربانی کا بے عیب ہو' لنگڑا' اندھا' کانا اور بہت لاغر اور کوئی عضو تہائی سے زائد کٹا نہ ہو' خصّی (یعنی بدھیا کی) اور جس کے سینگ نکلے ہی نہ ہوں قربانی درست ہے اور پوپلی جس کے دانت نہ رہے ہوں اور بوچی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں۔ دسویں تاریخ بعد نماز عید سے بارہویں کی غروب سے پہلے پہلے وقت ہے اور دیہاتی کو ردہ کے باشندوں کو جائز ہے کہ قبل نماز عید ذبح کرلیں' بعد اس کے نماز کے لیے جائیں' اگر قربانی شرکت میں کریں تو محض اندازے سے گوشت تقسیم کرنا جائز نہیں' تول کر پورا' پورا بانٹیں' کسی طرف ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہاں جس حصے میں کلے پائے بھی ہوں' اس میں کمی چاہے جتنی ہو جائز ہے' بہتر ہے کہ کم تہائی گوشت خیرات کرے قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی رسی جھول سب تصدق کر دینا افضل ہے' کھال کا بیچنا اپنے خرچ میں لانے کے لیے درست نہیں' ہاں اگر قیمت خیرات کرنے کے لیے بیچے تو خیر' قربانی کے ذبح کے وقت دعا پڑھنا ایسا ضروری نہیں کہ بدون اس کے قربانی ہی نہ ہو۔ جس کو یاد نہ ہو۔ بسم اللہ' اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرلے۔

اور بھیڑ میں اختلاف ہے کہ بکری کے حکم میں ہے یا دُنبہ کے ۱۲

اور مستحب ہے کہ ذبح سے پہلے یہ آیتیں پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرَ کہہ کر ذبح کرے پھر بعد ذبح یہ کہے: اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ ...... اس جگہ جس کی طرف قربانی کی جائے اسکا نام لے۔ (عین کنز العمال الاضاحی من کتاب الحج عن علیؓ روایۃ ابی الدنیا (۴۸۷۲ ۱۲۸۷) (منہ)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دوسرا خطبہ

احکام ذوالحجہ

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ۱- "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی دن عشرہ ذی الحجہ کے سوا ایسا نہیں کہ ان میں عبادت کرنا خدائے تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو۔ ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ (دسویں کو روزہ رکھنا حرام ہے پس یہ فضیلت نو دنوں کے لیے ہے) اوران کی ہر رات کا جاگنا شب قدر کے برابر ہے۔" (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۲- "اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اُمید کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سے کہ عرفہ کا روزہ کفارہ ہو جاتا ہے' ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا۔" (مسلم)

حدیث ۳- "اور روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکبیر پڑھا کرتے تھے عرفہ کی فجر سے یوم نحر کی عصر تک (ہر نماز کے بعد با آواز بلند) فرمایا کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے اخیر دن (یعنی تیرہویں) کی عصر تک (ہر نماز کے بعد) تکبیر پڑھا کرتے تھے۔" (ہر دو عین ترغیب عن ابی بکر بن ابی شیبہ مع تصحیح السندین)

ف: چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے اس واسطے حنفیہ کا عمل اسی پر ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی نفی نہیں کی۔ لہٰذا ان کے خلاف بھی نہیں ہوا۔

آیت مبارکہ: "اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور طاق کی اور جفت کی۔"

ف: درِ منثور میں متعدد سندوں سے روایت درج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت میں لیال عشر سے عشرہ ذی الحجہ مراد ہے اور وتر (طاق) سے عرفہ کا

دن اور شفع (جفت) سے قربانی کا دن (یعنی دسویں تاریخ) مراد ہے اور عیدین کی رات میں شب بیداری کی روایت رمضان کے اخیر خطبہ میں گزر چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

اضافہ: (الف): ونیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ب): ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (عین ترغیب عن ابی یعلی)

(ج): ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک افضل ہے اس عشرہ (ذی الحجہ) سے اور نہ کسی میں عمل کرنا' ان میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس (خصوصیت سے) کثرت رکھو ان میں۔ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" کی کیونکہ یہ تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔ (عین الدر المنثور عن البیہقی)

آج خطبہ جمعہ میں احکام ماہ ذوالحجہ بیان کرنا ہے اس ماہ کی دس ذوالحجہ کو تمام عالم اسلام میں عیدالاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ ہر صاحب نصاب مسلمان پر اس دن یا اس کے بعد گیارہ' بارہ ذوالحجہ قربانی کرنا واجب ہے اس لیے پہلے میں قربانی کے فضائل کا بیان شروع کرتا ہوں تا کہ آپ حضرات ابھی سے قربانی کی تیاری یا جانور وغیرہ خریدنا شروع کر دیں۔ یہ اس ماہ مبارک کا اہم فریضہ ہے۔

قربانی کرنا جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی کرنا واجب ہے اور جس پر قربانی واجب نہ ہو' اگر وہ بھی کرے یا اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی کرے تو اس کو بھی بہت ثواب ملتا ہے اور اگر کسی مرے ہوئے کی طرف سے کرے تو اس مرے ہوئے کو بھی بہت ثواب ملتا ہے۔ اب اس کے متعلق آیتیں اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر (یعنی گائے' اونٹ' بکری' بھیڑ پر) اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے (اور یہ وہ جانور ہیں جن کا ذکر دوسری آیت میں مع ان کے کھانے کے حلال ہونے کے اس طرح آیا ہے کہ) آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم' یعنی نر و مادہ اور بھیڑ میں دنبہ بھی آ گیا اور بکری میں وہی دو قسم اور اونٹ میں وہی دو قسم اور گائے میں وہی دو قسم اور گائے میں بھینس بھی آ گئی (سورہ انعام) (پھر ارشاد ہے) اور قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ

(کے دین) کی یادگار بنایا ہے (کہ ان کی قربانی سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور دین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے اور اس حکمت کے علاوہ) ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں۔ (مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اخروی فائدہ ثواب) پھر ارشاد فرمایا: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ (اور اخلاص) پہنچتا ہے۔ (پھر ارشاد ہوتا ہے) اور اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ (حج)

ف: (۱) اس سے معلوم ہوا کہ قربانی پہلی اُمتوں پر بھی تھی۔

ف: (۲) اگرچہ بکری بھیڑ بھی قربانی کے جانور ہیں اور اس لیے وہ بھی دین کی یادگار ہیں مگر آیت میں خاص اونٹ اور گائے کا ذکر فرمانا اس لیے ہے کہ ان کی قربانی بھیڑ بکری کی قربانی سے افضل ہے اور اگر پوری گائے یا اونٹ نہ ہو بلکہ اس کا ساتواں حصہ قربانی میں لے لے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ ساتواں حصہ اور پوری بکری یا بھیڑ قیمت اور گوشت کی مقدار میں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ ہو وہی افضل ہے اور اگر قیمت اور گوشت میں برابر نہ ہوں تو جو زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (شامی از تاتارخانیہ)

ف: (۳) قربانی میں اخلاص یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ کے لیے اور اس سے ثواب لینے کے لیے کرے۔ (۲) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ (کوثر)

ف: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے جب آپ کو اس کی تاکید ہے تو ہم کو کیسے معاف ہوگی جیسے اس کے ساتھ کی چیز ہے یعنی نماز کہ اُمت پر بھی فرض ہے۔

احادیث

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن میں آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھروں کے حاضر ہوگا (یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا) اور (قربانی کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ سو تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔ زیادہ داموں کے خرچ ہو جانے پر جی برا مت کرو۔ (ابن ماجہ و ترمذی و حاکم)

(۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے (نسبی یا روحانی) باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو اس میں کیا ملتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر اون (والا جانور) ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اون کے بدلے بھی ایک نیکی۔ (حاکم)

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہؓ اُٹھ اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہ کیونکہ پہلا قطرہ جو قربانی کا زمین پر گرتا ہے اس کے ساتھ ہی تیرے لیے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی (اور) یاد رکھ کہ (قیامت کے دن) اس (قربانی) کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور تیری میزان (عمل) میں ستر حصے بڑھا کر رکھ دیا جائے گا (اور ان سب کے بدلے نیکیاں دی جاویں گی)۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ (ثواب مذکور) کیا خاص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے؟ کیونکہ وہ اس کے لائق بھی ہیں کہ کسی چیز کے ساتھ خاص کیے جائیں یا آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمانوں کے لیے بھی عام طور ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے (ایک طرح سے) خاص بھی ہے اور سب مسلمانوں کے لیے عام طور بھی ہے۔ (اصبہانی)

ف: ایک طرح سے خاص ہونے کا مطلب ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے فرمایا ہے کہ نیک کام کا ثواب بھی اوروں سے دونا ہے اور گناہ کا عذاب بھی دونا ہے۔ سو قرآن مجید سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے لیے اور اس حدیث سے آپ کی اولاد کے لیے بھی یہ قانون ثابت ہوتا ہے اور اس کی بناء پر زیادہ بزرگی ہے۔

(۶) حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو (اور) اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، وہ قربانی اس شخص کے لیے دوزخ سے آڑ ہو جائے گی۔ (طبرانی کبیر)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے۔ (حاکم)

ف: اس سے کس قدر ناراضی ٹپکتی ہے' کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی سہار کرسکتا ہے؟ اور یہ ناراضی اسی سے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لیے نہیں۔ یہ حدیثیں ترغیب میں ہیں۔

(۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں اپنی بیبیوں کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔ (مسلم)

ف: یہ ضرور نہیں کہ ایک گائے سب بیبیوں کی طرف سے کی ہو بلکہ ممکن ہے کہ سات کے اندر کی ہو اور اونٹ بکری کثرت سے ملتے ہوئے گائے کی قربانی فرمانا' اگر اتفاقی طور پر نہ سمجھا جائے تو ممکن ہے کہ یہود جو بچھڑے کو پوجا کرتے تھے اس شرک کے مٹانے کے لیے آپ نے اس کا اہتمام فرمایا ہو اور بعض روایتوں میں جو گائے کے گوشت کا مرض (یعنی مضر) ہونا آیا ہے وہ شرعی حکم نہیں ہے بطور پرہیز کے ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھجور کھانے سے ممانعت فرمائی۔ چنانچہ حلیمی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجاز خشک ملک ہے اور گائے کا گوشت بھی خشک ہے۔ (مقاصد حسنة فی علیکم وفی لحوم البقر) اور مقاصد والے نے کہا ہے کہ گویا حجاز والوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ معنی پسند کیے گئے ہیں یعنی سب علماء نے اس کو پسند کیا ہے۔

(۹) حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دو دنبے قربانی کیے اور فرمایا ان میں ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ میں نے ان سے (اس کے متعلق) گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا حق ہے اگر ہم ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ایک حصہ کر دیا کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔

(۱۰) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دنبہ کی اپنی طرف سے قربانی کی اور) دوسرے دنبہ کے ذبح میں فرمایا کہ یہ (قربانی) اس کی طرف سے ہے جو میری اُمت میں سے مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی

(موصلی وکبیر واوسط) یہ حدیثیں جمع الفوائد میں ہیں۔

ف: (۱) مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کو ثواب میں شامل کرنا تھا، نہ یہ کہ قربانی سب کی طرف سے اسی طرح ہوگئی کہ اب کسی کے ذمے قربانی نہیں رہی۔

ف: (۲) غور کرنے کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی میں اُمت کو یاد رکھا تو افسوس ہے کہ اُمتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہ رکھیں اور ایک حصہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ کریں۔

(۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب قوی کیا کرو۔ (یعنی کھلا پلا کر) کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔ (کنز العمال عن ابی ہریرہؓ)

ف: عالموں نے سواریاں ہونے کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گے اور اگر کئی جانور قربانی کیے ہوں یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جاوے گی اور یا ایک ایک منزل میں ایک ایک جانور پر سواری کریں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا ایسا آسان ہو جائے گا جیسے گویا خود ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے اور کنز العمال میں ایک حدیث اس مضمون کی یہ ہے کہ سب سے افضل قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجے کی ہو اور خوب موٹی ہو (حم ک عن جل) اور ایک حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پیاری قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجے کی ہو اور خوب موٹی ہو۔ (**هق عن رجل**) (**والضعف غير مضر في الفضائل لاسيما بعد انجباره بتعدد الطرق**)

تیسرا خطبہ

قربانی، حج اور عشرہ ذی الحجہ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

عبادات میں ترتیب

ذی الحجہ کے یہ دس دن جو یکم ذی الحجہ سے ۱۰ ذی الحجہ تک ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایک عجیب خصوصیت اور فضیلت بخشی ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فضیلت کا یہ سلسلہ رمضان المبارک سے شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادتوں کے درمیان عجیب وغریب ترتیب رکھی ہے کہ سب سے پہلے رمضان لائے اور اس میں روزے فرض فرمادیئے اور پھر رمضان المبارک ختم ہونے پر فوراً اگلے دن سے حج کی عبادت کی تمہید شروع ہوگئی۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کے تین مہینے ہیں، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ۔ اگرچہ حج کے مخصوص ارکان تو ذی الحجہ ہی میں ادا ہوتے ہیں لیکن حج کے لیے احرام باندھنا شوال سے جائز اور مستحب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حج کو جانا چاہے تو اس کے لیے شوال کی پہلی تاریخ سے حج کا احرام باندھ کر نکلنا جائز ہے اس تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ پہلے زمانے میں حج پر جانے کے لیے کافی وقت لگتا تھا اور بعض اوقات دو دو تین تین مہینے وہاں پہنچنے میں لگ جاتے ہیں اس لیے شوال کا مہینہ آتے ہی لوگ سفر کی تیاری شروع کر دیتے تھے۔ گویا کہ روزے کی عبادت ختم ہوتے ہی حج کی عبادت شروع ہوگئی اور پھر حج کی عبادت اس پہلے عشرہ میں انجام پا جاتی ہے اس لیے کہ حج کا سب سے بڑا رکن جو ''وقوف عرفہ'' ہے (جو ان شاء اللہ آج ہو رہا ہوگا) ۹ ذی الحجہ کو انجام پا جاتا ہے۔

''قربانی'' شکر کا نذرانہ ہے

اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے پورے کرنے کی اور حج کے ارکان

پورے کرنے کی توفیق عطا فرمادی اور یہ دو عظیم الشان عبادتیں تکمیل کو پہنچ گئیں۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ضروری دیا کہ مسلمان ان عبادتوں کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا نذرانہ پیش کریں جس کا نام ''قربانی'' ہے۔ لہٰذا ۱۰۔۱۱۔۱۲ تاریخ کو اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہمیں یہ دو عظیم عبادتیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کو اس وقت رکھا جب روزے کی عبادت کی تکمیل ہورہی تھی اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رکھا جب حج کی عظیم الشان عبادت کی تکمیل ہورہی ہے لیکن اس میں حکم یہ دیا کہ عید الفطر میں خوشی کا آغاز صدقۃ الفطر سے کرو اور عید الاضحیٰ کے موقع پر خوشی کا آغاز اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کرکے کرو۔

دس راتوں کی قسم

چونکہ ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور عشرہ ذی الحجہ کا آغاز ہے۔ اس لیے خیال ہوا کہ کچھ باتیں اس عشرہ ذی الحجہ کے متعلق عرض کردی جائیں۔ یہ عشرہ جو یکم ذی الحجہ سے شروع ہوا اور دس ذی الحجہ پر جس کی انتہا ہوگی۔ یہ سال کے بارہ مہینوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور پارہ عم میں یہ جو سورۃ فجر کی ابتدائی آیات ہیں ''وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ کو کسی بات کا یقین دلانے کے لیے قسم کھانے کی ضرورت نہیں لیکن کسی چیز پر اللہ تعالیٰ کا قسم کھانا اس چیز کی عزت اور حرمت پر دلالت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ فجر میں جن راتوں کی قسم کھائی ہے اس کے بارے میں مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں اس سے ان دس راتوں کی عزت، عظمت اور حرمت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

دس ایام کی فضیلت

اور خود نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد میں واضح طور پر ان دس ایام کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت کے اعمال کسی دوسرے دن میں اتنے محبوب نہیں ہیں جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں خواہ وہ عبادت نفلی نماز ہو، ذکر یا تسبیح ہو یا صدقہ خیرات ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق،

حدیث نمبر ۹۶۹) اور ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان ایام میں سے ایک دن روزہ رکھے تو ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ یعنی ایک روزے کا ثواب بڑھا کر ایک سال کے روزوں کے ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ ان دس راتوں میں ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے یعنی اگر ان راتوں میں سے کسی بھی ایک رات میں عبادت کی توفیق ہوگئی تو گویا اس کو لیلۃ القدر میں عبادت کی توفیق ہوگئی۔ اس عشرہ ذی الحجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر، حدیث نمبر ۷۵۸)

ان ایام کی دو خاص عبادتیں

اور ان ایام کی اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ عبادتیں جو سال بھر کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتیں ان کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے کو منتخب فرمایا ہے۔ مثلاً حج ایک ایسی عبادت ہے جو ان ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں انجام نہیں دی جاسکتی۔ دوسری عبادتوں کا یہ حال ہے کہ انسان فرائض کے علاوہ جب چاہے نفلی عبادت کرسکتا ہے۔ مثلاً نماز پانچ وقت کی فرض ہے لیکن ان کے علاوہ جب چاہے نفلی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے لیکن نفلی روزہ جب چاہے رکھیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے لیکن نفلی صدقہ جب چاہے ادا کردے لیکن دو عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر فرما دیا ہے۔ ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر ان عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہوگی۔ ان میں سے ایک عبادت حج ہے، حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جاکر ٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگر انہی ایام میں انجام دیا جائے تو عبادت ہے اور دنوں میں اگر کوئی شخص عرفات میں دس دن ٹھہرے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔ جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں لیکن دوسرے ایام میں کوئی شخص جا کر ان کو کنکریاں مار دے تو یہ کوئی عبادت نہیں تو حج جیسی اہم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان ہی ایام کو مقرر فرما دیا کہ اگر بیت اللہ کا حج ان ایام میں انجام دو گے تو عبادت ہوگی اور اس پر ثواب ملے گا۔

دوسری عبادت قربانی ہے۔ قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذی الحجہ کے تین دن یعنی دس

گیارہ اور بارہ تاریخ مقرر فرمادیئے ہیں۔ ان ایام کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ البتہ اگر کوئی شخص صدقہ کرنا چاہے تو بکرا ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کرسکتا ہے لیکن یہ قربانی کی عبادت ان تین دنوں کے سوا کسی اور دن میں انجام نہیں پاسکتی۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانے کو یہ اختیار بخشا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام نے ان احادیث کی روشنی میں یہ لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے ایام عشرہ ذی الحجہ کے ایام ہیں۔ ان میں عبادتوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ایام میں اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرماتے ہیں لیکن کچھ اور اعمال خاص طور پر ان ایام میں مقرر کردیئے گئے ہیں ان کا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بال اور ناخن نہ کاٹنے کا حکم

ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو حکم سب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوجاتا ہے وہ ایک عجیب وغریب حکم ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو قربانی کرنی ہو تو جس وقت وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اس کے بعد اس کے لیے بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا درست نہیں چونکہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس واسطے اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے ناخن اور بال اس وقت تک نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کرلے۔ (ابن ماجہ کتاب الاضاحی، باب من اراد ان یضحی فلایا خذفی العشر من شعرہ واظفارہ حدیث نمبر ۳۱۸۷)

ان کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو

بظاہر یہ حکم بڑا عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ چاند دیکھ کر بال اور ناخن کاٹنے سے منع کردیا گیا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد الحمدللہ اس وقت اس عبادت سے بہرہ اندوز ہورہی ہے۔ اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے جو چاروں طرف سے فرزندان توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے ہر لمحے ہزاروں افراد اطراف عالم سے وہاں پہنچ رہے ہیں اور بیت اللہ کے اردگرد جمع ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کی یہ سعادت بخشی ہے۔ ان حضرات کے لیے یہ حکم ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت اللہ کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں اور پھر احرام کے اندر شریعت نے

بہت سی پابندیاں عائد کردیں۔ مثلاً یہ کہ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے، منہ نہیں ڈھانپ سکتے وغیرہ ان میں سے ایک پابندی یہ ہے کہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اور ان لوگوں پر جو بیت اللہ کے پاس حاضر نہیں اور حج بیت اللہ کی عبادت میں شریک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کو متوجہ فرمانے اور ان کی رحمت کا مورد بنانے کے لیے یہ فرمادیا کہ ان حجاج بیت اللہ کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت اختیار کرلو۔ تھوڑی سی ان کی شباہت اپنے اندر پیدا کرلو اور جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ یہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ شباہت پیدا کردی جو اس وقت حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

تھوڑے سے دھیان اور توجہ کی ضرورت ہے

ہمارے حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بناء پر محروم فرمادیں گے کہ ایک شخص کے پاس جانے کے لیے پیسے نہیں ہیں؟ کیا اس واسطے اس کو عرفات کی رحمتوں سے محروم فرمادیں گے کہ اس کو حالات نے جانے کی اجازت نہیں دی اور اس واسطے وہ نہیں جاسکا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو بھی اس رحمت میں شامل فرمانا چاہتے ہیں۔ البتہ تھوڑی سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔ بس تھوڑی سے فکر اور توجہ کرلو کہ میں تھوڑی سے شباہت پیدا کررہا ہوں اور اپنی صورت تھوڑی سی اس جیسی بنارہا ہوں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس رحمت میں شامل فرمادیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

یوم عرفہ کا روزہ

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ایام اتنی فضیلت والے ہیں کہ ان ایام میں ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ایک مسلمان جتنا بھی ان ایام میں نیک اعمال اور عبادات کرسکتا ہے وہ ضرور کرے اور نو ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لیے حج کا عظیم الشان رکن یعنی وقوف عرفہ تجویز فرمایا اور ہمارے لیے خاص اس نویں تاریخ کو نفلی روزہ مقرر فرمایا اور اس روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن جو شخص روزہ رکھے تو مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات

سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، حدیث نمبر ۱۷۳۴)

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کردوں کہ بعض لوگ جو دین کا کما حقہ علم نہیں رکھتے تو اس قسم کی جو حدیثیں آتی ہیں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہو گئے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو گئے اس سے ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک سال پہلے کے گناہ تو معاف کر ہی دیئے اور ایک سال آئندہ کے بھی گناہ معاف فرما دیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سال بھر کے لیے چھٹی ہو گئی جو چاہیں کریں سب گناہ معاف ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے جن جن اعمال کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ گناہوں کو معاف کرنے والے اعمال ہیں مثلاً وضو کرنے میں ہر عضو کو دھوتے وقت اس عضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں نماز پڑھنے کے لیے جب انسان مسجد کی طرف چلتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ رمضان کے روزوں کے بارے میں فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھئے اس قسم کی تمام احادیث میں گناہوں سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کا تعلق ہے اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ ویسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی کے کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بخش دیں وہ الگ بات ہے لیکن قانون یہ ہے کہ جب تک توبہ نہیں کرلے گا، معاف نہیں ہوں گے اور پھر توبہ سے بھی وہ گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے مثلاً کسی کا حق دبالیا ہے، کسی کا حق مارلیا ہے کسی کی حق تلفی کرلی ہے اس کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جب تک صاحب حق کو اس کا حق ادا نہ کردے یا اس سے معاف نہ کرالے اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یہ تمام فضیلت والی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے وہ صغیرہ گناہوں کی معافی سے متعلق ہیں۔

تکبیر تشریق

ان ایام میں تیسرا عمل تکبیر تشریق ہے جو عرفہ کے دن کی نماز فجر سے شروع ہو کر ۱۳ تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے اور یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا

ہے وہ تکبیر یہ ہے ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' مردوں کے لیے اس متوسط بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اور آہستہ آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۷۱، شامی ج ۲ ص ۱۷۸)

گنگا اُلٹی بہنے لگی

ہمارے یہاں ہر چیز میں ایسی اُلٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ آہستہ آواز سے کہو ان چیزوں میں تو لوگ شور مچا کر بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ مثلاً دعا کرنا ہے قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرمایا کہ:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورۃ الاعراف:۵۵)

یعنی آہستہ اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کو پکارو اور آہستہ دعا کرو۔ چنانچہ عام اوقات میں بلند آواز سے دعا کرنے کے بجائے آہستہ آواز سے دعا کرنا افضل ہے (البتہ جہاں زور سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہو وہاں اسی طرح مانگنا افضل ہے) اور اسی دُعا کا ایک حصہ درُود شریف بھی ہے اس کو بھی آہستہ آواز سے پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے شور مچانے کا طریقہ اختیار کرلیا اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا تھا کہ بلند آواز سے کہو مثلاً تکبیر تشریق جو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہنی چاہیے لیکن اس کے پڑھنے کے وقت آواز ہی نہیں نکلتی اور آہستہ سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تکبیر تشریق رکھی ہی اس لیے گئی ہے کہ اس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد اس تکبیر سے گونج اُٹھے۔ لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔

اسی طرح عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے جارہے ہوں تو اس میں بھی مسنون یہ ہے کہ راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہتے جائیں البتہ عیدالفطر میں آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔

تکبیر تشریق خواتین پر بھی واجب ہے

یہ تکبیر تشریق خواتین کے لیے بھی مشروع ہے اور اس میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور خواتین کو یہ تکبیر پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ مرد حضرات تو چونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں اور

جب سلام کے بعد تکبیر تشریق کہی جاتی ہے تو یاد آ جاتا ہے اور وہ کہہ لیتے ہیں لیکن خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے اور عام طور پر خواتین اس کو نہیں پڑھتیں۔ اگرچہ خواتین پر واجب ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین پر واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے مردوں پر واجب ہے لیکن ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں بھی پانچ روز تک یوم عرفہ کی فجر سے ۱۳ تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہیں البتہ مردوں پر تو بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور خواتین کو آہستہ آہستہ آواز سے کہنا چاہیے اور لہٰذا خواتین کو بھی اس کی فکر کرنی چاہیے اور خواتین کو یہ مسئلہ بتانا چاہیے اور چونکہ خواتین کو اس کا پڑھنا یاد نہیں رہتا اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ خواتین گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں وہاں یہ دعا لکھ کر لگا ئیں تا کہ ان کو یہ تکبیر یاد آ جائے اور سلام کے بعد کہہ لیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۰، شامی ج ۲ ص ۱۷۹)

قربانی دوسرے ایام میں نہیں ہوسکتی

اور پھر چوتھا اور سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی کا عمل ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جاسکتا صرف ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ تاریخ کو انجام دیا جاسکتا ہے ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں آدمی چاہے کتنے جانور ذبح کر لے لیکن قربانی نہیں ہوسکتی۔

دین کے حقیقت حکم کی اتباع

لہٰذا حج اور قربانی جو ان ایام کے بڑے اعمال ہیں ان کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین کی حقیقت سمجھانا چاہتے ہیں کہ دین کی حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی عمل کی اپنی ذات میں کچھ نہیں رکھا نہ کسی جگہ میں کچھ رکھا ہے، نہ کسی عمل میں، نہ کسی وقت میں ان چیزوں میں جو فضیلت آتی ہے وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے آتی ہے۔ اگر ہم کہہ دیں کہ فلاں کام کرو تو وہ اجر و ثواب کا کام بن جائے گا اور اگر ہم اس کام سے روک دیں تو پھر اس میں کوئی اجر وثواب نہیں۔ ''میدان عرفہ'' کو لے لیجئے۔ ۹ ذی الحجہ کے علاوہ سال کے ۳۵۹ دن وہاں گزار دیں، ذرا برابر بھی عبادت کا ثواب نہیں ملے گا حالانکہ وہی میدان عرفات ہے، وہی جبل رحمت ہے اس واسطے کہ ہم نے عام دنوں میں وہاں وقوف کرنے کے لیے نہیں کہا، جب ہم نے کہا کہ ۹

ذی الحجہ کو آؤ تو اب ۹ ذی الحجہ کو آنا تو عبادت ہوگی اور ہماری طرف سے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ نہ میدان عرفات میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس وقت میں کچھ رکھا ہے اور نہ اس عمل میں کچھ رکھا ہے لیکن جب ہم کہہ دیں تو پھر عمل میں بھی فضیلت پیدا ہو جاتی ہے اور جگہ میں بھی اور وقت میں فضیلت پیدا ہو جاتی ہے۔

اب مسجد حرام سے کوچ کر جائیں

آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی اتنی فضیلت رکھی ہے کہ ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا اجر رکھتی ہے اور حج کے لیے جانے والے حضرات ہر نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں لیکن جب ۸ ذی الحجہ کی تاریخ آتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ مسجد حرام کو چھوڑو اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب جو اب تک مل رہا تھا اس کو ترک کرو اور اب منٰی میں جا کر پڑاؤ ڈالو۔ چنانچہ ۸ ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر ۹ ذی الحجہ کی فجر تک کا وقت منٰی میں گزارنے کا حکم دے دیا گیا اور ذرا یہ دیکھئے کہ اس وقت میں حاجی کا منٰی کے اندر کوئی کام ہے؟ کچھ نہیں، نہ اس میں جمرات کی رمی ہے اور نہ اس میں وقوف ہے اور نہ کوئی اور عمل ہے۔ بس صرف یہ ہے کہ پانچ نمازیں وہاں پڑھو اور ایک لاکھ نمازوں کا ثواب چھوڑ کر جنگل میں نماز پڑھو۔ اس حکم کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ جو ثواب ہے وہ ہمارے کہنے کی وجہ سے ہے اب جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ جنگل میں جا کر نماز پڑھو تو جنگل میں نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ مسجد حرام میں بھی نماز پڑھنے سے حاصل نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص یہ سوچے کہ منٰی میں اس روز کوئی عمل تو کرنا نہیں ہے چلو مکہ میں رہ کر یہ پانچ نمازیں مسجد حرام میں پڑھ لوں تو اس نماز سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب تو کجا ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اور حج کے مناسک میں کمی کر دی۔

کسی عمل اور کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا

حج کی عبادت میں جگہ جگہ قدم قدم پر یہ بات نظر آتی ہے ان بتوں کو توڑا گیا ہے جو انسان بعض اوقات اپنے سینوں میں بسا لیتا ہے وہ یہ کہ اپنی ذات میں کسی عمل میں کچھ نہیں رکھا، کسی مقام میں کچھ نہیں رکھا جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے حکم کی اتباع میں ہے جب ہم کسی چیز کا حکم دیں تو اس میں برکت اور اجر وثواب ہے اور جب ہم کہیں کہ یہ کام نہ کرو کہ اس وقت نہ کرنے میں اجر ثواب ہے۔

عقل کہتی ہے کہ یہ دیوانگی ہے

حج کی پوری عبادت میں یہی فلسفہ نظر آتا ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ ایک پتھر منیٰ میں کھڑا ہے اور لاکھوں افراد اس پتھر کو کنکریاں مار رہے ہیں۔ کوئی شخص اگر یہ پوچھے کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ تو دیوانگی ہے کہ ایک پتھر پر کنکر برسائے جارہے ہیں اس پتھر نے کیا قصور کیا ہے؟ لیکن چونکہ ہم نے کہہ دیا کہ یہ کام کرو اس کے بعد اس میں حکمت، مصلحت اور عقلی دلائل تلاش کرنے کا مقام نہیں ہے بس اب اس پر عمل ہی میں اجر وثواب ہے۔ اس دیوانگی ہی میں لطف بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے۔

حج کی عبادت میں قدم قدم پر یہ سکھایا جارہا ہے کہ تم نے اپنی عقل کے سانچے میں جو چیزیں بٹھا رکھی ہیں اور سینے میں جو بت بسا رکھے ہیں ان کو توڑو اور اس بات کا ادراک پیدا کرو کہ جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے حکم کی اتباع میں ہے۔

قربانی کیا سبق دیتی ہے

یہی چیز قربانی میں ہے قربانی کی عبادت کا سارا فلسفہ یہی ہے اس لیے کہ قربانی کے معنی ہیں ''اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی چیز'' اور یہ لفظ ''قربانی''، ''قربان'' سے نکلا ہے اور لفظ ''قربان'' ''قرب'' سے نکلا ہے تو قربانی کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے اور اس قربانی کے سارے عمل میں یہ سکھایا گیا ہے کہ ہمارے حکم کی اتباع کا نام دین ہے۔ جب ہمارا حکم آجائے تو اس کے بعد عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع ہے نہ اس میں حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع باقی رہتا ہے اور نہ اس میں چوں و چرا کرنے کا موقع ہے۔ ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے حکم آجائے تو اپنا سر جھکا دے اور اس حکم کی اتباع کرے۔

بیٹے کو ذبح کرنا عقل کے خلاف ہے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حکم آگیا کہ بیٹے کو ذبح کردو اور وہ حکم بھی خواب کے ذریعے سے آیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وحی کے ذریعے حکم نازل فرمادیتے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خواب میں آپ کو یہ دکھایا گیا اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں اگر ہمارے جیسا تاویل کرنے والا کوئی شخص ہوتا تو یہ کہہ دیتا کہ یہ تو خواب کی بات ہے۔ اس پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے مگر یہ بھی حقیقت میں ایک امتحان تھا کہ چونکہ

جب انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے تو کیا وہ اس وحی پر عمل کرتے یا نہیں؟ اس لیے آپ کو یہ عمل خواب میں دکھایا گیا اور جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو تو باپ نے پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھا کہ یا اللہ! یہ حکم آخر کیوں دیا جا رہا ہے؟ اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ دنیا کا کوئی قانون اور کوئی نظام زندگی اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے، عقل کی کسی میزان پر اس حکم کو اُتار کر دیکھے تو کسی میزان پر یہ پورا اترتا نظر نہیں آتا۔

جیسا باپ ویسا بیٹا

تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی مصلحت نہیں پوچھی۔ البتہ بیٹے سے امتحان اور آزمائش کرنے کے لیے سوال کیا کہ:

یَا بُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی (سورہ الصافات:۱۰۲)

”اے بیٹے میں نے تو خواب میں یہ دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟“ ان کی رائے اس لیے نہیں پوچھی کہ اگر ان کی رائے نہیں ہوگی تو ذبح نہیں کروں گا بلکہ ان کی رائے اس لیے پوچھی کہ بیٹے کو آزمائیں کہ بیٹا کتنے پانی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں ان کا تصور کیا ہے؟ وہ بیٹا بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا تھا، وہ بیٹا جن کے صلب سے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لانے والے تھے۔ اس بیٹے نے بھی پلٹ کر یہ بھی نہیں پوچھا کہ ابا جان! مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے؟ میرا قصور کیا ہے کہ مجھے موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا ہے اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ بلکہ بیٹے کی زبان پر ایک ہی جواب تھا کہ:

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ

ابا جان! آپ کے پاس جو حکم آیا ہے اس کو کر گزریئے اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ میں آہ و بکا نہیں کروں گا، میں روؤں گا اور چلاؤں گا نہیں اور آپ کو اس کام سے نہیں روکوں گا، آپ کر گزریئے۔

چلتی چھری رُک نہ جائے

جب باپ بھی ایسا اولوالعزم اور بیٹا بھی اولوالعزم، دونوں اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے

اور باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹادیا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان! آپ مجھے پیشانی کے بل لٹائیں، اس لیے کہ اگر سیدھا لٹائیں گے تو میری صورت سامنے ہوگی جس کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں بیٹے کی محبت کا جوش آجائے اور آپ چھری نہ چلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادائیں اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان اداؤں کا ذکر قرآن کریم میں بھی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

فَلَمَّا اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ (سورۃ الصافات: ۱۰۳)

قرآن کریم نے بڑا عجیب و غریب لفظ استعمال کیا ہے۔ فرمایا "فَلَمَّا اَسۡلَمَا" یعنی جب باپ اور بیٹے دونوں جھک گئے اور اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب باپ اور بیٹے دونوں اسلام لے آئے اس لیے کہ اسلام کے معنی ہیں اللہ کے حکم کے آگے جھک جانا اور اسی سے اس طرف اشارہ کیا کہ اصل اسلام یہ ہے کہ حکم کیسا بھی آجائے اور اس کی وجہ سے دل پر آرے ہی کیوں نہ چل جائیں اور وہ حکم عقل کے خلاف ہی کیوں نہ معلوم ہو اور اس کی وجہ سے جان و مال اور عزت اور آبرو کی کتنی قربانی کیوں نہ دینی پڑے، بس انسان کا کام یہ ہے کہ اللہ کے اس حکم کے آگے اپنے آپ کو جھکا دے۔ یہ ہے حقیقت میں اسلام۔ اس لیے فرمایا کہ جب دونوں اسلام لے آئے اور اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا اور قرآن کریم نے لٹانے کے اس وصف کو خاص زور دے کر بیان کیا ہے اور اس طرح اس لیے لٹایا کہ بیٹے کی صورت سامنے ہونے کی وجہ سے کہیں چلتی ہوئی چھری رُک نہ جائے اس لیے پیشانی کے بل لٹایا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لٹانے لگے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان! آپ مجھے ذبح تو کر رہے ہیں ایک کام یہ کر لیجئے کہ میرے کپڑے اچھی طرح سمیٹ لیجئے اس لیے کہ جب میں ذبح ہوں گا تو فطری طور پر تڑپوں گا اور تڑپنے کے نتیجے میں ہوسکتا ہے کہ خون کے چھینٹے دور تک جائیں اور اس کی وجہ سے میرے کپڑے جگہ جگہ سے خون میں لت پت ہو جائیں اور پھر میری والدہ جب میرے کپڑوں کو دیکھیں گی تو ان کو بہت ملال ہوگا اس لیے آپ میرے کپڑوں کو اچھی طرح سمیٹ لیں۔

قدرت کا تماشا دیکھئے

پھر کیا ہوا؟ جب ان دونوں نے اپنے حصے کا کام پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندوں نے اپنے حصے کا کام کر لیا تو اب مجھے اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّاإِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا (سورۃ الصافات:۱۰۴، ۱۰۵)

اے ابراہیم! تم نے اس خواب کو سچا کر دکھایا۔ اب ہماری قدرت کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مسکرا رہے ہیں اور وہاں ایک دنبا ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔

اللہ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے

یہ پورا واقعہ جو درحقیقت قربانی کے آمد کی بنیاد ہے۔ روز اول سے یہ بتا رہا ہے کہ قربانی اس لیے مشروع کی گئی ہے تا کہ انسانوں کے دل میں یہ احساس، یہ علم اور یہ معرفت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے اور دین درحقیقت اتباع کا نام ہے اور جب حکم آ جائے تو پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا موقع نہیں، حکمتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے کا موقع نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقلی حکمت تلاش نہیں کی

آج ہمارے معاشرے میں جو گمراہی پھیلی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت تلاش کرو کہ اس کی حکمت اور مصلحت کیا ہے؟ اور اس کا عقلی فائدہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عقلی فائدہ نظر آئے گا تو کریں گے اور اگر فائدہ نظر نہیں آئے گا تو نہیں کریں گے۔ یہ کوئی دین ہے؟ کیا اس کا نام اتباع ہے؟ اتباع تو وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر کے دکھایا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کر کے دکھایا اور اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ قیامت تک کے لیے اس کو جاری کر دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (سورۃ الصافات:۱۰۸)

یعنی ہم نے آنے والے مسلمانوں کو اس عمل کی نقل اتارنے کا پابند کر دیا۔ یہ جو ہم قربانی کرنے جا رہے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم الشان قربانی کی نقل اتارنی ہے اور نقل اتارنے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسے اللہ کے حکم آگے انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ انہوں نے کوئی عقلی دلیل نہیں مانگی اور کوئی حکمت اور مصلحت طلب نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ اب ہمیں بھی اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے اور قربانی کی عبادت سے یہی سبق دینا منظور ہے۔

کیا قربانی معاشی تباہی کا ذریعہ ہے؟

جس مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے یہ قربانی واجب فرمائی تھی آج اسی کے بالکل برخلاف کہنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ صاحب! قربانی کیا ہے؟ یہ قربانی (معاذ اللہ) خواہ مخواہ رکھ دی گئی ہے، لاکھوں روپیہ خون کی شکل میں نالیوں میں بہہ جاتا ہے اور معاشی اعتبار سے نقصان دہ ہے، کتنے جانور کم ہو جاتے ہیں اور فلاں فلاں معاشی نقصان ہوتے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا قربانی کرنے کے بجائے یہ کرنا چاہیے کہ وہ لوگ جو غریب ہیں جو بھوک سے بلبلا رہے ہیں تو قربانی کر کے گوشت تقسیم کرنے کے بجائے اگر وہ روپیہ اس غریب کو دے دیا جائے تو اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ یہ پروپیگنڈہ اتنی کثرت سے کیا جا رہا ہے کہ پہلے زمانے میں تو صرف ایک مخصوص حلقہ تھا جو یہ باتیں کہتا تھا لیکن اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہو جس میں کم از کم دو چار افراد یہ بات نہ پوچھ لیتے ہوں کہ ہمارے عزیزوں میں بہت سے لوگ غریب ہیں، لہٰذا اگر ہم لوگ قربانی نہ کریں اور وہ رقم ان کو دے دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

قربانی کی اصل روح

بات دراصل یہ ہے کہ ہر عبادت کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ سوچے کہ میں نماز نہ پڑھوں اور اس کے بجائے غریب کی مدد کر دوں تو اس سے نماز کا فریضہ ادا نہیں ہو سکتا، غریب کی مدد کرنے کا اجر و ثواب اپنی جگہ ہے لیکن جو دوسرے فرائض ہیں وہ اپنی جگہ فرض و واجب ہیں اور قربانی کے خلاف یہ جو پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہے اور یہ معاشی بدحالی کا سبب ہے اور معاشی اعتبار سے اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ درحقیقت قربانی کے سارے فلسفے اور اس کی روح کی نفی ہے۔ ارے بھائی! قربانی تو مشروع ہی اس لیے کی گئی ہے کہ یہ کام تمہاری عقل اور سمجھ میں آ رہا ہو یا نہ آ رہا ہو پھر بھی یہ کام کرو اس لیے کہ ہم نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، ہم جو کہیں اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ یہ قربانی کی اصل روح ہے۔ یاد رکھو! جب تک انسان کے اندر اتباع پیدا نہیں ہو جاتی اس وقت تک انسان انسان نہیں بن سکتا، جتنی بدعنوانیاں، جتنے مظالم، جتنی تباہ کاریاں آج انسانوں کے اندر پھیلی ہوئی ہیں وہ درحقیقت اس بنیاد کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہے کہ انسان اپنی عقل کے پیچھے چلتا ہے اللہ کے حکم کی اتباع کی طرف نہیں جاتا۔

تین دن کے بعد قربانی عبادت نہیں

اور عبادات کے اندر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر جس وقت چاہیں ادا کریں لیکن قربانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سکھا دیا کہ گلے پر چھری پھیرنا یہ صرف تین دن تک عبادت ہے اور تین دن کے بعد اگر قربانی کرو گے تو کوئی عبادت نہیں، کیوں؟ یہ بتانے کے لیے کہ اس عمل میں کچھ نہیں رکھا بلکہ جب ہم نے کہہ دیا کہ قربانی کرو اس وقت عبادت ہے اور اس کے علاوہ عبادت نہیں ہے۔ کاش یہ نکتہ ہماری سمجھ میں آجائے تو سارے دین کی صحیح فہم حاصل ہو جائے، دین کا سارا نکتہ اور محور یہ ہے کہ دین اتباع کا نام ہے۔ جس چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آگیا، وہ مانو اور اس پر عمل کرو اور جہاں حکم نہیں آیا اس میں کچھ نہیں ہے۔

اپنی تجویز فنا کر دو

لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب قدس اللہ سرہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے اس حدیث کی ایک عجیب توجیہ ارشاد فرمائی ہے۔ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں جو بات ارشاد فرمائی تھی کہ میں جس کو سنا رہا ہوں اس نے سن لیا۔ زیادہ زور سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے تو یہ بات غلط نہیں تھی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ طبعی طور پر چونکہ تیز آواز والے تھے اس لیے نماز میں اگر ان کی آواز بلند ہوگئی تو کوئی ناجائز بات نہیں تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تک تم دونوں اپنی مرضی اور اپنی رائے سے پڑھ رہے تھے اور اب ہمارے کہنے کے مطابق پڑھو اور اب ہماری تجویز کے مطابق پڑھو تو پہلے جس طریقے سے پڑھ رہے تھے وہ چونکہ اپنی تجویز اور اپنی مرضی کے مطابق تھا اس میں اتنی نورانیت اور اتنی برکت نہیں تھی، اب ہماری تجویز کے مطابق جب پڑھو گے تو اس میں نورانیت اور برکت ہوگی۔

پوری زندگی اتباع کا نمونہ ہونا چاہیے

یہ ہے سارے دین کا خلاصہ کہ اپنی تجویز کو دخل نہ ہو جو کوئی عمل ہو وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ اگر یہ بات ذہن نشین ہو جائے تو ساری بدعتوں کی جڑ کٹ جائے اور اسی حقیقت کو سکھانے کے لیے قربانی شروع کی گئی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر چیز ایک غفلت اور بے توجہی کے عالم میں گزر جاتی ہے۔ قربانی کرتے وقت ذرا سا اس حقیقت کو تازہ کیا جائے کہ یہ قربانی درحقیقت یہ سبق سکھا رہی

ہے کہ ہماری پوری زندگی اللہ جل جلالہ کے حکم کے تابع ہونی چاہیے اور پوری زندگی اتباع کا نمونہ چاہیے۔ چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکانا چاہیے۔ بس! اس قربانی کا سارا فلسفہ یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس فلسفے کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکات عطا فرمائے۔ آمین

قربانی کی فضیلت

حدیث شریف میں یہ جو آتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتا ہے اس قربانی کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ اس جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں، ایک ایک بال کے عوض ایک ایک گناہ معاف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان تین دنوں میں کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے جتنا زیادہ قربانی کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا اور فرمایا کہ جب تم قربانی کرتے ہو تو جانور کا خون ابھی زمین پر نہیں گرتا، اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ سب اس لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ یہ دیکھے بغیر کہ یہ بات عقل میں آ رہی ہے یا نہیں؟ اور یہ دیکھے بغیر کہ اس کے مال کا فائدہ ہو رہا ہے یا نقصان ہو رہا ہے؟ صرف میرے حکم پر جانور کے گلے پر چھری پھیر رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عظیم اجر رکھا ہے۔

ہمیں دلوں کا تقویٰ چاہیے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور جو قربانی پیش کرتے ہیں یہ ایک ایسا نذرانہ ہے کہ ادھر اس نے اللہ کے لیے قربانی اور نذرانہ پیش کرتے ہوئے جانور کے گلے پر چھری پھیری، ادھر قربانی کی عبادت ادا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے وہ نذرانہ قبول کرلیا اور گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اب وہ جانور بھی پورا کا پورا تمہارا ہے اور فرما دیا کہ یہ جانور لیجا کر کھاؤ، اس کا گوشت تمہارا ہے، اس کی کھال تمہاری ہے، اس جانور کی ہر چیز تمہاری ہے۔ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام دیکھئے کہ نذرانہ مانگا جا رہا ہے لیکن جب بندہ نے خون بہا دیا اور نذرانہ پیش کر دیا اور ہمارے حکم کی تعمیل کرلی تو بس کافی ہے، ہمیں اتنا ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ:

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

ہمیں تو اس کا گوشت نہیں چاہیے، ہمیں اس کا خون نہیں چاہیے، ہمیں تو تمہارے دل کا تقویٰ چاہیے، جب تم نے اپنے دل کے تقویٰ سے یہ قربانی پیش کر دی وہ ہمارے یہاں قبول ہوگئی اب اس کو تم ہی کھاؤ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص قربانی کا سارا گوشت خود کھالے اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ تین حصے کرے، ایک حصہ خود کھائے، ایک حصہ عزیزوں میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غرباء میں خیرات کرے لیکن اگر ایک بوٹی بھی خیرات نہ کرے تب بھی قربانی کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی اس لیے کہ قربانی تو اس وقت مکمل ہوگئی جس وقت جانور کے گلے پر چھری پھیر دی۔ جب میرے بندے نے میرے حکم پر عمل کر لیا، تو بس! قربانی کی فضیلت اس کو حاصل ہوگئی۔

کیا یہ پل صراط کی سواریاں ہوں گی؟

لوگوں میں یہ بات بہت کثرت سے کہی جاتی ہے کہ یہ قربانی کے جانور پل صراط پر سے گزرنے کے لیے سواری بنیں گے اور قربانی کرنے والے اس کے اوپر بیٹھ کر گزریں گے۔ یہ ایک ضعیف اور کمزور روایت ہے، جس کے الفاظ یہ آئے ہیں:

سمنوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم

"یعنی اپنی قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ بناؤ کیونکہ پل صراط پر یہ تمہاری سواریاں بنیں گی"

لیکن یہ انتہاء درجے کی ضعیف حدیث ہے اور ضعیف حدیث کو اس کے ضعف کی صراحت کے بغیر بیان کرنا جائز نہیں ہوتا اس لیے اس حدیث پر زیادہ اعتقاد رکھنا درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ ضعیف حدیث ہے لیکن لوگوں میں یہ حدیث اتنی مشہور ہوگئی ہے کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس کا اعتقاد نہ رکھا تو قربانی ہی نہ ہوگی، ہم اس حکم کی نہ نفی کرتے ہیں اور نہ اثبات کرتے ہیں۔ اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ البتہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ قربانی قبول ہو جاتی ہے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

بہرحال! یہ سب اس لیے کرایا جا رہا ہے تاکہ دل میں اتباع کا جذبہ پیدا ہو اور اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے آگے سر جھکانے کا جذبہ پیدا ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۝ (سورہ الاحزاب: ۳۶)

جب اللہ یا اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے کوئی فیصلہ کر دیں تو اس کے بعد اس کے پاس کوئی اختیار نہیں رہتا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

تو دین کی ساری حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی اجر و فضیلت عطا فرمائے اور اس کے اندر جتنے انوار و برکات ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ سب ہمیں عطا فرمائے اور اپنی زندگی میں اس سبق کو یاد رکھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

چوتھا خطبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیلات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حجۃ الوداع کا سفر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال تک مدینہ منورہ میں رہے اور حج نہیں کیا' پھر دسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لے جارہے ہیں۔ پس مدینہ منورہ میں بے شمار لوگ جمع ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحلیفہ تک پہنچے تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ معلوم کرایا کہ میں اب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو غسل کرلے اور ایک چوڑا کپڑا لے کر اس میں روئی رکھ کر اس کا لنگوٹ پہن لے اور احرام باندھ لے۔ (مشکوۃ)

اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجۃ الوداع کا ابتدائی حصہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال مدینہ طیبہ میں رہے اور حج نہیں کیا' دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کیلئے تشریف لے جارہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر گردوپیش کے اور نا معلوم کہاں کہاں کے لوگ جمع ہوگئے۔ مدینہ منورہ میں بے شمار مخلوق جمع ہوگئی۔ ذیقعدہ کے پانچ دن رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر فرمایا مدینہ شریف میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ''ذوالحلیفہ'' پہنچے جو مدینے والوں کی میقات ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور رات بھی وہاں قیام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جانا

اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اوران سے فارغ ہوئے۔ حضرت ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے ہرایک کے پاس غسل کرتے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک ہی غسل کر لیتے کافی تھا' فرمایا: نہیں! یہ زیادہ پاکیزہ ہے اور زیادہ نشاط کی چیز ہے''۔ (مشکوۃ)

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نو ازواج مطہرات تھیں اور نو کے پاس تشریف لے گئے اور نو کی نو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیق سفر تھیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نصیحت

حج ادا کر لینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے) ارشاد فرمایا تھا کہ بس یہ حج کر لیا اور اس کے بعد اپنے گھروں میں چٹائی کی طرح بیٹھ جانا۔

چنانچہ بعض ازواج مطہرات نے اس پر عمل کیا اور بعض ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی حج کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں' یہ حضرات ان کے ساتھ کسی معتمد آدمی کو کر دیتے تھے' جو ان کی نگہداشت کرتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ مدینے میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ذوالحلیفہ'' پہنچے۔ ''ذوالحلیفہ'' کو آج کل بیر علی بھی کہتے ہیں اور یہ مدینہ والوں کی میقات ہے اور مدینہ سے چھ میل پر ہے جبکہ مکہ مکرمہ کا چار سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے' مدینے والوں کیلئے یہ لمبی میقات رکھی گئی ہے' دوسروں کیلئے نہیں۔

محمد بن ابی بکر کی ولادت

اللہ کی شان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ذوالحلیفہ'' پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی

اللہ عنہا کے یہاں بچہ پیدا ہوا اس حج میں سفر کے دوران محمد ابن ابی بکر پیدا ہوئے اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کر لیا تھا اور یہ محمد ابن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں پلے بڑھے بڑے ہو کر انہی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مصر میں ان کو بری طرح شہید کر دیا گیا ان کی والدہ اس وقت زندہ تھیں، پہلے ان کو شہید کیا گیا اور پھر گدھے کی کھال میں لپیٹ کر آگ لگا دی گئی (نعوذ باللہ) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو صدمہ کی وجہ سے ان کی چھاتیوں سے خون نکلنے لگا۔

حیض اور نفاس والی عورت کا احرام

بہر کیف اسی سفر کے دوران "ذوالحلیفہ" میں حضرت محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ معلوم کرایا کہ میں اب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو غسل کر لے اور ایک چوڑا کپڑے لے کر کے، پٹی ذرا چوڑی ہو اس میں روئی رکھ کر کے اس کا لنگوٹ پہن لے اور تلبیہ پڑھتی رہے، جب پاک ہو جائے گی تو ارکان حج ادا کر لے گی، باقی ارکان حج تو ادا ہو جائیں گے صرف بیت اللہ شریف کا طواف رہ جائے گا۔ اگر خدانخواستہ پہلے پاک نہ ہوئی تو پاک ہونے تک انتظار کر لینا، بس اور کچھ نہیں، بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بیداء پر چڑھی تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھا۔ "لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ کہاں سے شروع کیا

حج کے بیان میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ کہاں سے پڑھا تھا اس روایت میں آتا ہے کہ جب آپ کی سواری آپ کو لے کر بیدا پہاڑی پر چڑھی تب آپ نے تلبیہ پڑھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اس وقت تلبیہ پڑھا اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیر علی سے احرام باندھا تھا اب تو وہاں بہت شاندار مسجد بن گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں

کوئی کچی پکی مسجد ہوگی تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا تلبیہ پڑھا تھا صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد سے بھی تلبیہ پڑھا جب احرام باندھا اور جب سواری پر سوار ہوئے جب بھی تلبیہ پڑھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری اونچائی پر چڑھی یعنی بیداً پہاڑی پر چڑھی، اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ پڑھا۔ اس لئے جس نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کر دیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ تو یہ تھے لیکن بعض لوگ کچھ الفاظ زیادہ بھی کر رہے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو کچھ نہیں کہا، حنفیہ کے نزدیک افضل ترین یہ ہے کہ یہی الفاظ پڑھے جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے تھے، تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

”لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد، والنعمة لک والملک ، لاشریک لک“

حج میں تلبیہ کی کثرت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج نام ہے آواز بلند کرنے اور خون بہانے کا۔

یعنی جتنی کثرت سے تلبیہ پڑھا جائے اتنا ہی اچھا ہے اور قربانیاں کی جائیں لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ لوگ گپوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تلبیہ کا اہتمام نہیں کرتے اب میں ویسے ہی کمزور ہوں، دماغ کمزور ہے، زیادہ تلبیہ پڑھ بھی نہیں سکتا اور اچھے خاصے نوجوان وہ بھی گپوں میں لگ جاتے ہیں سگریٹ پیتے ہیں اور دوسری چیزیں کرتے ہیں، مذاق کرتے ہیں اور ماشاء اللہ! یہ حج کیلئے جا رہے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے دیکھا تو جہاں تک نظر پہنچتی تھی آدمی ہی آدمی تھے، دائیں جانب بھی، بائیں جانب بھی، پیچھے بھی، اتنا مجمع بڑھ گیا کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کتنے آدمی ہیں؟ اور لطف کی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے تھے اور نو ذی الحجہ کو عرفات میں گئے تھے۔ نو ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا اور یہ جمعہ کا حج تھا لیکن اس وقت تک لوگ آتے ہی رہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تعداد کتنی ہوگئی تھی قریباً سوا لاکھ آدمی ہو گئے ہوں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان

تھے۔ قرآن آپ پر نازل ہوتا تھا اور آپ قرآن پر عمل کرتے تھے اور جو کچھ آپ عمل کرتے تھے ہم لوگ اس کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

جابر ازرک کا قصہ

حج ہی کا ایک اور قصہ ایک صاحب سے نقل کیا گیا ہے، جابر ازرک غادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سواری پر دوسرا سامان بھی ساتھ تھا، میں نے انتظام کرلیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا ہے، بیچارے یمن سے آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نزول اجلال فرمایا اور آپ کیلئے ایک قبہ یعنی خیمہ تیار کروایا گیا۔ تیس آدمی آپ کے قبے کا پہرا دے رہے تھے اور کوئی مجھے قریب نہیں آنے دیتا تھا میں قریب ہوا تو ایک آدمی نے مجھے دھکا دیا میں نے کہا کہ تم مجھے دھکا دیتے ہو تو میں تمہیں دھکا دوں گا اور تم مجھے مارو گے تو میں تمہیں ماروں گا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں اور تم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے نہیں دیتے، پتہ ہے میں یمن سے آیا ہوں؟ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنوں اور سن کر کے اپنے لوگوں کو پہنچاؤں تو ایک آدمی ان میں سے کہنے لگا کہ تم ٹھیک کہتے ہو اس نے معذرت کی اور کہا کہ بھئی یہ ہماری غلطی ہے ہمیں کسی کو روکنا نہیں چاہئے بہر حال وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات گزاری، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ میں پہنچ گئے۔ مزدلفہ سے منی پہنچے منی سے آپ جمرہ عقبی میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اتنا مجمع ہو گیا کہ ان میں سے کوئی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات کر ہی نہیں سکتا تھا۔

حلق کرانا افضل ہے

ایک شخص حاضر ہوا، بال کترائے ہوئے تھے، کہنے لگا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے لئے رحمت کی دعا کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''رحم الله المحلقين'' اللہ تعالیٰ حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے دوسری دفعہ پھر کہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا تیسری دفعہ پھر فرمایا، تو یہ جابر ابن ازرک کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس پورے مجمع میں میں نے سوائے حلق والوں کے کسی کو نہیں دیکھا تمام لوگ حلق کروائے ہوئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال

البتہ یہاں چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں ایک تو یہ کہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہوتے تھے، کبھی کانوں کی لو تک، کبھی اصلاح کرنے میں دیر ہو جاتی تھی تو نیچے بھی پہنچ جاتے تھے، یعنی کندھوں تک بھی پہنچ جاتے تھے، ورنہ اصل کانوں کی لو تک ہوتے تھے، سوائے حج اور عمرے کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی حلق نہیں کروایا۔

دوسری بات یہ کہ شریعت نے قصر کی بھی اجازت دی ہے اور حلق کی بھی اگر اتنے اتنے بال ہوں یعنی ایک پورے کے مطابق بال ہوں تو ان بالوں کو کٹوا سکتا ہے اور اس سے احرام کھل سکتا ہے اور اگر بال اس سے بھی کم ہوں تو پھر استرا پھیرانا ضروری ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ لوگ حج یا عمرے کیلئے جاتے ہیں، تھوڑے تھوڑے بال کاٹ لیتے ہیں، کچھ ادھر سے اور کچھ ادھر سے اور بس، پورے سر کے بال کٹوانے اور منڈوانے سے احتراز کرتے ہیں۔

ایک کرنل صاحب کا قصہ

ایک کرنل صاحب عمرے پر گئے ہوئے تھے میں حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب ان کو لائے، کہنے لگے کہ ان کو سمجھائیے! انہوں نے تھوڑے بال کاٹ لئے ہیں، یعنی معمولی معمولی، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ کانوں کی لو تک موئے مبارک ہوتے تھے، لیکن حج یا عمرے کے موقع پر استرے کے ساتھ صاف کرواتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: ''رحم اللہ المحلقین'' اللہ کی رحمت ہو حلق کرنے والوں پر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! قصر کروانے والوں کیلئے بھی دعا فرما دیجئے، تین دفعہ یہی فرمایا: ''رحم اللہ المحلقین'' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے اور مقصرین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرماتے ''محلقین'' حلق کرانے والوں پر، صحابہ کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قصر کرنے والوں کیلئے بھی دعا فرما دیجئے، چوتھی دفعہ فرمایا ''والمقصرین'' چلو مقصرین پر بھی، یعنی ''رحم اللہ المحلقین'' کے بجائے ''رحم اللہ المقصرین'' فرمایا، تو وہ کرنل صاحب آئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی پاکستان ہے، میں نے ان کو سمجھایا کہ نہیں بھائی! حلق کرا لینا افضل ہے، بہت متانت کے ساتھ کہا کہ حلق کروا لینا افضل ہے، دیکھو نا ہم کتنی مسافت طے کر کے آئے ہیں، اللہ کے گھر پر آئے ہیں، تو یہ معمولی چیز ہے؟ یہ گھر کی کھیتی ہے، یہ پھر

ہو جائے گی، تو وہ مجھے کہنے لگے کہ: ''اسلام میں اتنی تنگی نہیں ہے''۔

یہ شیطان نے ہمیں تلقین کر دی ہے کہ اسلام میں تنگی نہیں ہے، جو بھی کرو، بس اسلام میں تنگی نہیں ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بھی مزاج کا تیز ہوں۔ میں نے کہا مرزا غالب کا شعر ہے۔

جسکو ہو جان و دل عزیز، اسکی گلی میں جائے کیوں ہاں! ہاں! نہیں وفا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی!

میں نے کرنل صاحب سے کہا آپ کو کس نے کہا تھا کہ یہاں تشریف لائیں؟ کس نے دعوت دی تھی آپ کو؟ چپ کر کے چلا گیا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علوم نبوت میں حرص

اس معاملے میں لوگ بہت گھپلا کرتے ہیں، اللہ کے بندو! تم اپنا روپیہ خرچ کر کے جاتے ہو، اتنا سفر کر کے جاتے ہو اور جا کر کے وہاں صرف گپیں رہ گئی ہیں، تبدیلی کوئی نہیں آئی، جیسے تھے ویسے ہی آئے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جہاد پر جاتے تھے تو پیچھے اپنے آدمیوں کو کہہ جاتے تھے یعنی اپنے حلقے کے دو تین آدمیوں کو تلقین کر جاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری غیر موجودگی میں جو باتیں ارشاد فرمائیں گے ان کو اچھی طرح محفوظ کر رکھو اور ہمارے واپس آنے کے بعد ان کو ہم سے بیان کرو۔

اصحاب صفہ اور تعلیم قرآن کا شوق

اصحاب صفہ میں ستر آدمی تھے، تعداد ان کی کبھی زیادہ ہو جاتی تھی کبھی کم ہو جاتی تھی، اس وقت ستر آدمی تھے، رات کا وقت ہوتا تو ایک ایک آدمی کے پاس جا کر وہ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور بعض تو ساری رات ہی لگے رہتے تھے، پھر ان میں سے دن کو کچھ لوگ لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے اور ان کو بیچ کر اپنی روٹی چلاتے، کچھ زیادہ ہمت والے تھے تو بکری ذبح کر لیتے اور اسکے ٹکڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر بھی لٹکا دیتے، ان میں سے کچھ میٹھا پانی لینے کیلئے جاتے اور انہی اصحاب صفہ میں سے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، جنہیں کفار نے پکڑ لیا تھا اور مکہ مکرمہ میں ان کو شہید کیا تھا، سولی پر چڑھایا تھا۔

صحیح بخاری میں تفصیل سے پورا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت سے پہلے یہ اشعار پڑھے تھے۔ (صحیح بخاری)

ما ان ابالی حین اقتل مسلما علی ای شق کان للہ مصرعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشا یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ۔ ”مجھے پرواہ نہیں ہے جب کہ مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جائے کہ میں کس کروٹ پر گرتا ہوں یہ محض اللہ کی خاطر ہے وہ اگر چاہے تو بوسیدہ ہڈیوں میں برکت ڈال سکتا ہے“۔

یہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو ان پر بھیج دیا اور کافران کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے ان کا بڑا لمبا واقعہ ہے۔

ستر قراء کی شہادت کا سانحہ

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور دھوکا دہی کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیجئے، جو ہمیں کتاب وسنت کی تعلیم دیں، مقصد دھوکا دینا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ ستر آدمی کر دیئے، ان کو قراء کہا جاتا تھا اور آگے جا کر کے انہوں نے ان تمام صحابہ کو شہید کر دیا، ایک آدمی بھی نہیں بچا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اب ہماری خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تو کوئی پہنچانے والا نہیں ہے، آپ ہی ہماری خبر ان کو پہنچا دیجئے، اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کی شہادت کی خبر پہنچا دی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خبر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو دی اور ان ہی میں حضرت حرام ابن ملحان رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا کا قصہ بھی پیش کیا آیا کہ ایک آدمی پیچھے سے آیا، اس نے آکر ان کو تیر مارا، جو آر پار ہو گیا اور وہاں گر گئے انہوں نے شہادت سے قبل کہا ”فزت ورب الکعبة“ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے شہید ہونے پر جتنا صدمہ ہوا، ہم نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا صدمہ نہیں دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کا قصہ

صحیح بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا قیام بھی عوالی میں تھا، یعنی مدینہ کا بالائی حصہ مدینے سے فاصلے پر کچھ بستیاں تھی ان کو عوالی کہا جاتا تھا وہاں میرا بھی قیام تھا اور ہم نے باری باندھی ہوئی تھی، ایک دن میں اپنے ساتھی کا کام کرتا تھا اور ان کے اونٹ وغیرہ چراتا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اگر کوئی خبر ہوتی تو مجھے بتا دیتے“

کوئی حدیث سنی ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ مجھے آکر کے بتاتے اور دوسرے دن میں جاتا تھا' ان کو بتاتا تھا ایک دن شام کے وقت وہ میرے ساتھی آئے اور میرا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا میں چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلا اور کہنے لگے بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دنوں ہمارے یہاں شہرت تھی کہ ملک شام کا حاکم ہرقل مدینے پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے تو میں نے کہا کہ کیا ہرقل نے چڑھائی کردی ہے؟ وہ صاحب کہنے لگے کہ اس سے بھی بڑا واقعہ ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلا کا قصہ

ایسا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے' مستورات بے چاری کمزور تو ہوتی ہیں' انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائیں گے تو تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مانگنا' میں یہ مانگوں گی' فلاں یہ مانگے' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظرف تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تمام ازواج مطہرات آپ کے گرد جمع ہوگئیں اور اپنے مطالبات پیش کردیئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سال بھر کا خرچ دے دیتے تھے' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ازواج مطہرات سے الگ بالا خانے میں تشریف لے گئے ان کو کچھ نہیں کہا' بالکل خاموش بیٹھے رہے اور لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میرے ساتھی نے مجھے آکر بتایا تو مجھے اپنی لڑکی پر غصہ آیا' میں گیا وہ بیٹھی رو رہی تھی تمام ازواج مطہرات بیٹھی رو رہی تھیں' میں اپنی بیٹی کے پاس گیا' میں نے کہا کہ اب تم کیوں رو رہی ہو؟ یہ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے' کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں طلاق دیدی ہے؟ فرمانے لگیں مجھے معلوم نہیں' بہت لمبا قصہ ہے' تین دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانے پر گئے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک خادم پہرا دے رہا تھا اور اندر جانے کی اجازت مانگی' جب تین دفعہ لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اجازت ہوئی فرماتے ہیں پہلی بات میں نے یہ پوچھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ہے؟ فرمایا نہیں تو! عرض کیا لوگوں میں میں اعلان کردوں؟ فرمایا: کردو! تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہیں سے اعلان کردیا۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

پانچواں خطبہ

حج اور اس کے تقاضے

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

حج اسلام کا وہ عظیم الشان رکن ہے جس کے ہر ہر پہلو سے عشق خداوندی اور محبت ایزدی کا اظہار ہوتا ہے حج کا سفر سیر وتفریح نہیں بلکہ بندہ کی جانب سے جذبہ عاشقی کا بھرپور مظاہرہ ہے۔ حاجی احرام باندھ کر گویا اعلان کرتا ہے کہ اب وہ دنیوی علائق سے آزاد ہوکر اپنے محبوب حقیقی سے وصال کیلئے رخت سفر باندھ چکا ہے۔ اب اس کی زبان پر ایک ہی رٹ ہے۔ ''لبیک اللھم لبیک'' (اے پروردگار میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر دیوانہ وار بیت اللہ شریف کا طواف کرکے اپنے جذبہ عشق کو سکون عطا کرتا ہے اسی طرح اسے حکم ہے کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان عاشقانہ ناز و انداز سے سعی کرے۔ پھر یہی عشق اسے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں لے جاتا ہے۔ بالآخر وہ بارگاہ ایزدی میں قربانی کرکے گویا اپنی جان کا نذرانہ محبوب کی خدمت میں پیش کردیتا ہے۔ الغرض سفر حج کا ہر لمحہ عشق و محبت کا آئینہ دار اور بندہ کی جانب سے محبوب حقیقی سے سچی انسیت کا کھلا مظاہرہ ہے۔ اسی لئے اس عبادت کے فضائل بھی بہت عظیم الشان ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے (مشکوٰۃ شریف) دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی اور فسق و فجور نہ کرے تو وہ حج کرکے اس طرح (گناہوں سے پاک ہوکر) لوٹے گا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے (الترغیب والترہیب) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے جواب دیا اللہ پر ایمان لانا پھر جہاد اور پھر حج مقبول جو (بقیہ) سارے اعمال پر اتنے درجہ فضیلت رکھتا ہے جو سورج کے طلوع و غروب کے درمیان ہے۔ (احمد طبرانی الترغیب) ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے کہ حج گناہوں کو اس طرح دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کچیل کو صاف کردیتا ہے۔ (طبرانی، الترغیب) ان کے علاوہ بھی

بہت سی احادیث وآثار حج کی فضیلت وعظمت پر دال ہیں۔ جن سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ اس اہم ترین عبادت کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

سفر حج کی اصل روح پورے سفر کے دوران خاص طور پر منکرات وفواحش سے کلی اجتناب کرنا ہے حتیٰ کہ اس سفر میں بہت سے ایسے امور بھی ناجائز قرار دیئے جاتے ہیں جو سفر سے پہلے جائز ہوتے ہیں مثلاً بیوی سے بے حجابی کی باتیں کرنا' زیب وزینت کرنا وغیرہ' دراصل حج کی قبولیت کا مدار انہی ہدایات کی پیروی کرنے پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ ''اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ'' الخ (بقرہ)

''حج کے چند مہینے ہیں معلوم پھر جس شخص نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانے میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اسکو جانتا ہے''۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مقولہ ہے جس حج میں بے حیائی کا کام کیا اس نے گویا اپنے حج کو فاسد کردیا (احیاء العلوم) یعنی اگر چہ اس کا فرض ادا ہو گیا لیکن قبولیت حاصل نہ کرسکا۔ حج میں یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جبکہ یہ عبادت خالصۃ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کیلئے ادا کی جائے۔ اگر اس میں کوئی اور غرض شامل ہوگی یا منکرات سے بچنے کا اہتمام نہ ہوگا تو صحیح معنی میں حج کی غرض حاصل نہ ہوگی۔

یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ آج کل حج جیسی پر عظمت عبادت میں ریا کاری' شہرت طلبی' اسراف اور منکرات پر مبنی رسمیں جگہ پکڑتی جارہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری طرح صادق آرہی ہے کہ آخری زمانہ میں چار طرح کے لوگ حج کریں گے۔ بادشاہ تفریح کی غرض سے' امراء تجارت کے مقصد سے' فقراء بھیک مانگنے کیلئے اور قراء اور علماء شہرت طلبی کیلئے۔ (احیاء العلوم) یہ غیر شرعی التزامات حاجی کے سفر پر جانے سے کافی دنوں پہلے سے شروع ہوجاتے ہیں۔ حاجی کو طول طویل دعوتیں ہوتی ہیں۔ کہیں کہیں قوالی کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی ہیں اور بجائے اس کے کہ احکام حج کو سیکھا جائے اور آتش شوق میں اضافہ کیا جائے۔ فضول ملاقاتوں میں وقت ضائع کیا جاتا ہے پھر جانے والے دن سارے خاندان کے افراد مرد وعورت جمع ہوتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک ایک حاجی کو ائیر پورٹ تک چھوڑنے کیلئے پچاسوں افراد جاتے ہیں جن میں بے پردہ عورتیں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی شامل ہوتے ہیں اور ائیر پورٹ پر وہ شور وغوغا' فوٹو گرافی اور بے حجابی کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ

الامان الحفیظ ایک میلہ لگا رہتا ہے جس میں عبادت کا جذبہ برائے نام اور سیر وتفریح اصل مقصود ہو جاتی ہے حاجی کو پھولوں سے لاد کر اس کے ساتھ تصاویر کھنچوائی جاتی ہیں اور بعض لوگ تو باقاعدہ ''ویڈیو فلم میکر'' کو ساتھ لے کر جاتے ہیں جو ان سب مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرنے کا ''فرض'' انجام دیتا ہے۔ گویا پہلے ہی مرحلے میں اللہ رب العزت کی نافرمانی سامنے آتی ہے اور حج کے سفر کی روح نکال دی جاتی ہے۔ پھر بہت سے لوگ حج کے ارکان کی ادائیگی کے وقت بھی جائز وناجائز کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتے۔ بیت اللہ شریف میں حجر اسود کے بوسہ کیلئے اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ مرد وعورت کا امتیاز ولحاظ باقی نہیں رہتا عورتیں بے حیائی کے ساتھ غیر مردوں کے درمیان گھس جاتی ہیں اور مرد بھی بے محابا اجنبی عورتوں پر گرے پڑتے ہیں جبکہ اس طریقہ پر معصیت کر کے حجر اسود کا استلام ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ کیونکہ اگر بوسہ لینے کا موقع نہ ہو تو دور سے اشارہ کر کے ہاتھ چوم لینے سے بھی بعینہ وہی ثواب ملتا ہے تو گناہ کے ارتکاب سے کیا فائدہ؟ اس مقدس اور مبارک مقام پر اس بے حیائی کا اظہار حد درجہ مذموم اور قابل ترک ہے۔ حج کے ہر ہر لمحہ میں اس طرح کے بے حیائی کے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے اللہ کا شکر ہے کہ حکومت سعودیہ کی توجہ سے حرم نبوی مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا) میں زیارت کیلئے مردوں اور عورتوں کے الگ الگ اوقات مقرر کر دینے سے وہاں بے محابا اختلاط سے نجات مل گئی ہے۔ خدا کرے مسجد حرام میں بھی اس طرح کی کوئی شکل نکل آئے تو اس عموم بلوی سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اپنی نظر کی حفاظت میں لوگ بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے کہ انسان وہاں جا کر بھی اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

پھر جوں جوں واپسی کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ بہت سے حجاج اپنا مابقیہ وقت طواف و زیارت سے زیادہ حرم کے بازاروں اور جدہ کی مارکیٹوں میں گزارنے لگتے ہیں اور وقت کو غنیمت نہ جان کر احباب اور رشتہ داروں کیلئے تحفہ تحائف خریدنے میں مصروف ہوتے ہیں جو بجائے خود نہایت بے حسی اور محرومی کی بات ہے، گھر والوں کیلئے تحفے لانا یا خرید وفروخت ممنوع نہیں لیکن اس میں وقت کا ضرورت سے زیادہ ضیاع جذبہ حج کے منافی ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔

اس کے بعد جب حاجی فریضہ حج ادا کر کے وطن واپس ہوتا ہے تو پہلے ہی سے اس کے استقبال کیلئے ائیر پورٹ پہنچنے والے رشتہ دار (جن میں مرد وعورت سب شامل ہوتے ہیں)

معصیت اور نافرمانی کی چیزیں، فوٹو اور ویڈیو کیمرے اسی طرح پھولوں اور نوٹوں کے ہار لئے تیار رہتے ہیں اور اطاعت خداوندی کا عہد کر کے لوٹنے والا حاجی آتے ہی ان معاصی میں مبتلا ہو کر قبولیت دعا کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ حجاج سے گھر لوٹنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے پہلے دعا کراؤ۔ پھر گھر آ کر جو رسمیات اپنائی جاتی ہیں وہ سب بھی حج کی روح سے میل نہیں کھاتیں۔امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ”حج مبرور و مقبول کی نشانی یہ ہے کہ حاجی دنیا سے بے رغبت، آخرت کی یاد میں مستغرق اور دوبارہ زیارت حرمین شریفین کا شوق لے کر لوٹے۔اگر یہ جذبات نہیں ہیں تو سمجھ لے کہ اس کا حج مبرور نہیں ہے“۔(احیاء العلوم)

ہونا یہ چاہئے کہ حج، انسان کے اعمال میں انقلاب، اطاعت کی توفیق اور معاصی سے مکمل احتراز کا ذریعہ بن جائے تبھی سفر حج کا واقعی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

چھٹا خطبہ

زائرین حرم کی خدمت میں

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری مدظلہ

حج مبرور رحمت خداوندی سے مستفید ہونے کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ ''**والحج المبرور لیس له الجزاء الاالجنة**'' (الترغیب والترہیب) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اس طرح حج کرے کہ اس میں کوئی گناہ کا کام اور بے حیائی کی بات نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوکر واپس ہوتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (البخاری)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حج کیا کرو کیونکہ حج انسان کے گناہوں کو اس طرح دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔ (الترغیب والترہیب) ایک اور روایت میں ہے کہ حاجی کی مغفرت کی جاتی ہے اور حاجی جس کیلئے مغفرت چاہتا ہے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب) علامہ منذریؒ نے الترغیب والترہیب میں طبرانی اور مسند بزار کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منی کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی اور ایک ثقفی صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم کچھ پوچھنے کی غرض سے آئے ہیں۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان سوالات کی خبر دے دوں جنہیں تم معلوم کرنے آئے ہو؟ اور چاہو تو خاموش رہوں اور تم خود سوال کرو؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہی ارشاد فرمائیے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ باتیں پوچھنے آئے تھے۔ (۱) بیت اللہ کی طرف جانے کا کیا ثواب ہے؟ (۲) طواف کے بعد کی دو رکعتوں کا کیا اجر ہے؟ (۳) صفا و مروہ کی سعی کا کیا بدلہ ہے؟ (۴) وقوف عرفہ کی کیا جزاء ہے (۵) کنکری مارنے پر کیا اجر ملتا ہے؟ (۶) اور قربانی کرنے سے انسان کس ثواب کا مستحق ہوتا ہے؟ یہ سن کر ان دونوں صحابیوں نے

فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے ہم یہی سوال کرنے حاضر ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے گھر سے مسجد حرام کے قصد سے چلتے ہو تو تمہاری سواری کے قدم قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور تمہاری ایک غلطی معاف کی جاتی ہے اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں کا اجر بنی اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا و مروہ کی سعی کا ثواب ۷۰ غلاموں کو آزاد کرنے کے مثل ہے اور تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا تو اس دن اللہ رب العزت آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے پراگندہ بالوں والے بندے دنیا کے کونے کونے سے میری جنت کی امید لگا کر میرے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا ان کے گناہ اگرچہ ریت کے ذرات، بارش کے قطرات اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں پھر بھی میں انہیں بخش دوں گا۔ پس اے میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے واپس جاؤ۔ تم بھی بخش دیئے گئے اور جس کیلئے تم نے بخشش کی سفارش کی ان کی بھی مغفرت کردی گئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ: تمہارا شیطان کو کنکری مارنا تو ہر کنکری کے بدلے میں کسی بڑے گناہ کی مغفرت ہوتی ہے اور تمہارا قربانی کرنا تو اس کا ثواب آخرت کے ذخیرہ میں جمع کیا جاتا ہے اور احرام کھولتے وقت تمہارا سر منڈانا تو ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک برائی مٹائی جاتی ہے اور جب تم اس کے بعد طواف کرتے ہو تو تم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوتے ہو اور ایک فرشتہ تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ اب آئندہ کیلئے از سرنو اعمال کر، گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

الغرض اعمال و مناسک حج کا اس قدر ثواب ہے کہ اس کو کسی عدد میں محصور نہیں کیا جا سکتا یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی عظیم عبادت عطا فرمائی ہے۔ اس عظیم الشان نعمت کا حق یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کی انجام دہی کی سعادت ملے وہ پوری طرح آداب و شرائط اور سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے مناسک کو انجام دیں۔ آج گو کہ پہلے زمانہ کے مقابلہ میں حجاج کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن تعداد کے اضافہ کے ساتھ ساتھ شوق و ذوق اور واقعی جذبہ عشق و محبت میں کمی واقع ہوتی جارہی ہے۔ عام طور پر اس کوتاہی کی تین وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حج میں جیسا حلال وطیب مال لگنا چاہیئے وہ نہیں لگایا جاتا۔ حالانکہ حج کی قبولیت کیلئے نفقہ طیب اولین شرط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب

حاجی مال حلال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور تلبیہ پڑھتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ **لبیک وسعدیک** ' تیرا توشہ حلال ہے' تیری سواری بھی حلال ہے اور تیرا حج مقبول اور گناہوں سے دور ہے۔ اسکے برخلاف جب کوئی شخص حرام اور مشتبہ مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے تو منادی کہتا ہے کہ **لالبیک ولاسعد یک** تیرا توشہ حرام' تیرا خرچہ حرام اور تیرا حج غیر مقبول اور موجب گناہ ہے۔ (الترغیب والترہیب) اس لئے خاص طور پر حج میں حرام اور مشتبہ رقم لگانے سے احتراز ضروری ہے۔

دوسری بڑی کوتاہی جو معاشرہ میں شدت کے ساتھ رائج ہو رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اب حج کو ریا اور نمود اور شہرت وسمعت کا عنوان بنالیا گیا ہے۔ بلکہ میں تو آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ اب حاجیوں کو الوداع اور خوش آمدید میں وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ۔ حجاج کی آمدورفت کے دنوں میں ہوائی اڈوں پر مردوں اور عورتوں کے اختلاط' وڈیو کیمروں' پھولوں کے گجروں اور تصاویر کشی کے مکروہ مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دنیوی میلہ لگ رہا ہے۔ اسی طرح حجاج کی واپسی پر بڑی بڑی پر تکلف دعوتوں کا چلن ہو گیا ہے۔ یہ چیزیں اخلاص کے منافی ہیں اور حج کی روح کے خلاف ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرانے کجاوہ اور ایک پرانی چادر پر حج فرمایا۔ جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے اللہ میں ایسے حج کو چاہتا ہوں جس میں کوئی ریا کاری اور شہرت کا جذبہ نہ ہو۔ (الترغیب والترہیب)

تیسری اہم چیز جس کی طرف توجہ ضروری ہے وہ ارکان ومناسک حج سے واقفیت حاصل کرنا ہے اس سلسلہ میں نہایت کوتاہی ہوتی ہے اور بسا اوقات مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حج فاسد یا دم واجب ہوتا ہے اور لاعلمی کی بناء پر احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شریعت پر عمل کئے بغیر قبولیت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اس لئے ارکان حج کی واقفیت انتہائی ضروری امر ہے حج پر لکھی ہوئی کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کرنا اور واقف کار علماء سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان امور کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے اور باادب حاضری کی سعادت سے نوازے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ساتواں خطبہ

حج اور قربانی کی حقیقت

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حج درحقیقت خدا کے سامنے اس سرزمین میں حاضر ہو کر جہاں اکثر نبیوں رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے حاضر ہو کر اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا اعتراف کیا اپنی فرمانبرداری و اطاعت کا عہد واقرار ہے اور ان مقامات میں کھڑے ہو کر اور چل کر خدا کی بارگاہ میں اپنی سیاہ کاریوں سے توبہ کرنا اور اپنے روٹھے ہوئے مولیٰ کو منانا ہے تا کہ وہ ہماری طرف پھر رجوع ہو کہ وہ اپنے تائب گنہگاروں کی طرف رجوع ہونے کیلئے ہر وقت تیار ہے وہ رحم وکرم لطف وعنایت کا بحر بیکراں ہے۔

یہی سبب ہے کہ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے اور رجو مومن اس دن (یعنی عرفہ کے دن) احرام کی حالت میں گزارتا ہے اس کا سورج جب ڈوبتا ہے تو اسکے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔

صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ عرفہ کے دن سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں خدا اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کرتا ہو۔ وہ اس دن اپنے بندوں سے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: جو انہوں نے مانگا وہ ہم نے قبول کیا۔

موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ بدلہ کے دن کے سوا عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کسی دن ذلیل ورسوا اور غضبناک نہیں ہوتا کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سی حدیثیں ہیں جن میں مخلصانہ حج کرنے والوں کو رحمت اور مغفرت کی نوید سنائی گئی ہے یہ تمام حدیثیں درحقیقت اسی دعاء ابراہیمی "**وارنا مناسکنا وتب علینا**" (اور ہمارے حج کے دستور کو سوجھا اور ہماری توبہ قبول فرما) کی تفسیریں ہیں۔

ان تمام بشارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج درحقیقت توبہ اور انابت ہے اسی لئے احرام

باندھنے کے ساتھ ''لبیک اللھم لبیک'' (خداوند میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کا ترانہ دم بدم اس کی زبان سے بلند ہونے لگتا ہے طواف میں' سعی میں' کوہ صفا پر' کوہ مروہ پر' عرفات میں' مزدلفہ میں' منٰی میں ہر جگہ جو دعائیں مانگی جاتی ہیں انکا بڑا حصہ توبہ اور استغفار کا ہوتا ہے اور اس بناء پر کہ ''التائب من الذنب کمن لاذنب لہ'' گناہ سے بصدق دل توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ جس کا گناہ نہیں ہے اس لئے حج مبرور کرنیوالوں کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

گو کہ توبہ سے ہر جگہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔اس لئے کعبہ اور عرفات کی کچھ تخصیص نہیں' لیکن حج کے مشاعر' مقامات اور ارکان اپنے گونا گوں تاثرات کی بنا پر دوسرے فوائد و برکات کے علاوہ جو یہاں کے سوا اور کہیں نہیں' صدق توبہ کیلئے بہتر سے بہتر موقع پیدا کرتے ہیں ان مقامات کا جو تقدس اور عظمت ایک مسلمان کے قلب میں ہے اس کا نفسیاتی اثر دل پر بڑا گہرا پڑتا ہے۔

وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر رحمتوں کا نزول اور انوار الٰہی کی بارش ہوئی' وہ ماحول وہ فضا' وہ تمام گنہ گاروں کا ایک جگہ اکٹھا ہو کر دعا و زاری' فریاد و بکا اور آہ و نالہ' وہ قدم بقدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد جہاں خدا اور اس کے برگزیدہ بندوں کے بیسیوں ناز و نیاز کے معاملات گزر چکے ہیں دعا اور اس کے تاثر اور اس کے قبول کے بہترین مواقع ہیں۔ جہاں حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا کی' جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اپنی اولاد کیلئے دعا مانگی۔ جہاں حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اپنی پناہ ڈھونڈی جہاں دوسرے پیغمبروں نے دعائیں کیں۔ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنے اور اپنی امت کیلئے دعائیں مانگیں۔

وہی مقامات وہی مشاہد اور دعاؤں کے وہی ارکان ہم گنہگاروں کی دعا ہے مغفرت کیلئے کس قدر موزوں ہیں کہ پتھر سے پتھر دل بھی ان حالات اور ان مشاہد کے درمیان موم بننے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور انسان اس ابر کرم کے چھینٹوں سے سیراب ہو جاتا ہے۔ جو وقتاً فوقتاً یہاں برگزیدگان الٰہی پر عرش الٰہی سے برستا رہا ہے اور ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است۔

انسان کی نفسیت (سائیکالوجی) یہ ہے اور روزمرہ کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی بڑے اور اہم تغیر کیلئے ہمیشہ زندگی کے کسی موڑ اور حد فاصل کی تلاش کرتا ہے جہاں پہنچ کر اس کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے دو ممتاز حصے پیدا ہو جائیں اسی لئے لوگ اپنے تغیر کیلئے جاڑا'

گرمی یا برسات کا انتظار کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ شادی کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد یا تعلیم سے فراغت کے بعد یا کسی نوکری کے بعد یا کسی بڑی کامیابی یا کسی خاص مہم یا سفر کے بعد یا کسی سے مرید ہو جانے کے بعد بدل جاتے ہیں یا اپنے کو بدل لینے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ یہ ان کی زندگی کے اہم واقعات اور سوانح ان کی اگلی اور پچھلی زندگی میں فصل اور امتیاز کا خط ڈال دیتے ہیں جہاں سے ادھر یا ادھر مڑ جانا ممکن ہو جاتا ہے۔

حج درحقیقت اسی طرح انسان کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب اپنی زندگی کو پھیر دینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے یہاں سے انسان اپنی پچھلی زندگی جیسی بھی ہو اس کو ختم کر کے نئی زندگی شروع کرتا ہے ان بابرکت مقاموں پر حاضر اور وہاں کھڑے ہو کر جہاں جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور خاصان الٰہی کھڑے ہو کر خدا کے گھر کے سامنے قبلہ کے روبرو، جو اس کی نمازوں اور عقیدتوں اور مناجاتوں کی غائبانہ سمت ہے، اپنی پچھلی زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار وہ اثر پیدا کرتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف زندگی کا رخ بدل دیتا ہے اور زندگی کا گزشتہ باب بند ہو کر اس کا دوسرا باب کھل جاتا ہے۔

بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ اس کے بعد اپنے نئے اعمال کیلئے نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا "**من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه**" "جس نے خدا کیلئے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہ کی اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا) یعنی ایک نئی زندگی ایک نئی حیات اور نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابیاں شامل ہوں۔

ملت ابراہیمی کی اصل بنیاد قربانی تھی اور یہی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصل خصوصیت تھی اور اسی امتحان اور آزمائش میں پورے اترنے کے سبب سے وہ اور ان کی اولاد ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال کی گئی۔

لیکن یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی، بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی۔ یہ ماسوا اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی خدا کی راہ میں تھی۔ یہ اپنی عزیز ترین متاع کو خدا کے سامنے پیش کر دینے کی نذر تھی۔ یہ خدا کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا بے مثال منظر تھا جس کو پورا کئے بغیر دنیا کی پیشوائی اور آخرت کی نیکی نہیں مل سکتی یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کر دینا نہ تھا بلکہ خدا کے سامنے اپنے تمام جذبات اور خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی

تھی اور خدا کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور مرضی کو معدوم کر دینا تھا اور جانور کی ظاہری قربانی اس اندرونی نقش کا ظاہری عکس اور اس خورشید حقیقت کا ظل مجاز تھا۔

اسلام قربانی ہے

اسلام کے لفظی معنی اپنے کو دوسرے کے سپرد کر دینا اور طاعت اور بندگی کیلئے گردن جھکا دینا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس ایثار وقربانی سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان باپ بیٹوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کو صحیفہ محمدی میں اسلام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا۔

''جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل اسلام لائے (یا فرمانبرداری کی یا اپنے کو خدا کے سپرد کردیا) اور ابراہیم نے اپنے بیٹے (اسماعیل) کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا اور کون ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو پسند نہ کرے گا۔ لیکن وہ جو خود بیوقوف بنے ہم نے اس کو دنیا میں مقبول کیا اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا جب اس کے رب نے اس سے کہا کہ اسلام لا (یا فرمانبرداری کر یا اپنے کو سپرد کردے) تو اس نے کہا میں نے پروردگار عالم کی فرمانبرداری کی (یا اپنے کو اس کے سپرد کردیا)

الغرض ملت ابرہیمی کی حقیقت یہی اسلام ہے کہ انہوں نے اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سونپ دیا اور اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکا دیا' یہی اسلام کی حقیقت ہے اور یہی ابراہیم ملت ہے اور اسی بار امانت کو اٹھانے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے کہ ان کی نسل میں اس بوجھ کو اٹھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہیں اور بالآخر ان کی نسل میں وہ امین پیدا ہوا جو اس کی امانت کو لے کر تمام دنیا پر وقف عام کردے چنانچہ دعا فرمائی تو یہ فرمائی۔

ترجمہ۔ ''ہمارے پروردگار ہم کو مسلمان (یا اپنا فرمانبردار بنا) اور ہماری نسل سے ایک مسلمان (یا اپنی فرمانبردار) جماعت بنا اور ہم کو مناسک (حج کے دستور) بتا اور ہم کو معاف کردے بے شک تو معاف کرنیوالا اور رحم کرنے والا ہے۔

ہمارے پروردگار! اس میں اپنا ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک اور صاف کرے تو غالب اور حکمت والا ہے''۔

یہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' یہ کتاب قرآن پاک تھی یہ حکمت سینہ محمدی کا خزانہ علمی وعملی تھا اور یہ مناسک اسلام کے ارکان حج تھے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

آٹھواں خطبہ

حج کے انعامات

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

اسلام کے ارکان میں سے پانچواں اور آخری رکن حج بیت اللہ ہے۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔

(۱) ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دینا یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور نبی برحق ہیں۔

(۲) پانچ وقت کی نماز قائم کرنا۔ (۳) رمضان مبارک کے روزے رکھنا۔

(۴) مالداروں کیلئے جو صاحب نصاب ہوں' اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۵) اور پانچواں رکن ہے حج بیت اللہ' یعنی بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

فرضیت حج

حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور یہ اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کی طاقت رکھتا ہو' جو شخص طاقت نہیں رکھتا اس پر حج فرض نہیں اور جو شخص ایک مرتبہ حج کرلے اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہیں' حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

ترجمہ۔ ''ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج بیت اللہ کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا' تو حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حج صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے' یا ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' یہاں تک کہ جب اس نے تین بار سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا' اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال فرض ہے تو ہر سال فرض ہوجاتا پھر تم اس کو نہ کرسکتے' پھر فرمایا صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے''۔

شیخ بنوریؒ کے حج وعمرے

بہرحال حج عمر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے یوں اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہمیشہ حج کیلئے جانا چاہئے اور بار بار جانا چاہئے، ہمارے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سال میں دو مرتبہ حرمین شریفین تشریف لے جاتے تھے ایک مرتبہ رمضان میں عمرہ کیلئے اور دوسری مرتبہ حج کے موقع پر اور پھر فرماتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کیوں جاتا ہوں، نہ طواف کرسکتا ہوں، نہ کوئی عمل کرسکتا ہوں، بس بیٹھا بیت اللہ شریف کو دیکھتا رہتا ہوں، چونکہ حضرتؒ کو گھٹنوں میں تکلیف رہتی تھی اس لئے زیادہ طواف اور عمرے نہیں کرپاتے تھے اور کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہم بیٹری چارج کرنے کیلئے جاتے ہیں، یہ بیٹری کون سی تھی؟ دل کی، روحانیت کی، ایمان ویقین کی اور تعلق مع اللہ کی۔

تجلیات الٰہی کا مرکز

بیت اللہ شریف تجلیات الٰہیہ کا مرکز ہے اور رحمت خداوندی کی تقسیم کا مرکز ہے، روزانہ ایک سوبیس رحمتیں بیت اللہ پر نازل ہوتی ہیں اور دنیا میں جتنی رحمتیں اور جتنی برکتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں وہ بیت اللہ پر اترتی ہیں اور پھر وہاں سے پورے عالم میں تقسیم ہوتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ظاہری اور باطنی سعادتوں کا مرکز بنایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ الخ'' (بقرہ) ''اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور مقام امن ہمیشہ سے مقرر رکھا) نامعلوم مشرق ومغرب سے، جنوب وشمال سے، کس کس خطے سے لوگ دیوانہ وار لبیک لبیک پکارتے ہوئے آرہے ہیں، جیسے پروانے شمع پر ٹوٹتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ حرمین شریفین جانے کا اتفاق تو ہمیشہ ہوتا ہے لیکن اس مرتبہ چار باتیں ذہن میں آئیں جن کو میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

روحانی طور پر دلوں کا مقناطیس

ایک بات ذہن میں آئی اور میں اس کو عطیہ الٰہی سمجھتا ہوں، گویا وہاں سے انعام ملا ہے کہ ساری دنیا جو یہاں کھنچ کھنچ کر جمع ہورہی ہے تو آخر کیوں جمع ہورہی ہے؟ بیت اللہ شریف کا ایک تو ظاہری نقشہ ہے کہ پتھروں کی عمارت ہے، جن میں سیمنٹ لگایا ہوا ہے، نہ سنگ مرمر ہے نہ کوئی اور ظاہری زینت کی چیز ایسی ہے جو لوگوں کیلئے موجب کشش ہو، موٹے موٹے پتھروں

کی عمارت' یہ بیت اللہ ہے' اوپر سیاہ غلاف پڑا ہوا ہے اس میں کوئی مادی کشش نہیں ہے کہ لوگ اس کی چمک دمک کو دیکھنے کیلئے آئیں' جیسے تاج محل کو دیکھنے کیلئے جاتے ہیں یا کسی اور خوبصورت عمارت کو دیکھنے کیلئے جاتے ہیں۔ وہاں کوئی ظاہری' مادی کشش اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی' لیکن باطنی اور روحانی طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کو دلوں کا مقناطیس بنایا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اس طرح بیت اللہ قلوب کو اپنی طرف کھینچتا ہے' چنانچہ تمام اہل ایمان کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے اللہ کے گھر پہنچ جائیں' کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جس کے دل میں یہ تمنا اور یہ آرزو چٹکیاں نہ لیتی ہو اور جس دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کی تمنا نہیں اور جس شخص کے دل میں یہ تڑپ نہیں ہے وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہی نہیں' چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرضیت حج کا اعلان فرمایا: ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ الخ'' (آل عمران) ''اور لوگوں کے ذمے ہے اللہ کی رضا کی خاطر اس بیت اللہ کا حج کرنا جو شخص یہاں پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو) تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ''وَمَنْ كَفَرَ الخ'' (آل عمران) ''اور جو کفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے جہان والوں سے' اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ نے حج کیلئے نہ آنے کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس شخص کو حج کرنے سے نہ فقر و فاقہ مانع تھا' نہ ظالم حاکم مانع تھا' نہ کوئی روکنے والی بیماری مانع تھی' اس کے باوجود وہ حج کیے بغیر مر گیا تو (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں) چاہے وہ یہودی ہو کر مرے' چاہے نصرانی ہو کر مرے''۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ (مشکوۃ)

تو میں نے کہا کہ ہر مومن کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں لیتی ہے کہ کسی طرح اللہ کے گھر پہنچے اور یہ تقاضائے ایمان ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آتا تو پھر کہنا چاہئے کہ اس کا ایمان ہی صحیح نہیں' تو بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت عطا فرمائی ہے' میں نے کہا کہ وہاں کوئی مادی کشش نہیں ہے کہ وہاں ظاہری طور پر کوئی نظارہ قابل دید ہو' وہاں دلچسپ مناظر ہوں' لیکن باطنی کشش اللہ تعالیٰ نے ایسی رکھی ہے کہ ہر آدمی کا جی چاہتا ہے کہ بیت اللہ سے لپٹ جائے اور لپٹ کر جتنا رو سکتا ہے روئے' چنانچہ حکم بھی ہے لپٹنے کا' اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو ملتزم سے لپٹا جائے' بیت اللہ شریف کے دروازے اور حجر اسود کے کونے کا درمیان کا جو حصہ ہے یہ ملتزم کہلاتا ہے' ملتزم کے معنی ہی یہ ہیں ''لپٹنے کی جگہ'' کسی اور جگہ نہیں لپٹنا چاہئے کہ ادب کے خلاف

ہے وہاں اپنے جذبات پر نہیں بلکہ آئین ادب پر عمل کرنا ہے یہ نہیں کہ جہاں چاہو بیت اللہ سے لپٹے رہو یہ ادب کے خلاف ہے لپٹنے کی جگہ ملتزم کو بنادیا اور دوسری جگہ میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر وہاں لپٹ جاؤ الغرض کسی کو وہاں پہنچنے کی بیت اللہ کی زیارت کی اور ملتزم پر لپٹنے کی توفیق ہو جائے تو اس سے بڑی کیا سعادت ہوگی؟ ایک عارف کا قول ہے:

نازک بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است   افتم بپائے خویش کہ بہ کویت رسیدہ است

ہزار بار بوسہ دہم من دست خویش را   کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

ترجمہ۔ ''مجھے اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ انہوں نے تیرا جمال دیکھ لیا ہے میں اپنے پاؤں پر گرتا ہوں کہ چل کر تیرے کوچہ میں پہنچ گئے اور میں ہزار بار اپنے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوں کہ انہوں نے تیرے دامن کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ہے۔

لیلائے کعبہ کی محبوبیت

لیلائے کعبہ میں اللہ نے ایسی محبوبیت اور ایسی کشش رکھی ہے کہ لوگ اس پر دیوانہ وار ٹوٹتے ہیں چاہتے ہیں کہ کسی طرح بیت اللہ تک پہنچ جائیں وہاں پہنچ کر بھی (کیونکہ بھیڑ ہوتی ہے) جس خوش قسمت کو چمٹنے کا موقع نصیب ہو جائے اس کا جی پھر یہ نہیں چاہتا کہ بس کرے پیچھے ہٹ جائے۔لوگ اس کو پیچھے سے ہٹاتے ہیں کہ میاں دوسروں کو بھی موقع دو لیکن وہ ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتا یہ چیز اللہ تعالیٰ نے وہاں رکھی ہوئی ہے؟ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے کیا مقناطیس بھرا ہوا ہے؟ لوگ یہ سب کچھ محض دیکھا دیکھی تو نہیں کرتے یہ کیا بات ہے کہ میرے جیسا سنگ دل آدمی بھی جو باہر سے ہنستا کھیلتا چلا آتا ہے لیکن جوں ہی بیت اللہ شریف کے پردے کو پکڑتا ہے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے لوگوں کو وہاں روتے ہوئے دھاڑیں مارتے ہوئے چلاتے ہوئے دیکھا ہوگا۔تو ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ نے مرکز ایمان اور دلوں کا مقناطیس بنایا ہے جیسے ہمارے حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ بیٹری چارج کرنے کیلئے وہاں جاتے ہیں اپنے ایمان کو اس جنریٹر کے ساتھ لگا دو دل کو اس کے ساتھ جوڑ دو دل کی بیٹری چارج ہو جائے گی دل ایمان سے بھر جائے گا عشق الٰہی سے دل کی انگیٹھی روشن ہو جائیگی اور جاذبہ عشق و محبت تمہیں ملاء اعلیٰ کی طرف کھینچ لے گا۔

اللہ کی بڑائی وکبریائی کا احساس

دوسری بات سمجھ میں آئی کہ یہاں بڑوں کو بھی دیکھا چھوٹوں کو بھی دیکھا کہ سب ایک لائن میں لگے ہوئے ہیں' وہاں پہنچ کر بڑے سے بڑے کی بڑائی کا شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے اور سب کو اپنے ہیچ در ہیچ اور لاشی ہونے کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔اور اپنا بندہ محض ہونا کھل جاتا ہے ہمارے ایک دوست کراچی میں بھی ملتے رہتے ہیں' حرم شریف میں میرے پاس آبیٹھے تو انہوں نے میرے بارے میں کوئی ایسی بات کہی' میں نے کہا بھائی یہاں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہے' وہاں پہنچتے ہی بڑوں کی بڑائی کافور ہو جاتی ہے' وہاں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی کا ایسا احساس ہوتا ہے کہ اپنے وجود سے شرم آنے لگتی ہے' وہاں شاہوں کو دیکھا' گداؤں کو دیکھا' عابدوں کو دیکھا' نیکوں کو دیکھا' بدوں کو دیکھا کہ سب کے سب دامن دل پھیلائے گڑگڑا رہے ہیں' اسی در پر انبیاء علیہم السلام بھی اپنا ماتھا رگڑ رہے ہیں اور ہم جیسے سیاہ کار اور گناہ گار بھی' ایک فقیر بے نوا بھی وہاں دست سوال دراز کرتا ہے اور بارگاہ صمدیت سے بھیک مانگتا ہے (اے گھر کے مالک) کہہ کر کے اسے پکارتا ہے اور ہارون الرشید جیسا مطلق العنان خلیفہ وبادشاہ بھی وہاں پہنچ کر گدائے گدایان بن جاتا ہے اور بھکاریوں کی طرح لپک لپک کر مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ ''یارب البیت'' وہاں پہنچ کر مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ بس یہی ایک بارگاہ عالی' داتا کا دربار ہے۔

داتا صرف اللہ تعالیٰ ہیں

وہی ایک دینے والا ہے' باقی سب کے سب بھیک منگتے ہیں' سب کے سب ایک گھر کے بھکاری ہیں' الغرض وہاں بڑے اور چھوٹے کا امتیاز اٹھ جاتا ہے' وہاں شاہ وگدا کا سوال نہیں رہتا' وہ ایک دینے والا رب ہے' باقی سب لینے والے بندے ہیں' وہ ایک داتا ہے' باقی سب کے سب اس کی بارگاہ کے اس کے دروازے کے سوالی ہیں' فقیر ہیں' چنانچہ ارشاد ہے'' **یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ الخ**'' (فاطر ۱۵) ''اے لوگو تم سب کے سب اللہ کی طرف فقیر ہو اور اللہ غنی ہے لائق حمد ہے) فقیر اس کو کہتے ہیں جو محتاج ہو' اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہیں کسی چیز میں کسی کے محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ساری کائنات' ہر آن اور ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے' اپنے وجود میں بھی' اپنی بقاء میں بھی اور اپنی تمام ضروریات میں بھی' دنیا وآخرت کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں بندے اللہ تعالیٰ کے محتاج نہ ہوں اور کوئی شر ایسا نہیں جس کے دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہ ہوں

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ" اے لوگو تم سب کے سب فقیر ہو اللہ کی طرف، تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کے سب خالی ہاتھ ہو، "وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ" اور تنہا اللہ تعالیٰ ہی غنی ہیں، حمید ہیں، اس کے سوا کوئی غنی نہیں، ہم لوگ حقیقت ناشناس ہیں، یوں ہی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں، کبھی ادھر بھاگتے ہیں، کبھی ادھر بھاگتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ کی حکایت

شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک مانگنے والا تھا، گھر گھر صدائیں لگا رہا تھا، دروازے کھٹکھٹا رہا تھا "کہ کوئی پیسہ دے اللہ کے نام پر" مانگتے مانگتے مسجد کے دروازے پر پہنچ گیا، اس نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ کچھ اللہ کے نام پر، کسی نے کہا میاں! یہ گھر نہیں ہے، یہ مسجد ہے، کسی گھر پر جا کر مانگو، فقیر کہنے لگا کہ یہ کس بخیل کا گھر ہے جو کسی فقیر کو خیرات نہیں دیتا؟ کہا بھئی ایسا نہ کہو! یہ تو احکم الحاکمین کا، سخیوں کے سخی کا اور غنیوں کے غنی کا گھر ہے، رب العالمین کا گھر ہے، اللہ کا گھر ہے، کہا اللہ کا گھر ہے؟ کہا ہاں! کہا اچھا میں اللہ کے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں؟ کہا ہاں! اس نے اپنا کشکول، جو اس کے پاس تھا، اس کو پھینک دیا، کہنے لگا، جب اللہ کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں تو پھر کسی اور سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر اور سے مانگنے کی کیا حاجت ہے؟ ہم لوگ اللہ کے گھر پر حاضری دیتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے وہاں ہر ایک کو اللہ سے مانگتا ہوا دیکھتے ہیں، جس سے مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ سب فقیر ہیں، مانگنے والے ہیں، دینے والا صرف ایک ہے تو کیوں نہ اسی سے مانگنا شروع کر دیں، الغرض اس سال حج میں ایک انعام یہ ملا کہ مخلوق سے نظر اٹھاؤ اور خالق پر نظر جماؤ، سب کو فقیر سمجھو، ایک کو غنی سمجھو، ایک دینے والا ہے، غنی ہے، جو کسی سے مانگتا نہیں اور باقی سب مانگنے والے ہیں اور یہ یقین دل میں پیدا ہو جائے تو واقعتاً پھر حج، حج ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے گھر جا کر بھی دوسروں پر ہی نظر رہی تو پھر قصہ ختم، گویا اس بے چارے کو حج سے کچھ نہیں ملا۔

صرف ایک کی طرف نظر

ایک بزرگ تھے آنکھ پر پٹی باندھی ہوئی تھی اور بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور بار بار ایک ہی لفظ کہہ رہے تھے کہ "اے مالک! میں آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں" بار بار یہی لفظ دہرا رہے تھے، طواف کے بعد کسی بزرگ نے انکو پکڑ لیا کہ یہ آپ کیا

کہہ رہے ہیں؟ اور یہ آنکھوں پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ کہنے لگے بات بتانے کی تو نہیں تھی، لیکن تم نے پوچھ لیا ہے تو بتا دیتے ہیں، میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک نظر نامحرم پر پڑ گئی اور میں اس کو دیکھنے لگا، غیب سے ایک تھپڑ آنکھ پر لگا کہ آنکھ جاتی رہی اور ساتھ آواز آئی کہ شرم نہیں آتی میرے گھر میں پہنچ کر دوسروں کو دیکھتا ہے؟ اس وقت سے بس یہی ورد کر رہا ہوں کہ "آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں" تو اس بار اللہ تعالیٰ کے گھر پہنچ کر ایک حقیقت یہ سمجھ میں آئی کہ اس کی ذات عالی کے سوا سب سے نظر اٹھالی جائے اور یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دولت ہمیں نصیب فرمائیں اور یہ مضمون ہمارے دل میں بیٹھ جائے تو ساری دولتیں اس پر قربان۔

کوئی محروم نہیں آتا

اور ایک بات اور سمجھ میں آئی، وہ یہ کہ جانے والے تو سب ہی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا چھوٹے بھی جاتے ہیں، بڑے بھی جاتے ہیں، عالم بھی جاتے ہیں، جاہل ہیں، نیک بھی جاتے ہیں، بدکار بھی جاتے ہیں، اچھے بھی جاتے ہیں، برے بھی جاتے ہیں اور یقین ہے کہ کوئی وہاں سے محروم نہیں آتا کسی کو محروم نہیں کیا جاتا۔

لاکھوں انسانوں کی دعا رد نہیں ہوتی

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے میدان عرفات میں فرمانے لگے کہ بھئی! ایک بات بتاؤ، یہ پانچ لاکھ، دس لاکھ، یا پندرہ بیس لاکھ حاجی ہیں، جو میدان عرفات میں اترے ہوئے ہیں اگر اتنا بڑا مجمع، دس لاکھ کا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہو جائے اور اس سے یہ کہے کہ برائے کرم ایک چھٹانک آٹا دے دیجئے، یا یہ سارا مجمع کسی سخی کے دروازے پر جمع ہو کر درخواست کرے کہ ایک پیسے کی ضرورت ہے، ایک پیسہ دے دیجئے تو تمہارا کیا خیال ہے وہ سخی ان دس لاکھ آدمیوں کی فرمائش پر ایک پیسہ نہیں دے گا؟ ایک چھٹانک آٹا نہیں دے گا؟ دوستوں نے کہا جی حضرت کیوں نہیں دے گا، فرمایا یہ سب لوگ ایک بارگاہ عالی سے مغفرت مانگ رہے ہیں اور پوری دنیا کی بخشش کر دینا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا آسان ہے جتنا کہ ایک سخی کے لئے ایک پیسہ دے دینا، سارے حاجی صاحبان مل کر، گڑ گڑا کر، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! بخش دے، گناہ معاف کر دے، بخشش فرما دے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ ان کی درخواست کو رد نہیں فرمائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ وہاں سے کوئی محروم نہیں آتا

اور اللہ تعالیٰ وہاں سے کسی کو محروم نہ لوٹائے' اس لئے کہ جو شخص نعوذ باللہ وہاں سے بھی محروم آیا اس کیلئے پھر کون سا دروازہ ہے؟

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ تھے' وہ جب بھی لبیک کہتے تھے تو آواز آتی تھی ''لا لک لبیک'' (تمہاری لبیک منظور نہیں) ہر سال حج پر جاتے اور جب بھی لبیک کہتے تو آواز آتی کہ تیری لبیک قبول نہیں ایک دفعہ ساتھ میں ان کا خادم بھی تھا' اس نے بھی یہی آواز سنی' وہ بزرگ اسی ذوق وشوق اور اسی رغبت ومحبت کے ساتھ حج کے ارکان ادا کر رہے تھے' خادم نے کہا حضور! لبیک تو نامنظور' پھر اس محنت کا فائدہ' کہنے لگے تم نے بھی سن لی ہے؟ کہنے لگے ہاں! فرمایا میں پچاس سال سے سن رہا ہوں' پچاسواں حج ہے' پچاس سال سے برابر سن رہا ہوں کہ جب بھی لبیک کہتا ہوں' ادھر سے آواز آتی ہے تیری کوئی لبیک نہیں' چل دفعہ ہو' شاگرد کہنے لگا کہ پھر ٹکریں مارنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا: برخوردار! کوئی اور دروازہ ہے جہاں چلا جاؤں؟ یہ تو منظور نہیں کرتے' کوئی اور دروازہ ہے کہ وہاں جا کر سے مانگ لوں؟ نہیں! نہیں! یہی ایک دروازہ ہے' ملتا ہے تب بھی' نہیں ملتا تب بھی' مانگنا تو اسی دروازے سے ہے' ایک عارف نے خوب کہا۔

یا بم اورا یا نہ! جستجوئے می کنم   حاصل آید یا نہ آید آرزوئے می کنم

ترجمہ۔ میں اسکو پاؤں یا نہ پاؤں' جستجو کرتا رہوں گا اور وہ مجھے ملے یا نہ ملے آرزو کرتا رہوں گا۔

بہت بڑی محرومی

الغرض اگر کوئی وہاں سے خدانخواستہ محروم واپس آ گیا تو اس کی محرومی نا قابل علاج ہے' اس کی محرومی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا' وہ تو ابلیس کا بھائی ہوا کہ ابلیس خدا کی بارگاہ سے بھی راندہ گیا' لیکن اندازہ یہ ہوا (واللہ اعلم بالصواب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو بہت سمجھتے ہیں) کہ جو بھی محبت کے ساتھ جاتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ لے کے آتے ہیں۔

جتنا برتن اتنی خیرات

مگر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جتنا برتن لے کر جاؤ گے اتنی ہی خیرات ملے گی' افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اپنا برتن بہت چھوٹا لے کے جاتے ہیں' جاتے ہیں سب سے بڑی بارگاہ میں کہ اس سے

بڑی کوئی بارگاہ نہیں، اس سے کوئی بڑا دربار نہیں لیکن وائے حسرت کہ ہم بہت چھوٹا برتن لے جاتے ہیں، اتنا برتن لے کر کہ ایک چلو پانی سے بھر جائے، اس کا افسوس اور صدمہ ہے، حد سے زیادہ صدمہ! کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو سمیٹنے کیلئے جیسا برتن چاہئے ویسا برتن ہمارے پاس نہیں اور اس کا مہیا کرنا بھی مشکل ہے، بھائی! اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تو لامحدود ہیں، لامحدود رحمتوں کو سمیٹنے کیلئے لامحدود برتن کہاں سے لائیں؟ لیکن پھر بھی ذرا بڑا برتن تو ہونا چاہئے، اتنا بڑا ظرف ہونا چاہئے کہ آسمان وزمین کی وسعتیں اس کے سامنے ہیچ ہوں اور وہ کیا ہے؟ عبدیت کا برتن، فنائیت کا برتن، یعنی اپنے آپ کو مٹا دینا اور اپنی انا کو ختم کر دینا، جتنی فنائیت اور عبدیت زیادہ ہوگی اسی قدر رحمتوں کی بارش بھی زیادہ ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر ہوتی ہے اور جو لوگ اپنے دلوں کے اندر انانیت اور غرور و پندار کے بت لے کر بیٹھے ہوں ان پر کیا رحمت ہوگی؟ تو جتنی عبدیت کسی کی کامل ہوگی اور جس قدر اپنے آپ کو مٹا دینے اور اپنی عقل کے، اپنے نفس کے اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر بارگاہ الٰہی میں حاضری دینے کی کیفیت ہوگی اسی قدر عنایات خداوندی کی دولت سے نوازا جائے گا۔

حلق نہ کرانے پر ایک کرنل کا واقعہ

میں حرم شریف میں بیٹھا تھا ایک دوست ایک کرنل صاحب کو لے کر آئے، کرنل صاحب ماشاء اللہ وہاں جا کر بھی کرنل کے کرنل ہی تھے، انگریزی بال رکھے ہوئے تھے اور احرام کھولنے کیلئے دو تین بال کاٹ دیئے تھے، داڑھی اسی طرح مونڈی ہوئی تھی، میرے دوست کہنے لگے کہ جی میں نے ان کو مسئلہ سمجھایا ہے کہ احرام کھولنے کیلئے حلق یا قصر کرانا ضروری ہے لیکن یہ مانتے نہیں ہیں، آپ ذرا ان کو سمجھا دیں، میں نے کہا بھائی سب سے اول نمبر پر حلق ہے، یعنی سر کے سارے بال استرے سے منڈوا دیئے جائیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کروانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بال کٹانے والوں کیلئے بھی دعا کر دیجئے، یعنی جو لوگ احرام کھولنے کیلئے حلق کرانے کے بجائے قینچی کے ساتھ، مشین کے ساتھ بال کٹوا دیتے ہیں ان کیلئے رحمت کی دعا فرما دیجئے فرمایا: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، یعنی بال صاف کرانے والوں پر، اس پر صحابہؓ نے پھر عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: اے اللہ رحمت نازل فرما حلق کرانے والوں پر، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

قصر کرنے والوں کیلئے بھی دعا کردیجئے' فرمایا: چلو مقصرین پر بھی اللہ کی رحمت ہو۔ (مشکوۃ)

ایک آدمی اللہ کے گھر پہنچتا ہے اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء رحمت سے محروم رہنا گوارا کرتا ہے اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا؟ تو پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ بھائی استرے کے ساتھ سارے سر کے بال اتارو' یہ افضل ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے آدمی کیلئے تین دفعہ دعائے رحمت فرمائی ہے' لیکن اگر یہ نہ ہو تو پورے سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹوادو اور یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم چوتھائی سر کے بال اتار دینے سے احرام کھل جائے گا' گو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے' لیکن اگر کسی نے چوتھائی سر سے کم بال اتارے تو اس کا احرام ہی نہیں کھلا' وہ بدستور احرام میں ہے' اسی طرح احرام کی حالت میں کپڑا پہن رہا ہے' اسی طرح دوسرے کام کر رہا ہے' میں نے یہ مسئلہ بیان کیا تو کرنل صاحب کہتے ہیں کہ جی مولوی صاحب! اتنی تنگی تو نہیں چاہئے' سبحان اللہ! ماشاء اللہ! میں بھی ذرا تیز مزاج ہوں میں نے غالب کا شعر پڑھ دیا۔

ہاں! ہاں! نہیں وفا پرست' جاؤ! وہ بے وفائی سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز' اس کی گلی میں جائے کیوں؟

آپ کو کس حکیم نے مشورہ دیا تھا یہاں تشریف لانے کا' اگر آپ کو اپنے بالوں سے اتنی محبت ہے اور اس کو تنگی سمجھتے ہیں تو کس حکیم نے کہا تھا کہ آپ حج بیت اللہ کیلئے یا عمرے کیلئے تشریف لائیں؟ تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ یہ تنگی کر رہے ہو؟ اب آپ خود ہی دیکھ لیں کہ یہ بے چارہ کتنا چھوٹا برتن لے کر گیا' اسی کو میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر بھی چہرے پر استرا پھیرتے ہو؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اسی طرح جاتے ہو؟ نہیں بھائی! اپنے آپ کو بدلنے کی نیت سے جاؤ اور پختہ ارادہ لے کر جاؤ کہ اب تک تو جو کچھ ہوا سو ہوا' لیکن اب اللہ کے گھر پہنچ گئے ہیں' اب یہ گھر والا جو کچھ کہے گا وہ کریں گے' پھر گھر والے سے جو مانگو گے وہ دے گا۔

حجر اسود کو بوسہ دینا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ

اسی لئے اکابر فرماتے ہیں کہ یہ جو حجر اسود کو چومتے ہیں' بوسہ دیتے ہیں یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنا اور اس کے ساتھ عہد باندھنا ہے' ایک مسئلہ درمیان میں سمجھ لیجئے! اصل تو یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جائے' لیکن اگر ہجوم زیادہ اور حجر اسود تک پہنچنا مشکل ہو تو کسی کو دھکا نہ دو اور نہ دھکا کھاؤ' بلکہ اس طرح استلام کر لو یعنی حجر اسود کی طرف ہاتھ لمبے کر کے یہ تصور کرو گویا ہم نے اپنے

ہاتھ حجر اسود پر رکھ دیئے اور ان کو چوم لو' یہ اسی کے حکم میں ہے کہ تم نے حجر اسود کو بوسہ دے دیا' حدیث میں فرمایا گیا کہ ''یہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے' جو لوگ اس کو چومتے ہیں یا استلام کرتے ہیں وہ اللہ سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ سے مصافحہ کرنے کے بعد کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہو جاتے ہیں' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ الخ'' (انفال) ''تاکہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کے درمیان امتیاز کر دے) اگر حج کے بعد زندگی بدل گئی تو سمجھو اس کسوٹی پر کھرا نکلا۔

حج مبرور کی جزا

اور اگر زندگی ویسے کی ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی' یا پہلے سے بھی بدتر ہو گئی تو معلوم ہوا کہ کھوٹا نکلا اور حدیث شریف میں فرمایا: ''حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں'' (مشکوۃ)

حج مبرور اس کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی غلطی نہ کی گئی ہو اور گناہ نہ کیا گیا ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا گیا ہو' کسی شخص کو حج مبرور نصیب ہونے کی علامت یہ ہے کہ آئندہ کیلئے اس کی زندگی کی لائن بدل جائے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

نواں خطبہ

عیدالاضحیٰ اور عشق الٰہی

خطیب پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

شریعت اسلامیہ نے فرزندان توحید کے لئے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی مسرتوں اور شادمانیوں کے اظہار کا پسندیدہ طریقہ یہ قرار دیا ہے کہ عید کے روز مسواک وضو اور غسل کر کے صاف ستھرا اور اچھا لباس جو میسر ہو وہ پہنا جائے ممکن ہو تو خوشبو لگائیں تا کہ اس طرح حق تعالیٰ کے انعامات کا اظہار اور شکریہ بھی ادا ہو اور ایک سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو اسی طرح شان وشوکت کے مظاہرہ کے لئے سنت یہ ہے کہ دوگانہ عید ادا کرنے کو ایک راستہ سے جائیں اور دوسرے راستہ سے واپس ہوں۔

اس مقدس سلسلہ رسالت ونبوت کے سب سے پہلے فرد وجود جسمانی کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور سب سے آخری فرد اکمل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درمیانی افراد میں سے ایک اہم ترین شخصیت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے آپ سے پہلے نبوت ورسالت افرادی طور پر عطا کی جاتی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضل وشرف خاندانی طرز پر عطاء فرمایا گیا چنانچہ نبوت ورسالت پھر آپ ہی کے خاندان اور آپ ہی کی ذریت میں رہی اور گویا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت مابعد کے سنگم اور مجمع البحرین میں آپ کے صاحبزادگان میں اگر ایک بیٹے حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اولاد اور نسل میں انبیاء ورسل کی کثرت تعداد کا شرف حاصل ہوا تو دوسرے صاحبزادے یعنی آپ کے جلیل القدر فرزند اکبر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فضل عطا کیا گیا کہ ان کی اولاد میں خاتم الانبیاء والرسل کو پیدا کیا گیا جو تمام انبیاء سابقین اور جملہ رسولوں کے کمالات علمی وعملی کے جامع تھے۔

عیدالاضحیٰ پر قربانی کی رسم عبادت کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور آپ کے بڑے

صاحبزادے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے ایک نادرہ روزگار واقعہ سے ہے یوں تو سلسلہ عبادت میں جانی اور مالی قربانی دینے کی رسم عبادت دور آدم علیہ السلام ہی سے چلی آئی ہے اور آغاز نبوت سے ہی انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے مال کی قربانی بھی دیا کرے اور جب جان کی قربانی کا موقع پیش آئے تو جان جیسی عزیز شئی بھی قربان کردے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا ذکر سورہ مائدہ میں کیا گیا ہے کہ ان کے دو بیٹوں نے مالی قربانی پیش کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور جس کا جذبہ خراب تھا اس کی قبول نہ ہوئی یہ ابن آدم قابیل تھا جس کی قربانی قبول نہ ہوئی تھی اس نے حسد اور جلن میں آکر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرڈالا جس کی قربانی کو نیک نیتی اور خلوص کی وجہ سے شرف قبولیت حاصل ہوگیا تھا ہابیل نے حکم خداوندی پر ثابت قدم رہ کر جان دے دی اور اپنے بھائی پر حق تعالیٰ کے خوف وخشیت کی وجہ سے دست درازی نہ کی اور کہہ دیا کہ۔

''اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف دست درازی کرے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف دست درازی کرنے والا نہیں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (سورہ مائدہ)

یہ روئے زمین پر سب سے پہلا قتل تھا اور اطاعت خداوندی میں جان کی بھی سب سے پہلی قربانی تھی گویا نسل انسان میں سب سے پہلے شہید ہابیل ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جان کی قربانی تھی مگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیرانہ سالی میں عطا شدہ اکلوتے بیٹے کو جس طرح ایمائے خداوندی پر قربانی کے گھاٹ چڑھا دیا اس میں اور ہابیل کی جانی قربانی میں زمین وآسمان کا فرق ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی جذبہ ایثار کا تاریخی شاہکار اور شان عبدیت کا ایک اچھوتا کارنامہ ہے کیونکہ اولاد انسان ہی کو نہیں بلکہ جانوروں جیسی بے عقل وشعور مخلوق کو بھی اپنی جان زیادہ عزیز ہوتی ہے اور اولاد کی جان بچانے کے لئے ماں باپ اپنی جان کی بازی لگادیتے ہیں۔

حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کو تھوڑا سا تاریخی پس منظر پر ڈال کر دیکھئے تو اس کی عظمت وانفرادیت کی جھلک نظر آئے گی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواجی زندگی پر ایک صدی کے قریب طویل عرصہ گزر جاتا ہے اور ان

کی زوجہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر کی صدی اسی بے اولادی میں پوری ہو رہی ہے تب آپ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ ''اے میرے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا''

حق تعالیٰ ان کی دعا سن لیتے ہیں اور فرماتے ہیں ''پھر خوش خبری دی ہم نے ان کو ایک تحمل والے لڑکے کی'' (سورہ صافات) چنانچہ سو سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زوجہ مطہرہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے مابین حق تعالیٰ کی بعض تکوینی حکمتوں کے پیش نظر ان بن ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم خداوندی ملک شام سے ملک حجاز کی ''وادی غیر ذی زرع'' بے آب و گیاہ لق ودق میدان میں اپنی اہلیہ اور شیر خوار فرزند کو لاتے ہیں اور محض اللہ کے بھروسہ پر تھوڑا سا توشہ حوالہ کر کے حضرت ہاجرہ اور کم سن دودھ پیتے لخت جگر کو اللہ کے بیت الحرم کے پاس چھوڑ جاتے ہیں حق تعالیٰ نے دعائے خلیل کے اس ثمرہ اور اپنی بشارت ''تحمل والے لڑکے'' کی برکت سے وہیں سامان زیست مہیا کر دیا اور خلیل اللہ کے جگر گوشہ کی شدت پیاس سے بیتابانہ ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا ایک ایسا چشمہ سطح زمین پر پیدا کر دیا جو غذائیت اور مائیت دونوں کا کام دے حضرت ابراہیم گاہ بہ گاہ آتے اور اپنے نور نظر کو دیکھ جاتے۔

حق تعالیٰ کے بشارتی لقب کا یہ ''غلام حلیم'' (تحمل والا بردبار لڑکا) شدہ شدہ جب اس قابل ہو گیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت توحید اور تبلیغ احکام خداوندی کی توقعات پوری کر سکے تو ۷ ذی الحجہ کو خواب میں یہ ایمائے خداوندی ہوا دیکھا کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں انبیاء کرام کے خواب محض خیالات نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں پہلے روز تعبیر کی نوعیت ذہن میں نہ آئی اگلی شب پھر یہی خواب دیکھا تو بھی ذہن کو تردد رہا کہ اس کی تعبیر من وعن یونہی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے نویں تاریخ ذی الحجہ کو پھر بعینہ وہی خواب نظر آتا ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ امیدوں کے اس اکلوتے سہارے کی قربانی رب ابراہیم کو مطلوب ہے سوچا کہ بیٹے سے ذکر کر کے دیکھوں کہ اس کی کیا رائے ہے خوشی سے اپنی جان کی قربانی کے لئے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی یہ کام کرنا پڑے گا۔ بیٹے سے فرماتے ہیں۔

''اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں پس دیکھ لو تم کیا رائے دیتے ہو''۔

تحمل والے بیٹے نے فوراً جواب دیا کہ اے باپ کر ڈالئے جو آپ کو حکم دیا جارہا ہے مجھے آپ انشاء اللہ سہار کرنے والا پائیں گے۔(سورہ صافات)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جگر پارہ کو قربان گاہ پر ساتھ لے گئے باپ بیٹا خوشی خوشی ایک روایت کے مطابق کہ ''مروہ'' پر گئے بیٹے نے باپ کو مشورہ دیا کہ مجھے لٹا کر ذبح کریئے گا مبادا میرا چہرہ دیکھ کر محبت پدری جوش میں آجائے۔

معتبر روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ جلد یہ کام انجام دیدیں ایسا نہ ہو کہ ذبح کی تکلیف سے طبعی طور پر مضطرب ہو کر تڑپنے لگیں اور تعمیل حکم خداوندی میں تاخیر ہو یہ منظر دیکھ کر زمین وآسمان اور ان کے بسنے والوں پر کیا گزری وہ کیفیت ناقابل بیان ہے۔(قرآن کریم نے اس کا کوئی نقشہ نہیں کھینچا اور غالباً اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خود سوچ لے کہ اس جذبہ قربانی کا ارادہ بھی کرے گا تو دل پاش پاش ہوجائے گا اور جو لوگ اس منظر کو دیکھ لیں گے ان کی بے اختیار چیخیں نکل جائیں گی۔

قربانی سے جذبہ اطاعت وبندگی کا اظہار ہوتا ہے

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس کا تصور نوع انسانی کے آغاز سے ہی پایا جاتا ہے۔ خواہ مالی قربانی ہو یا جانی اس عبادت کا بنیادی تصور اپنے معبود کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ جتنی قومیں مذہب پر یقین رکھتی ہیں خواہ وہ کسی صحیح مذہب کو مانتی ہوں یا کسی باطل مذہب پر ہوں ایسی تمام قوموں میں مالی قربانی پیش کرنے کا تصور آج بھی پایا جاتا ہے اور جہاں تک جانی قربانی دینے کا تعلق ہے وہ تو ہر وہ شخص اور ہر وہ قوم جو کسی بھی نظریہ پر یقین رکھتی ہو اس نظریہ کے لئے قربانی دیتے ہے لیکن بطور عبادت ان دونوں قوموں کی قربانیوں کا وجود صرف مذہب آشنا قوموں میں ہے قرآن کریم کے بیان کے مطابق دونوں قسم کی عبادت قربانی کا وجود حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا واقعہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو خطاب کر کے باری تعالیٰ نے فرمایا۔

واتل علیھم ......اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنایئے جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔

یہ واقعہ حضرت آدم کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل ہے آٹھ تاریخ کی شب میں خواب دیکھا کہ میں اپنے اس بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔ اگلے دن اسی غور وفکر میں رہے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے نویں شب میں پھر یہی خواب دیکھا تو یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ میں اسے ذبح کر کے قربان کر دوں۔ نو ذی الحجہ کو اس کی تدبیر سوچتے رہے حتیٰ کہ دسویں شب کو پھر یہی خواب دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشورے کے طور پر اپنے خواب کا حضرت اسماعیل سے تذکرہ کیا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضا ورغبت کے ساتھ اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ کو جو کچھ حکم ہوا ہے اس کو بجالایئے مجھے انشاء اللہ آپ ثابت قدم پائیں گے۔

جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام دونوں اس حکم خداوندی کی بجا آوری کے لئے بخوشی تیار ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل لٹا لیا اور گلے پر چھری چلائی حق تعالیٰ نے چھری کی تاثیر کو روک دیا اور فوراً ندا آئی کہ۔

”اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا حق تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے بدلہ ذبح کرنے کیلئے غیب سے ایک دنبہ عطا فرمایا کہ بیٹے کے بدلہ میں اس کو ذبح کر دو یہ تمہارا صرف امتحان تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قربانی کی عظمت ومقبولیت کے اظہار کے طور پر قرآن کریم میں تفصیل سے اس واقعہ کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم ورضا اور فدا کاری وجاں نثاری کی یہی وہ سنت ہے جس کی یادگار اور اسی طرح ماہ ذی الحجہ کے مخصوص ایام سے متعلقہ عبادات کی رسمیں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں قائم رہیں اور قربانی کی اس عبادت کو اس کی اصل شکل میں بالآخر بنی اسماعیل کے فرد وحید اور دریتیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک اپنی امت کے لئے بھی واجب العمل قرار دیا اور خود بھی مدینہ طیبہ میں دس سالہ قیام کے دوران آپ نے ہر سال قربانی کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام کیا ہے آپ قربانی کیا کرتے تھے۔اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قربانی کا تعلق ایک ضمنی عمل کے طور پر صرف عبادت حج سے ہی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک عبادت کی ہے نیز یہ کہ اس عبادت کا مقصد محض صدقہ کرنا اور مال خرچ کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ قربانی کی عبادت جانوروں کی قربانی کی شکل میں مطلوب ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یوم نحر میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جانوروں کی قربانی کرنا ہے پس جس طرح مختلف مالی و بدنی عبادتوں کی شکل وصورت ہر ایک کے مناسب الگ الگ ہے اسی طرح قربانی اور اضحیہ کی غرض وغایت اور اس کی روح بھی جداگانہ ہے جو قربانی کی صورت میں ہی موجود ہوسکتی ہے پھر ہر عبادت کا ایک خصوصی اثر ہوتا ہے جو اس عبادت کو ادا کرنے سے ہی انسان کے قلب وروح میں پیدا ہوتا ہے اسی طرح قربانی کی عبادت کا بھی ایک خاص اثر ہے جو قربانی ادا کرنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے پھر تمام عبادتوں کی ادائیگی کے لئے آمادہ کرنے والا اگرچہ مشترک طور پر جذبہ اطاعت و بندگی ہے لیکن ان احساسات کی نوعیتیں مختلف ہیں اس لئے ان مختلف جذبات کا ظہور بھی عبادتوں کی جداگانہ صورتوں ہی میں ہوسکتا ہے۔

عبادات نماز میں انسان اپنے راحت و آرام وقت اور تکبر وخود بینی کو چھوڑ کر خدا کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے اور اپنے اعضائے جسم میں سب سے زیادہ باعزت چیز سر کو زمین پر رکھ دیتا ہے روزہ رکھ کر اپنی طبعی خواہشات وضروریات کو اللہ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی رضا جوئی کے لئے قربان کر دیتا ہے زکوٰۃ وغیرہ دے کر مال جیسی محبوب اور پسندیدہ چیز کو اطاعت گذاری کے جذبہ میں اپنے ملک سے نکال دیتا ہے۔عبادت حج میں اپنے راحت و سکون اور آرائش و زیبائش کے جذبہ کو بھینٹ چڑھاتا ہے اسی طرح قربانی کی عبادت میں انسان اپنی جان کے عوض ایک جاندار کو قربان کر کے جانی قربانی پیش کرتا ہے جس طرح اسی مخصوص جذبہ اور احساس قلبی کا اظہار زکوٰۃ عمل سے نہیں ہوسکتا جو عبادت صلوٰۃ سے وابستہ ہے اور ادائیگی زکوٰۃ کے خصوصی جذبہ کا مظہر نماز نہیں بن سکتی ٹھیک اسی طرح جانی و مالی قربانی کے مجموعی اور مخصوص قلبی جذبات واحساسات کا مظہر تنہا مالی صدقہ نہیں ہوسکتا اور نہ قلب پر وہ مجموعی اثر صرف مالی صدقہ کرنے سے مرتب ہوسکتا ہے جس کا تعلق اس مرکب عبادت سے ہے۔

بہر حال اسلام کی ان تمام بنیادی اور اہم ترین عبادات کی حقیقت نہ تو صرف ان کی شکل وصورت ہے اور نہ فقط پنہاں احساسات اور قلبی جذبہ اگر کوئی شخص ان اعمال کی صرف صورت بنا لے اور ان کے ساتھ روح ایمانی اور جذبہ اطاعت و بندگی نہ ہوتو یہ سارے عمل بے روح ڈھانچہ اور منافقت ہیں اسی طرح اگر دل میں یہ جذبہ تو ہو مگر اس جذبہ کے اظہار کے لئے جو شکلیں تجویز کی گئی ہیں وہ نہ ہوں تو مقرر کردہ جسمانی اعمال کے بغیر تنہا جذبہ اطاعت و بندگی بے وزن بلکہ آئینی حیثیت سے غیر معتبر ہے مثلاً نماز نہ پڑھنا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں خدا کے حضور عاجزی و بندگی کرنے کا جذبہ نہیں ہے روزہ نہ رکھنا اس کی نشانی ہے کہ یہ شخص خدائے تعالٰی کے حکم کی بجا آوری کے لئے اپنی خواہشات کو کچھ دیر کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

زکوٰۃ اگر کوئی شخص نہیں دیتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو اللہ کی رضا اور خوشنودی سے زیادہ عزیز اپنا مال ہے اور قدرت واستطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ احکام خداوندی کو اس کی نظر میں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے پھر ان سب عبادات کو صحیح جذبہ کے ساتھ ادا کرنے سے جیسے عالم آخرت کے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں اسی طرح دنیوی اعتبار سے بھی ان کے شخصی اجتماعی نوعیت کے بہت سے فوائد ہیں اور ان تمام عبادتوں کا اور حق تعالٰی کے احکام کی پیروی کا اصل مقصد اور بنیادی غرض وغایت خدا کے حضور اپنی محکومیت و بندگی کا اظہار کر کے اخروی ثمرات ونتائج کو حاصل کرنا ہے لیکن ان کو ادا کرنے سے قدرتی طور پر دنیوی فوائد واثرات بھی ضرور مرتب ہوتے ہیں لہٰذا قربانی کی قدیم ترین عبادت میں سنت ابراہیمی کا احیا بھی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اقامت اور آپ کے حکم کی بجا آوری بھی۔

حضرت زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ ان قربانیوں کی اصل کیا ہے آپ نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے دریافت کیا ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے مقابلہ میں ایک نیکی عرض کیا، اوراون، آپ نے فرمایا اون کے ہر روئیں کے مقابلہ میں بھی ایک نیکی۔

غرضیکہ قربانی کی عبادت اپنی اصل نوعیت کے لحاظ سے جان کی قربانی ہے اور ظاہری شکل کے اعتبار سے مال کی قربانی ہے جو خدائے ذوالجلال کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی رضا جوئی کے لئے ادا کی جاتی ہے پس عیدالاضحیٰ کی مخصوص عبادت قربانی سے ایک طرف مسلمان کے

جذبہ اطاعت و بندگی کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف اس عمل سے انسان کو حقیقی اور اہم اسلامی مقاصد کے لئے اپنی متاع محبوب مال اور جان عزیز کی قربانی دینے کا سبق حاصل ہوتا ہے۔

مشکلات کا حل خلوص اور اسلامی اخوت

دین اسلام نے اجتماعی زندگی کو امن و اخوت کے ساتھ بسر کرنے کے لئے دنیا میں پہلی بار یہ معاشرتی نظام پیش کیا کہ امت کو معاملات کی انجام دہی میں مکمل طور پر شریک کیا جائے تا کہ ان میں باہمی قربت یگانگت اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہو اور اس یقین سے سرشار مطمئن اور متحد رہیں کہ باہمی مشاورت کے نتیجہ میں جو اچھے یا برے واقعات ظہور پذیر ہوئے اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں اور ان شاء اللہ مل جل کر ایک نہ ایک دن ترقی و خوشحالی کی منزل حاصل ہو جائے گی۔ جب رب جلیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی "ان سے معاملات میں مشاورت کیجئے" کی ہدایت فرمائی تو سوال یہ ہے کہ بھلا خالق کائنات کی زبان یعنی رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے مشورہ کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کامل اور واحد نمونہ سمجھتے ہوئے پیروی کریں۔ سورہ شوریٰ میں مزید ارشاد ہوا "اہل ایمان اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرتے ہیں" یہ نہیں کہا گیا کہ کچھ لوگ خود امت سے مشورہ کر لیں اور پھر اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں بلکہ فرمان یہ صادر ہوا کہ باہمی مشاورت کے مطابق تمام امور انجام دیئے جائیں تا کہ امت احساس محرومی کا شکار ہو کر افتراق و انتشار میں مبتلا نہ ہو مسند احمد میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے منقول ہے کہ "جس شخص نے مسلمانوں کی رائے کے بغیر کسی امیر کی بیعت کی اس کی بیعت ہرگز جائز نہیں حضرت علیؓ سے بھی ایک سوال کے جواب میں منقول ہے کہ میری بیعت مسلمانوں کی مرضی سے ہونی چاہئے غرض اس کو شورائی یا جمہوری نظام کہیں بنیاد ایک ہے یعنی عوام کی رائے وہی جو رب جلیل کا فرمان ہے۔

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اسلام کے شورائی یا جمہوری نظام میں ٹکراؤ تشدد یا تضاد نظر آتا ہے تو یہ ایسی ہی بات ہوگی کہ غیر مسلم دنیا ہم مسلمانوں کے اعمال دیکھ کر کہے کہ اگر یہی تمہارا اسلام ہے جہاں جھوٹ، منافقت، فریب اور مسلمان مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ تمہارا اسلام (نعوذ باللہ) ہرگز اچھا نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ پیروکاروں کے غلط رویئے ہیں جو نظام میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں سورہ آل عمران کی ایک آیت کریمہ میں رب جلیل نے دوٹوک انداز میں بیان فرمایا کہ وہ کون سا

سرچشمہ تھا کیا نظام اور عمل تھا جس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کر کے لاکھوں کو مسلمان کیا، ان کو اتحاد واخوت کی لڑی سے منسلک کر دیا اور امن وخوشحالی اور عروج سے ہمکنار کیا، ارشاد ہوا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت دل ہوتے تو یہ سب آپؐ کے پاس سے بھاگ جاتے'' گویا یہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی تھی جس کے سبب لوگوں کی بڑی تعداد آپؐ پر ایمان لائی اور اتحاد واخوت کے رشتہ میں منسلک ہوگئی اور اسی کا فیضان ہے کہ آج کرہ ارض پر شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارب پچیس کروڑ پروانے اور پورے جنوب میں انڈونیشیا سے مراکش تک مسلمانوں ہی مسلمان کی مملکتیں نظر آ رہی ہیں۔ رب جلیل نے غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر ان کے محبوب بھی سخت مزاجی سے کام لیتے تو وہ تتر بتر ہو جاتے اور آج جو فیضان جاری ہے اس کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اسی فیضان وسنت سے شرافت ونیکی کا غالب ماحول بنا دیا تھا۔

آیئے جائزہ لیں کہ کیا ہم لوگ نرم مزاج ہیں؟ ظاہر ہے نہیں ہیں تو کیا ہم اپنی سخت مزاجی کے سبب ایک دوسرے سے ذہنی وقلبی طور پر میلوں دور نکل نہیں گئے ہیں اور گھر ہو یا محلہ شہر ہو یا صوبہ کاروبار ہو یا سیاست غرض ہر جگہ افتراق وانتشار کا شکار ہیں۔

اس سرچشمہ ہدایت سے معلوم ہوا کہ باہمی مسائل کے حل کے لئے تشدد کی بجائے قوانین کا احترام ضروری ہے۔ سورہ مائدہ میں دشمن قوم تک سے قانون کے احترام پر حکم صادر ہوا ہے ارشاد ہوا ''تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس میں مبتلا نہ کر دے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرنے لگو'' دوسری جانب ممکن ہے بعض اوقات قانون کی نظریں جرم وظلم تک نہ پہنچیں مگر اسلام کا فرمان اور تجربات کا نچوڑ ہے کہ اس صورت میں بھی قانون کو ہاتھ میں نہ لیا جائے کیونکہ صدیوں کی تاریخ شاہد ہے قانون کو ہاتھ میں لینے کے سبب چند افراد کے بجائے پورا معاشرہ نفرت اشتعال انتقام اور خونریزی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے سورہ حٰم السجدہ میں مزید فرمایا بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوا کرتی برائی کا جواب بھلائی سے دو تو جس شخص میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا قلبی دوست ہو جائے گا۔

نرم مزاجی کی اسلامی صفت کا صرف یہی مفہوم نہیں ہے کہ محض میٹھے بول بلکہ دکھ سکھ میں برابر کا شریک رہا جائے۔ یہی اسلام کا بے مثال سوشل سیکورٹی پروگرام ہے اس کی زریں مثال مدنی دور میں انصار نے پیش کی تھی۔ انہوں نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور اخوت

کے جذبہ کے تحت اپنے اثاثوں کا نصف حصہ ان کے سپرد کر دیا اگر اہل مدینہ بخل سے کام لیتے تو مہاجرین میں اپنی ناداری کی بناء پر دشمن کی یلغار روکنے کی سکت نہ ہوتی، اخوت کی اعلیٰ مثال پیش کر کے انصار کوفوری طور پر کچھ عرصہ اپنی املاک میں کمی اور مشکلات کا سامنا ہوا ہوگا مگر بہت جلد ان کے عمل سے معاشرہ دکھ سکھ میں برابر کا شریک ہوگیا۔اس کے سبب ایک متحد اور طاقتور امت واحدہ دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ مسلمان دنیا پر چھا گئے علاوہ ازیں یہ باہمی کفالت کا عمل ان کے لئے امن و بھائی چارہ کا موثر ترین اور پائدار محافظ ثابت ہوا مشکل یہ ہے کہ ہمارے ارباب ثروت یہ نکتہ سمجھ ہی نہیں پاتے خود بھی ٹینشن میں رہتے ہیں اور ملک وقوم کو بھی خلجان میں مبتلا کر رکھا ہے۔

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے شورائی نظام اپناتے وقت مذکورہ آیت مبارکہ میں بیان کردہ نرم مزاجی، عفوودرگذر افہام وتفہیم، قانون کا احترام اور دکھ سکھ میں برابر کا شریک رہنے کے رویوں کوملحوظ خاطر رکھا تو نہ صرف ان کا دور عدل وامن ترقی وخوشحالی اور اتحاد واخوت سے ہم کنار ہوا بلکہ دنیا میں واحد سپر پاور کی حیثیت اختیار کر لی۔علامہ اقبال نے درست فرمایا۔

یہی فطرت ہے یہی رمز مسلمانی　　اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دسواں خطبہ

خطبہ استسقاء

حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمہ اللہ

حدیث ا-"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے منبر کے لیے حکم دیا۔ پس وہ عیدگاہ میں رکھا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا کہ (فلاں روز) سب باہر چلیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا' منبر پہ تشریف فرما ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ کی حمد کی۔ پھر ارشاد فرمایا: تحقیق تم لوگوں نے شکایت کی ہے اپنے شہروں میں قحط ہونے کی اور بارش میں وقت مقررہ سے دیر ہو جانے کی اور اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا کہ اس سے دعا مانگو اور تم سے وعدہ کیا کہ وہ قبول فرماوے گا۔ پھر فرمایا: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان کا پروردگار نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے' قیامت کے روز کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو غنی ہے (تجھے کسی کی حاجت نہیں) اور ہم سب (تیرے) محتاج ہیں۔ اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرمادے اس کو ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور حاجت برآری کا وسیلہ بنادے۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا لیے' پس اُٹھائے رہے یہاں تک کہ ظاہر ہوگئی بغلوں کی سفیدی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک پھیر لی اور اپنی چادر اُلٹ دی اور اُٹھائے ہوئے تھے دونوں ہاتھوں کو پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور (منبر سے) اُترے۔ پس دو رکعت پڑھیں' بس (اُسی وقت) اللہ تعالیٰ نے ایک بادل ظاہر کیا وہ گرجا اور چمکا' پھر اللہ کے حکم سے برسا۔ بس آپ اپنی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ نالے بہہ پڑے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سایہ کی طرف جلدی کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔" (ابوداوٗد)

ف: حضرت مؤلف سلمہ نے خطبہ میں اختصار کی وجہ سے بقدر ضرورت روایت کی ہے۔ ترجمہ میں پوری روایت لی گئی ہے اور اس روایت میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا مذکور ہے مگر دوسری روایتوں میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا وارد ہوا ہے اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ پس ہم کو دو رکعت پڑھائیں بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پھر خطبہ پڑھا اور دعا مانگی اللہ تعالیٰ سے اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کیا' دونوں ہاتھ اُٹھائے' پھر اپنی چادر اُلٹ دی۔ پس داہنی جانب کو بائیں شانے پر کر دیا اور بائیں جانب کو دائیں شانے پر کر لیا۔ اس کی سند کو آثار السنن میں حسن کہا ہے۔

حدیث ۲- "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی مانگی کہ اے اللہ! ہم کو سیراب فرما ایسی بارش سے جو فریاد رسی کرنے والی ہو جس کا انجام اچھا ہو' ارزانی کرنے والی ہو' نفع دینے والی ہو' ضرر دینے والی نہ ہو' جلدی آنے والی ہو' دیر لگانے والی نہ ہو۔" (ابوداؤد)

حدیث ۳- "نیز آپ نے اس طرح بھی دعا مانگی تھی اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنے مردہ (خشک) شہروں کی زندگی (سرسبزی) عطا فرما۔" (ابوداؤد)

حدیث ۴- "نیز یہ فرمایا اے اللہ! سیراب فرما ہم کو بارش سے جو فریاد رسی ہو' ارزانی کرنے والی ہو' فراغت کا پانی ہو' کڑک والے بادل سے عام ہو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہو' خوب بہنے والی ہو' ہمیشہ نفع دینے والی ہو' اے اللہ! ہم کو بارش سے سیراب فرما اور ہم کو مایوسوں میں سے نہ بنا۔ اے اللہ! بلاشبہ بندوں کو اور بستیوں کو اور جانوروں کو ایسی مشقت اور تنگی ہے کہ تیرے سوا کسی سے اس کی شکایت نہیں کرتے۔ اے اللہ! ہمارے لیے کھیتی اُگا دے اور تھنوں میں دودھ جاری کر دے اور ہم کو آسمان کی برکتوں سے سیراب کر دے اور ہمارے لیے برکتیں پیدا فرما دے' اے اللہ! ہم سے مشقت کو اور بھوک (اور فاقہ) اور عریانی کو اُٹھا دے اور ہم پر سے بلا کو دور کر دے' تیرے سوا اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا' اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں' بیشک تو غفار ہے' پس ہمارے اوپر (آسمان کے پانی کو بکثرت بہا دے)۔" (زاد المعاد عن الشافعیؒ)

حدیث ۵- "اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے ایک دن مقرر کیا کہ اس میں سب عیدگاہ کی طرف نکلیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

لے گئے جبکہ سورج طلوع ہوا اور آپ کی حالت یہ تھی کہ مزین نہ تھے (بلکہ معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے) اور انکساری کے حال میں اور (دل سے) عاجزی کر رہے تھے اور (نماز و خطبہ کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور تضرع و زاری کے ساتھ دعا شروع فرمائی اور ہاتھ خوب اُٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی' پھر لوگوں کی طرف پشت پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور اس وقت اپنی چادر مبارک بھی پلٹی۔ اس حال میں کہ آپ قبلہ رو تھے۔ پس (چادر کی) داہنی جانب بائیں (شانہ مبارک) پر کر لی اور بائیں جانب داہنے پر اور نیچے کی سمت اُوپر کر لی اور اُوپر کی سمت نیچے کر لی اور (پھر) قبلہ رو دعاء مانگنے لگے اور لوگ بھی اِسی طرح دعا مانگتے رہے۔'' (حوالہ بالا)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسی شان والا ہے کہ بسا اوقات بارش برسا دیتا ہے' لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کارساز قابل حمد ہے۔'' وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o

نماز استسقاء پڑھانے سے قبل نماز عیدین کی طرح مختصر وعظ کیا جائے جس میں نماز استسقاء پڑھنے کا طریقہ وغیرہ بتلایا جائے۔ پھر نماز پڑھا کر دونوں خطبے پڑھے جائیں۔ آخر میں خشوع و خضوع سے دعا مانگی جائے۔ اس مقصد کیلئے مختصر وعظ کا مضمون لکھا جاتا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

محترم بزرگو' دوستو' بھائیو' عزیزو' بچو! سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں' میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ۔ ☆ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں۔ ☆ اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرنے لگے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گے۔ ☆ اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جائے گا ان سے باران رحمت' اگر بہائم بھی نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی۔ ☆ اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرمادے گا اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو غیر قوم سے۔ پس وہ بہ جبر ان کے اموال کو لے لیں گے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ فرمایا:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ٥ (سورہ ھود' آیت ۵۲)

''اور اے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ' پھر اسکی طرف متوجہ رہو' وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔''

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ فرمایا تھا جس کا ذکر اپنی بددعا میں کیا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا٥ (نوح: آیت ۱۰ تا ۱۲)

''پس میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے گناہ اپنے پروردگار سے بخشواؤ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے' کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے کثرت گناہ کے سبب بارش روک لی جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مرتبہ بارش نہیں ہوئی۔ تین روز مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز استسقاء پڑھائی۔ وحی آئی کہ بارش ہرگز نہیں۔ یہاں اس مجمع میں ایک شخص اتنا گنہگار موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے بارش کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا مگر کوئی شخص اُٹھ کر نہ گیا۔ اس شخص نے اعلان سن کر اپنے دل میں توبہ کرنا شروع کر دی کہ یا اللہ اس بھرے مجمع میں مجھے رسوا نہ کر' میری توبہ قبول فرما لے۔

اے خدا! ایں بندہ را رسوا مکن گر بدم سرِّ مکن پیدا مکن

اس کے دل میں مانگتے ہی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ حالانکہ مجمع میں سے کوئی اُٹھا نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حیرانی ہوئی حالانکہ مجمع میں سے کوئی اُٹھا نہ تھا۔ عرض کیا یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ ہمارے اس بندہ نے توبہ کرلی ہے اس بناء پر بارش ہو رہی ہے۔ عرض کیا کہ مجھے اس بندہ کا نام بتا دیجئے تا کہ میں اسے دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ جب تک وہ گناہوں میں مبتلا رہا ہم نے اس کی پردہ پوشی کی۔ اب اس نے توبہ کر لی ہے اس کا نام کیوں بتلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں اس کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا ایسا نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک اور موقع پر بارش نہ ہونے کے سبب نماز

استسقاء پڑھانے مجمع کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک چیونٹی آسمان کی طرف منہ اُٹھا کرفریاد کررہی ہے۔ فرمایا: نماز استسقاء پڑھنے کی ضرورت نہیں چیونٹی کی فریاد اللہ تعالیٰ سن لیں گے۔ چنانچہ بارش برسنا شروع ہوگئی۔

نماز استسقاء کی ترکیب

اب باجماعت نماز استسقاء بغیر اذان واقامت کے ادا کی جائیں گی۔ نیت سنئے دو رکعت نماز استسقاء پیچھے اس امام کے۔ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہہ کرنیت باندھیں۔ امام نماز فجر کی طرح جہر سے قرأت کرے گا بغور سنیں۔ پھر امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوکر دعا مانگے گا۔ سب مقتدی بھی ساتھ ہی بیٹھ کر دعا مانگیں۔

نماز استسقاء تین دن مسلسل ادا کی جائے گی۔ خواہ پہلے ہی روز یا دوسرے دن بارش ہوجائے۔ نماز کو آنے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا مستحب ہے۔ نماز میں بچے' نوجوان اور بوڑھے پیدل آئیں' جانور بھی ساتھ لائیں تو بہتر ہے۔ کافر کو نماز میں ساتھ نہ لائیں' اہل حقوق کے حقوق ادا کریں۔ ان تین دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔ امام بعد دعا کے اشارۃ الی التفاول بقبول الدعاء قلب رداء کرے۔ (واللہ المستعان وعلیہ التکلان)

ذوالحجہ کے اہم تاریخی واقعات

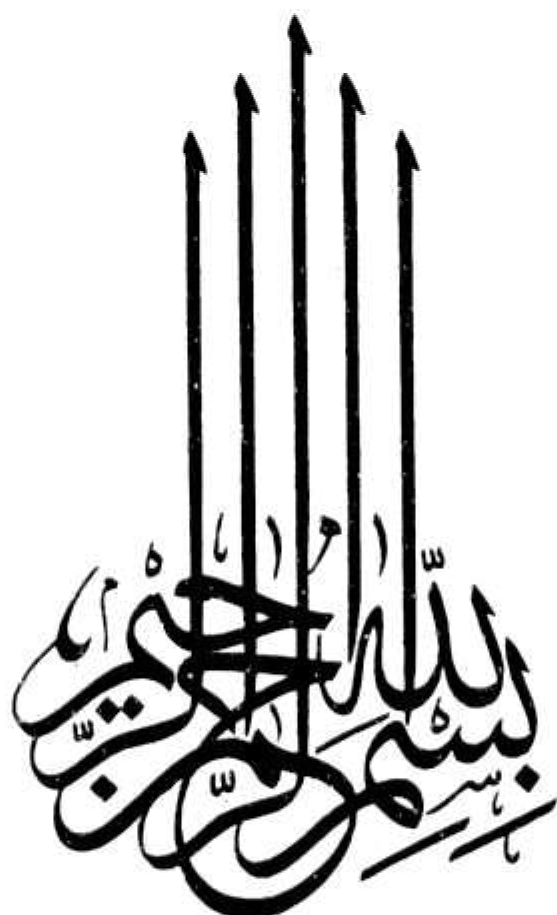
نمبرشمار	حادثات وواقعات	ذی الحجہ	مطابق
۱	مدینہ کے وفد کا قبول اسلام-اسباب ہجرت	۱۱ نبوی	جولائی ۶۲۰ء
۲	بیعت عقبہ اولیٰ	۱۲ نبوی	جولائی ۶۲۱ء
۳	غزوہ سویق	۲/۵ھ	۱۹ مئی ۶۲۴ء
۴	پہلی عیدالاضحیٰ	۲/۱۰ھ	۳ جون ۶۲۴ء
۵	غزوہ بنی قریظہ	۵ھ	اپریل ۶۲۷ء
۶	نکاح ام المومنین حضرت ام حبیبہ	۶ھ	مئی ۶۲۸ء
۷	فرضیت حج	۹ھ	مارچ ۶۳۱ء
۸	حجۃ الوداع کیلئے مکہ معظمہ میں داخلہ	۱۰/۴ھ	یکم مارچ ۶۳۲ء
۹	عرفات کو روانگی بروز جمعۃ المبارک	۱۰/۹ھ	۶ مارچ ۶۳۲ء
۱۰	منیٰ سے واپسی	۱۰/۱۳ھ	۱۰ مارچ ۶۳۲ء
۱۱	وفات حضرت ابوالعاص داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳ھ	فروری ۶۳۴ء
۱۲	حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ	۲۳ھ	اکتوبر ۶۴۴ء
۱۳	شہادت حضرت عثمان ذی النورین	۳۵/۲۳ھ	مئی ۶۵۶ء
۱۴	وفات محمد ابن ابی بکر	۳۸ھ	اپریل ۶۵۹ء
۱۵	وفات حضرت ابوموسیٰ اشعری	۴۴ھ	فروری ۶۶۵ء
۱۶	وفات حضرت جریر ابن عبداللہ البجلی	۵۱ھ	دسمبر ۶۷۱ء
۱۷	وفات حضرت عبداللہ ابن انیس	۵۴ھ	نومبر ۶۷۴ء
۱۸	فتح نشان؟ سمرقند	۶۲ھ	اگست ۶۸۳ء
۱۹	وفات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما	یکم ۶۸ھ	جون ۶۸۸ء

۲۰	وفات حضرت مقداد ابن معدی کرب	۸۷ھ	نومبر ۷۰۶ء
۲۱	وفات امام محمد باقر	۱۱۴ھ	جنوری ۷۳۳ء
۲۲	وفات ابوعبداللہ الحاکم' صاحب مستدرک حاکم	۴۰۵ھ	مئی ۱۰۱۵ء
۲۳	وفات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲/۱۹ھ	جنوری ۱۴۴۹ء
۲۴	وفات علامہ شبلی نعمانی	۱۳۳۲ھ	اکتوبر ۱۹۱۴ء
۲۵	آزادی کویت	۱۳۸۰ھ	مئی ۱۹۶۱ء
۲۶	وفات مفتی محمد حسن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور	۱۳۸۰ھ	جون ۱۹۶۱ء
۲۷	وفات مولانا محمد یوسف کاندھلوی	۱۳۸۴ھ	اپریل ۱۹۶۵ء
۲۸	وفات مولانا مفتی محمود قائد تحریک نظام مصطفیٰ	۱۴۰۰۴ھ	۱۴ اکتوبر ۱۶۸۰ء

(ماخوذ دینی دسترخوان جلد۲' اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام ودیگر تاریخی کتب ورسائل)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

تمت بحمداللہ



خطبات الاحکام
لجمعات العام

تالیف

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

خصوصیات امتیازیہ
مجموعہ خطب ہذا از مؤلف

۱- ہر خطبہ احکام شرعیہ مہمہ واجبات یا مکملات واجبات میں سے ایک ایک حکم پر مشتمل ہے جو کہ شرعاً خطبہ سے مقصود ہے۔

۲- ان احکام میں احکام ظاہرہ یعنی متعلقہ بجوارح بھی ہیں اور احکام باطنہ یعنی متعلقہ بباطن بھی ہیں تو مجموعہ جامع ہے فقہ وتصوف کو اور ان سب احکام کے دلائل میں زیادہ حصہ آیات واحادیث کا ہے۔

۳- سب خطبے موافق احادیث کے مختصر ہیں کوئی خطبہ صحیح سورہ مرسلات سے نہیں بڑھا۔

۴- سب خطبے باہم تقریباً برابر ہیں۔

۵- اسکے اجزاء کی ترکیب کا زیادہ حصہ احیاء العلوم کے موافق ہے اور افتتاحی حمد وصلوٰۃ بھی زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے پس یہ مجموعہ احیاء وصاحب احیاء کی برکات کو بھی متضمن ہے۔

۶- جن احکام کے عنوانات کی تفسیر یا تفصیل مشہور نہیں اور زیادہ تر ایسا حصہ تصوف میں ہے اُن کی تفسیر وتفصیل نہایت واضح وجامع حواشی یا متن میں لکھ دی گئی ہے جس سے خاص مسائل وتحقیقات پر عبور ہوتا ہے۔

۷- باوجود اختصار عبارت کے مضامین اس قدر مندرج کیے گئے ہیں کہ ہر ماہر وسیع النظر اس کو دیکھ کر یہ کہنے پر مضطر ہوگا کہ دریا کوزہ میں کس طرح سما گیا اور پھر سلاست الفاظ وسہولت معانی کے ساتھ بالخصوص تصوف کا حصہ کہ اگر احیاء کو دیکھ کر کوئی اس کو دیکھے تو اس کو احیاء کا متن کہے گا اور متن بھی شرح کے مضامین مقصودہ کا حاوی ہے اور اگر اس کو دیکھ کر احیاء کو دیکھے تو احیاء کو اسکی شرح کہے گا' واقعہ یہ ہے کہ ان التزامات کی رعایت مؤلف کی استطاعت سے باہر تھی' یہ محض فضل ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِکَ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ.

بسم الله الرحمن الرحيم

وبعد الحمد والصلوة فهذه خطب منبريه موزعة على كل واحد واحد من جمعات العام. مع خطبة العيدين واستسقاء الغمام. لا طول فيها حسب ماوردت به سنة خير الانام. عليه الصلوة والتحية والسلام. منبئة عن جوامع الشرائع والاحكام. الظاهرة منها والباطنة مما ذكره الفقهاء الفخام. والصوفية العظام. منها ما يختص بالاوقات ومنها ما هو عام. اكثرا وائلها كا كثرترتيبها ماخوذ من الاحياءِ للغزالى حجة الاسلام. والبعض من عبدالحى السورتى واللكنوى من الاعلام. وما بعدها من الأيات والسنن واٰثار السلف الكرام. الا بعض الكلمات والعبارات فمن هذا الغريق فى الأثام. والحق بها بعض ما لغير الجمعة والخطبة الاخيرة المشتركة بين جميعها تكميلا للمرام. وهوا عادة لما بدأت فيه فى سالف الايام. ثم اعتراه الفتور فلم يبلغ التمام. فكان هذا العود كما قيل. شعر

عدت يا عيدى الينا مرحبا... نعم ماروحت ياريح الصبا

نسئل الله تعالٰى حسن الختام. وهو السميع البصير العلام. القادر المفضال المنعام.

كتبه **اشرف على** للنصف من ربيع الاول

مآخذ خطبات الاحكام لجمعات العام

بخاری	مسلم	احمد	ترمذی
ابوداؤد	ابن ماجہ	دارمی	ترغیب عن احمد
نسائی	شرح السنۃ	بیہقی	کمالین عن الترمذی
جمع الفوائد	نسائی	شرح السنہ	مالک-ابونعیم

وہی الاعمال الباطنۃ وتسمی بالریاضۃ والمجاہدۃ —— الدیلمی فی مسند الفردوس

خطبہ

علم دین کی فضیلت اور تاکید

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْاَکْرَمِ. الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَکَرَّمَ. وَعَلَّمَہٗ مِنَ الْبَیَانِ مَالَمْ یَعْلَمْ. فَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَایُحْصَی امْتِنَانُہٗ بِالِلّسَانِ وَلَا بِالْقَلَمِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ اُوْتِیَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ. وَکَرَآئِمَ الْحِکَمِ. وَمَکَارِمَ الشِّیَمِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نُجُوْمِ الطَّرِیْقِ الْاُمَمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ عِلْمَ الشَّرَآئِعِ وَالْاَحْکَامِ. ھُوَاَعْظَمُ فَرَآئِضِ الْاِسْلَامِ. وَمِنْ ثَمَّ اُمِرَبِہٖ وَحُضَّ عَلَیْہِ تَعْلِیْمًا وَّتَعَلُّمًا. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْاٰیَۃً. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ بِہٖ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّۃِ. وَقَالَ عَلَیْہِ

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعُلَمآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ. وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا. وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلَجَامٍ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِّمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّىْ مَقْبُوْضٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ. قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ.

خطبہ

عقائد درست کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیمِ الْخَبِیْرِ. اَلْمُتْقِنِ نِظَامَ الْعَالَمِ بِلاَ مُعِیْنٍ وَّنَصِیْرٍ. فَسُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ حِکْمَتُہٗ بَالِغَۃٌ وَّعِلْمُہٗ عَزِیْزٌ. وَنِعَمُہٗ وَاصِلَۃٌ اِلٰی کُلِّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ فِیْ نَقِیْرٍ وَّلاَ قِطْمِیْرٍ. وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ ھَدَانَا بِکِتَابٍ مُّنِیْرٍ. وَدَعَانَآ اِلَی اللّٰہِ بِالْاِنْذَارِ وَالتَّبْشِیْرِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ مَادَامَتِ الْکَوَاکِبُ تَسِیرُ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ تَرْجَمَۃَ عَقِیْدَۃِ اَھْلِ السُّنَّۃِ فِیْ کَلِمَتَیِ الشَّھَادَۃِ الَّتِیْ ھِیَ اِحْدٰی مَبَانِی الْاِسْلاَمِ فَمَعْنَی الْکَلِمَۃِ الْاُوْلٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی ھُوَالْمُبْدِعُ لِلْعَالَمِ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْقَدِیْمُ اَلْحَیُّ الْقَادِرُ الْعَلِیْمُ. اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. اَلشَّاکِرُ الْمُرِیْدُ الْکَاتِبُ لِلْمَقَادِیْرِ. لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ. وَلاَ یُخْرُجُ مِنْ عِلْمِہٖ

وَقُدْرَتِہٖ شَئٌ. وَهُوَالْخَالِقُ الرَّازِقُ الْمُحْيِي الْمُمِيْتُ وَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَمَعْنَى الْكَلِمَةِ الثَّانِيَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ صَادِقٌ فِيْ جَمِيْعِ مَاجَآءَ بِهٖ مِنَ الْاَخْبَارِ وَالْاَحْكَامِ. وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى. وَكُلٌّ مِّنَ الْكُتُبِ وَالرُّسُلِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ حَقٌّ وَّالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَّكَرَامَاتُ الْاَوْلِيَآءِ حَقٌّ. وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ وَّاَفْضَلُهُمُ الْاَرْبَعَةُ الْخُلَفَآءُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ. وَسُوَالُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَّالْبَعْثُ حَقٌّ وَّالْوَزْنُ حَقٌّ وَّالْكِتَابُ حَقٌّ وَّالْحِسَابُ حَقٌّ وَّالْحَوْضُ حَقٌّ وَّالصِّرَاطُ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةُ حَقٌّ وَّرُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقٌّ. وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّهُمَابَاقِيَتَانِ لَاتَفْنَيَانِ وَلَايَفْنٰى اَهْلُهُمَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتَابِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتَابِ الَّذِىٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْدًا.

خطبہ

پاکی کی فضیلت میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَلَطَّفَ بِعِبَادِہٖ فَتَعَبَّدَ ھُمْ بِالنَّظَافَۃِ. وَاَفَاضَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ تَزْکِیَۃً لِّسَرَآئِرِھِمْ اَنْوَارَہٗ وَاَلْطَافَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمُسْتَغْرِقُ بِنُوْرِہِ الْھُدٰی اَطْرَافِ الْعَالَمِ وَاَکْنَافَہٗ. وَعَلٰٓی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہِ الطَّاھِرِیْنَ صَلَاۃً تُنْجِیْنَا بَرَکَاتُھَا یَوْمَ الْمُخَافَۃِ. وَتَنْتَصِبُ جُنَّۃً بَیْنَنَا وَبَیْنَ کُلِّ اٰفَۃٍ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ. فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَبْلُغُ الْحِلْیَۃُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ

الْوُضُوْءُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حِيْنَ مَرَّبِقَبْرَيْنِ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ. وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّآ اَحَدُ هُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِىْ بِالنَّمِيْمَةِ. وَفِىْ رِوَايَةٍ لَّايَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَآاَتَيْتُمُ الْغَآئِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوْهَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَاتَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا. لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ. فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا. وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ.

خطبہ

نماز کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ غَمَرَ الْعِبَادَ بِلَطَآئِفِهٖ. وَعَمَّرَ قُلُوْبَهُمْ بِاَنْوَارِ الدِّیْنِ وَوَظَآئِفِهٖ. فَسُبْحَانَهٗ. مَآ اَعْظَمَ شَانَهٗ. وَاَقْوٰی سُلْطَانَهٗ. وَاَتَمَّ لُطْفَهٗ وَاَعَمَّ اِحْسَانَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْٓ اَفَاضَ عَلَی النُّفُوْسِ ذَوَارِفَ عَوَارِفِهٖ. وَاَبْرَزَ عَلَی الْقَرَآئِحِ حَقَآئِقَ مَعَارِفِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰیٓ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَفَاتِیْحِ الْهُدٰی وَمَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ عِمَادُ الدِّیْنِ. وَعِصَامُ الْیَقِیْنِ. وَرَاْسُ الْقُرُبَاتِ وَغُرَّةُ الطَّاعَاتِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ

رَمَضَانَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ ن افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ. اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ.

خطبہ

زکوٰۃ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَسْعَدَ وَاَشْقٰی. وَاَمَاتَ وَاَحْیٰ. وَاَضحَکَ وَاَبْکٰی. وَاَوْجَدَ وَاَفْنٰی وَاَفْقَرَ وَاَغْنٰی. وَاَضَرَّوَاَقْنیٰ. ثُمَّ خَصَّصَ بَعْضَ عِبَادِہٖ بِالْیُسْرِ وَالْغِنیٰ. ثُمَّ جَعَلَ الزَّکٰوۃَ لِلدِّیْنِ اَسَاسًا وَّمَبْنًی. وَبَیَّنَ اَنَّ بِفَضْلِہٖ تَزَکّٰی. وَمَنْ غِنَاہُ زَکّٰی مَالَہٗ مَنْ تَزَکّٰی مِنْ عِبَادِہٖ مَنْ تَزَکّٰی. وَ مَنْ غِنَاہُ زَکّٰی مَالَہٗ مَنْ زَکّٰی. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ھُوَ الْمُصْطَفٰی. وَسَیِّدُ الْوَریٰ. وَشَمْسُ الْھُدیٰ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الْمَخْصُوْصِیْنَ بِالْعِلْمِ وَالتُّقٰی. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ الزَّکٰوۃَ اِحْدیٰ مَبَانِی الْاِسْلاَمِ. وَاَرْدَفَ بِذِکْرِھَا الصَّلٰوۃَ الَّتِیْ ھِیَ اَعْلٰی

الْاَعْلَامِ. فَقَالَ تَعَالٰی وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. وَشَدَّدَ الْوَعِیْدَ عَلَی الْمُقَصِّرِیْنَ فِیْہَا. فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالاً وَّلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِہْزِمَتَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلاَ وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَۃَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ لِرَجُلٍ تُخْرِجُ الزَّکٰوۃَ مِنْ مَّالِکَ فَاِنَّہَا طُہْرَۃٌ تُطَہِّرُکَ وَتَصِلُ اَقْرِبَآءَکَ وَتَعْرِفُ حَقَّ الْمِسْکِیْنِ وَالْجَارِ وَالسَّآئِلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ.

خطبہ

تعلیم قرآن اور اس پر عمل کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ امْتَنَّ عَلٰی عِبَادِہٖ بِنَبِیِّہِ الْمُرْسَلِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکِتَابِہِ الْمُنَزَّلِ. حَتّٰی اتَّسَعَ عَلٰٓی اَھْلِ الْاَفْکَارِ. طَرِیْقُ الْاِعْتِبَارِ. بِمَافِیْہِ مِنَ الْقَصَصِ وَالْاَخْبَارِ. وَاتَّضَحَ بِہٖ سُلُوْکُ الْمَنْھَجِ الْقَوِیْمِ. وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ. بِمَا فَصَّلَ فِیْہِ مِنَ الْاَحْکَامِ. وَفَرَّقَ بَیْنَ الْحَلاَ لِ وَالْحَرَامِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَیْہِ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الَّذِیْنَ تَذَکَّرُوْا بِالْقُرْاٰنِ وَذَکَّرُوْا بِہِ النَّاسَ تَذْکِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یُقَالُ لِصَاحِبِ

اَلْقُرْاٰنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الَّذِىْ لَيْسَ فِىْ جَوْفِهٖ شَىْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَرَ أَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِىْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ. وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ. اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ. فِىْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ. لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ.

خطبہ

ذکراللہ اور دعا کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الشَّامِلَةِ رَاْفَتُهٗ. اَلْعَآمَّةِ رَحْمَتُهٗ. اَلَّذِی جَازٰی عِبَادَهٗ عَنْ ذِكْرِهِمْ بِذِكْرِهٖ. فَقَالَ تَعَالٰی فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَرَغَّبَهُمْ فِی السَّؤَالِ وَالدُّعَآءِ بِاَمْرِهٖ. فَقَالَ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. فَاَطْمَعَ الْمُطِیْعَ وَالْعَاصِیْ. وَالدَّانِیَ وَالْقَاصِیْ. فِیْ رَفْعِ الْحَاجَاتِ وَالْاَمَانِیْ. بِقَوْلِهٖ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِیْ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَسَیِّدُ اَنْبِیَآئِهٖ .صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خِیَرَةِ اَصْفِیَآءِ هٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَفْعَ الْحَاجَاتِ اِلَیْهِ تَعَالٰی اَفْضَلُ عِبَادَةٍ تُؤَدّٰی

بِاللِّسَانِ. بَعْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَثَلُ الَّذِىْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِىْ لَايَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدُّعَآءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.

خطبہ

نوافل کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ اٰلآئِہٖ حَمْدًا کَثِیْرًا. وَنَذْکُرُہٗ ذِکْرًا لَّا یُغَادِرُ فِی الْقَلْبِ اسْتِکْبَارًا وَّلَا نُفُوْراً. وَنَشْکُرُہٗ اِذْ جَعَلَ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَاَنْ یَّذَّکَّرَاَوْ اَرَادَشُکُوْرًا. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الْاَکْرَمِیْنَ الَّذِیْنَ اجْتَھَدُوْا فِیْ عِبَادَةِ اللّٰہِ غُدْوَةً وَّعَشِیًّا وَّبُکْرَةً وَّاَصِیْلاً. حَتّٰی اَصْبَحَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ فِی الدِّیْنِ ھَادِیًا وَّسِرَاجًا مُّنِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَایَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُہُ الْحَدِیْث.

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّہٗ دَأْبُ الصّٰلِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَھُوَ قُرْبَۃٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمَکْفَرَۃٌ لِّسَّیِّاٰتِ وَمَنْھَاۃٌ عَنِ الْاِثْمِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَاعَبْدَ اللّٰہِ لَا تَکُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَّلَنْ یُّشَآدَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغُدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِہٖ اَوْعَنْ شَیْءٍ مِّنْہُ فَقَرَأَہٗ فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الظُّھْرِ کُتِبَ لَہٗ کَاَنَّمَا قَرَأَہٗ مِنَ اللَّیْلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ.

خطبہ

کھانے پینے میں میانہ روی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْسَنَ تَدْبِیْرَ الْکَآئِنَاتِ. فَخَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ. وَاَنْزَلَ الْمَآءَ الْفُرَاتَ مِنَ الْمُعْصِرَاتِ. فَاَخْرَجَ بِهٖ الْحَبَّ وَالنَّبَاتَ. وَقَدَّرَ الْاَرْزَاقَ وَالْاَقْوَاتَ. وَحَفِظَ بِالْمَاْ کُوْلاَتِ قُوَی الْحَیْوَانَاتِ. وَاَعَانَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ بِاَکْلِ الطَّیِّبَاتِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الْمُؤَیَّدُ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَاتِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً تَتَوَالٰی عَلٰی مَمَرِّ الْاَوْقَاتِ. وَتَتَضَاعَفُ بِتَعَاقُبِ السَّاعَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلُوْا وَشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا.

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَالَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلاَلِ وَلَاَاِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَآ اَنْ لَّاتَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ اَلْحَدِیثْ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَآ اَلاَ فَاتَّقُوااللّٰہَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلاَ یَحْمِلَنَّکُمُ اسْتِبْطَآءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْہُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ لاَ یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا بِطَاعَتِہٖ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً اَتٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اِذَآاَکَلْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ اللَّحْمَ فَنَزَلَتْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْالاَ تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآاَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّآئِمِ الصَّابِرِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَّ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلاَلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لاَ یُفْلِحُوْنَ.

خطبہ

حقوق نکاح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا. وَسَلَّطَ عَلَی الْخَلْقِ مَیْلاً اِضْطَرَّھُمْ بِہٖٓ اِلَی الْحِرَاثَۃِ جَبْرًا. وَاسْتَبْقٰی بِہٖ نَسْلَھُمْ قَھْرًا وَّقَسْرًا. ثُمَّ عَظَّمَ اَمْرَالْاَنْسَابِ وَجَعَلَ لَھَا قَدْرًا. فَحَرَّمَ لِسَبَبِھَا السِّفَاحَ وَبَالَغَ فِیْ تَقْبِیْحِہٖ رَدْعًا وَّزَجْرًا. وَنَدَبَ اِلَی النِّکَاحِ وَحَثَّ عَلَیْہِ اسْتِحْبَاباً وَّاَمْرًا. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمَبْعُوْثُ بِالْاِنْذَارِ وَ الْبُشْرٰی. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً لَّا یَسْتَطِیْعُ لَھَا الْحِسَابُ عَدًّ اوَّلاَ حَصْرًا وَّسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُم

اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً. وقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَآءَ ةَ فَلْيَتزَوَّجُ فَاِنَّهٗ اَغضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعُ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَؤُنَةً. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلٰىٓ اَبِيْهِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ.

خطبہ

کسب معاش کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمُدُهٗ حَمْدَ مُوَحِّدٍ يَّمْحَقُ فِيْ تَوْحِيْدِ
مَاسِوَى الْوَاحِدِ الْحَقِّ وَيَتَلاَ شٰى. وَنُمَجِّدُ تَمْجِيْدَ
مَنْ يُّصَرِّحُ بِاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مَّاسِوَى اللّٰهِ بَاطِلٌ وَّلاَ
يَتَحَاشٰى. وَنَشْكُرُهٗ اِذْرَفَعَ السَّمَآءَ لِعِبَادِهٖ سَقْفًا
مَّبْنِيًّا وَّمَهَّدَ الْاَرْضَ بِسَاطًا لَّهُمْ وَفِرَاشًا. وَكَوَّرَ
اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ فَجَعَلَ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ
مَعَاشاً. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
الَّذِيْ يَصْدُرُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَنْ حَوْضِهٖ رِدَآءً بَعْدَوُرُوْدِهِمْ
عَلَيْهِ عِطَاشًا. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
الَّذِيْنَ لَمْ يَدْعُوْا فِيْ نُصْرَةِ دِيْنِهٖ تَشَمُّرًا وَّانْكِمَاشًا.
وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلاَلِ

فَرِيُضَةٌ بَعُدَ الْفَرِيُضَةِ. وَقَالَ عَلَيُهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ
مَآ اَكَلَ اَحَدٌ طَعَا مًا قَطُّ خَيُرًا مِّنُ اَنُ يَّاكُلَ مِنُ
عَمَلِ يَدَيُهِ. وَقَالَ عَلَيُهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ التَّاجِرُ
الصَّدُوُقُ الْاَمِيُنُ مَعَ النَّبِيِّيُنَ وَالصِّدِّيُقِيُنَ وَالشُّهَدَآءِ.
وَقَالَ عَلَيُهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ اِنَّ مُوُسٰى عَلَيُهِ السَّلامُ
اٰجَرَ نَفُسَهٗ ثَمَانَ سِنِيُنَ اَوُعَشُرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرُجِهٖ
وَطَعَامِ بَطُنِهٖ. وَقَالَ عَلَيُهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ لِرَجُلِ نِ
اذُهَبُ فَاحُتَطِبُ وَبِعُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
خَيُرٌ لَّکَ مِنُ اَنُ تَجِیْءَ الْمَسْئَلَةُ نَكُبَةً فِيُ
وَجُهِکَ يَوُمَ الْقِيٰمَةِ نَعَمُ يُؤُذَنُ فِيُ تَرُكِ الْكَسُبِ
لِمَنُ كَانَ قَوِيًّا لَّا يُخِلُّ بِوَاجِبٍ بِتَرُكِهٖ فَقَدُ رُوِیَ اَنَّهٗ
كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهُدِ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ
وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاُتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ
وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحُتَرِفُ فَشَكَا الْمُحُتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرُزَقُ بِهٖ.
اَعُوُذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطٰنِ الرَّجِيُمِ فَاِذَا قُضِيَتِ
الصَّلٰوةُ فَانُتَشِرُوُا فِي الْاَرُضِ وَابُتَغُوُا مِنُ فَضُلِ
اللّٰهِ وَاذُكُرُوا اللّٰهَ كَثِيُرًا لَّعَلَّكُمُ تُفُلِحُوُنَ.

خطبہ

کسب حرام سے بچنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ لَّا زِبٍ صَلْصَالٍ. ثُمَّ رَكَّبَ صُوْرَتَهٗ فِیْۤ اَحسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَتَمِّ اعْتِدَالٍ. ثُمَّ غَذَاهُ فِیْۤ اَوَّلِ نُشُوْءِ بِلَبَنِ نِ اسْتَصْفَاهُ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ سَآئِغًا كَالْمَآءِ الزُّلَالِ. ثُمَّ حَمَاهُ بِمَآاٰتَاهُ مِنْ طَیِّبَاتِ الرِّزْقِ عَنْ دَوَاعِی الضُّعْفِ وَالْاِنْحِلَالِ. ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَیْهِ طَلَبَ الْقُوْتِ الْحَلَالِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْهَادِیْ مِنَ الضَّلَالِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّخَیْرِ اٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ

وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ. وَلَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَّمْ يُنَبِّهْ عَلَيْهِ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَخَذَشِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ. وَلَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّآئِشَ يَعْنِى الَّذِىْ يَمْشِىْ بَيْنَهُمَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَلَا تَنَا جَشُوْا وَلَا تُصِرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّىْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا.

خطبه

حقوق عامہ وخاصہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ غَمَرَ صَفْوَةَ عِبَادِهٖ بِلَطَآئِفِ التَّخْصِیْصِ طَوْلاً وَّامْتِنَاناً. وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ فَاَصْبَحُوْا بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا. وَنَزَعَ الْغِلَّ مِنْ صُدُوْرِهِمْ فَظَلُّوْا فِی الدُّنْیَآ اَصْدِقَآءَ وَاَخْدَانًا. وَفِی الْاٰخِرَةِ رُفَقَآءَ وَخُلَّانًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَاقْتَدَوْابِهٖ قَوْلاً وَّفِعْلاً وَّعَدْلاً وَّاِحْسَاناً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلٰی حُقُوْقِ الْعَآمَّةِ مِنْهُمْ وَالْخَآصَّةِ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ. وَبِمُرَاعَاتِهَا تَصْفُوا لْاُخُوَّةُ وَالْاُلْفَةُ عَنْ شَوَآئِبِ الْکُدُوْرَاتِ. وَقَدْ نَدَبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَیْهَا فَقَالَ

اللّٰهُ تَعَالیٰ وَلاَ تَقْتُلُوْٓا اَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلاَقٍ. وَقَالَ تَعَالٰی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. وَقَالَ تَعَالیٰ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَامَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْشَهِدَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لاَيَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّايَرْحَمُ النَّاسَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰی عَيْنُهٗ اشْتَكٰی كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰی رَأْسُهٗ اشْتَكٰی كُلُّهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلاَتَحَسَّسُوْا وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلاَ تَنَا جَشُوْا وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَا غَضُوْا وَلاَ تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ.

خطبہ

برے ہم نشین سے الگ رہنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْظَمَ النِّعْمَةَ عَلٰی خِیَرَةِ خَلْقِهٖ وَصَفْوَتِهٖ. بِاَنْ صَرَفَ هِمَمَهُمْ اِلٰی مُوَانَسَتِهٖ. وَرَوَّحَ اَسْرَارَهُمْ بِمُنَاجَاتِهٖ وَمُلَاطَفَتِهٖ. حَتّٰی اخْتَارَ الْعُزْلَةَ کُلُّ مَنْ طُوِیَتِ الْحُجُبُ عَنْ مَّجَارِیْ فِکْرَتِهٖ. فَاسْتَاْنَسَ بِمُطَالَعَةِ سُبُحَاتِ وَجْهِهٖ تَعَالٰی فِیْ خَلْوَتِهٖ. وَاسْتَوْحَشَ بِذٰلِکَ عَنِ الْاُنْسِ بِالْاِنْسِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَخَصِّ خَاصَّتِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ سَیِّدِ اَنْبِیَآئِهٖ وَخِیَرَتِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَصَحَابَتِهٖ سَادَةِ الْخَلْقِ وَاَئِمَّتِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْتَلَفُوْا فِی الْعُزْلَةِ وَالْمُخَالَطَةِ وَتَفْضِیْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی وَالْحَقُّ اَنَّ ذٰلِکَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاَحْوَالِ اَمْنًا وَّفِتْنَةً وَّالْاَشْخَاصِ ضُعْفًا وَّقُوَّةً وَّالْجُلَسَآءِ صَلَاحًا وَّمَضَرَّةً فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَقَدْ ذَکَرَ بَعْضَ الْفِتَنِ وَقَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فَکُوْنُوْآ اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِى الْفِتَنِ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قِيْلَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَآ اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيْسِ السُّوْٓءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ.

خطبہ....
کسی ضرورت سے سفر کرنے
اور اسکے آداب کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَتَحَ بَصَآئِرَ اَوْلِیَآئِهٖ بِالْحِکَمِ وَالْعِبَرِ. وَاسْتَخْلَصَ هِمَمَهُمْ لِمُشَاهَدَةِ صُنْعِهٖ فِی الْحَضَرِ والسَّفَرِ. وَالْاِعْتِبَارِ بِمَا یَقَعُ عَلَیْهِ الْبَصَرُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْبَشَرِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُقْتَفِیْنَ بِهٖ فِی الْاَخْلَاقِ وَالسِّیَرِ. وَسَلَّمَ کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الشَّرْعَ قَدْ اَذِنَ فِی السَّفَرِ. اَوْ اَمَرَبِهٖ اِذَا دَعَآ اِلَیْهِ مُقْتَضٍ مُّبَاحٌ اَوْوَاجِبٌ وَّوَضَعَ لَهٗ مَسَآئِلَ. وَذَکَرَ لَهٗ فَضَآئِلَ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَا جِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ. وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِیْمًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْعَلٰی

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْعَلٰی سَفَرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَکَ مَسْلَكًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَی الْجَنَّةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَجُلاً زَا رَاخًا لَّهٗ فِیْ قَرْيَةٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًالِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَّکَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لاَ غَيْرَ اَنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْکَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّکَ كَمَاۤ اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰی نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰۤی اَهْلِهٖ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَلاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرً اوَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ.

خطبہ

خلاف شرع گانے اور اسکے سننے کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَهَانَا عَنِ الْمَلَاهِیْ. اَلَّتِیْ تَجُرُّ اِلَی الْمَعَاصِیْ وَالْمَنَاهِیْ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ طَهَّرَنَا مِنَ الْاَرْجَاسِ الْجَاهِیِّ مِنْهَا وَالْبَاهِیِّ. وَنَجَّانَا مِنَ الْفِتَنِ وَالدَّوَاهِیْ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ نَسْتَكْمِلُ بِهِمْ وَنُبَاهِیْ. صَلٰوةً وَّسَلَامًا يُّفَوِّتَانِ الْحَصْرَ وَالتَّنَاهِیَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الَّذِيْنَ وَقَفُوْا دُوْنَ الْحُدُوْدِ فِی الْغِنَآءِ. حَسَبَ مَاكَشَفَ عَنْهُ الْغِطَآءَ. اَلْمُحَقِّقُوْنَ مِنَ الْعَارِفِيْنَ وَالْفُقَهَآءِ. لاَ لَوْمَ عَلَيْهِمْ وَلاَ عَنَآءَ . لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْعَآمَّةِ وَبَعْضًا مِّنَ الْخَاصَّةِ قَدْ جَاوَزُوْهَآ اِلٰی حَدِّالْاِلْهَآءِ. وَاتَّبَعُوْا فِيْهِ الْاَهْوَآءَ.

وَاَوْقَعُوْا اَنْفُسَهُمْ فِي الدَّهْمَآءِ. وَلَمْ يَرَوْا اَنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ الْغِنَآءِ. كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَآءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ وَمَعَ ذٰلِكَ ظَنُّوْا بِمَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ مِّنَ الْاَوْلِيَآءِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلاَ تَشْتَرُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَّفِيْ مِثْلِ هٰذَآ اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلاَمُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ وَاَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَ امِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِيْبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْحَدِيْثَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ فِيْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلاَ تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ.

خطبہ

بشرط قدرت نیک کام کا امر کرنے اور برے کام سے روکنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْقُطْبَ الْاَعْظَمَ فِی الدِّیْنِ وَبَعَثَ لَهُ النَّبِیّٖنَ اَجْمَعِیْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَلَّغَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَصْدَعُوْنَ بِالْحَقِّ وَلَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی لَوْلَا یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ

اَلْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ.
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰى
مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ
قَوْمٍ يُّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْ يُّغَيِّرُوْا
عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّآ اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ
اَنْ يَّمُوْتُوْا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا عُمِلَتِ
الْخَطِيْٓئَةُ فِي الْاَرْضِ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ
غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا.
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا
وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا
لَّمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ
وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ. اَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ.

خطبہ

آداب معاشرت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَاَحْسَنَ خَلْقَهٗ وَتَرْتِیْبَهٗ. وَاَدَّبَ نَبِیَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبَهٗ. وَزَکّٰی اَوْصَافَهٗ وَاَخْلَاقَهٗ فَاتَّخَذَ صَفِیَّهٗ وَحَبِیْبَهٗ. وَوَفَّقَ لِلْاِقْتِدَآءِ بِهٖ مَنْ اَرَادَ تَهْذِیْبَهٗ. وَحَرَمَ عَنِ التَّخَلُّقِ بِاَخْلَاقِهٖ مَنْ اَرَادَ تَخْیِیْبَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ بُعِثَ لِیُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هَذَّبُوْا اَهْلَ الْاَقْطَارِ وَالْاٰفَاقِ. اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ جُمْلَةٌ یَّسِیْرَةٌ مِّنْ حُسْنِ مُعَاشَرَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. لِتَقْتَفِیَ بِهٖ اُمَّتُهٗ وَتَحُوْزُ النِّعَمَ. فَکَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَمَا ضَرَبَ عَلَیْهِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلاَ امْرَاَۃً وَّلاَ خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَمْ یَکُنْ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَاحِشًا وَّلاَ مُتَفَحِّشًا وَّلاَ سَخَّابًا فِی الْاَسْوَاقِ وَلاَ یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْا وَیَصْفَحُ. وَکَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَۃَ وَیُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْمَمْلُوْکِ اَلْحَدِیْثَ. وَکَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَخْصِفُ نَعْلَہٗ وَیَخِیْطُ ثَوْبَہٗ وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِہٖ وَیَفْلِیْ ثَوْبَہٗ وَیَحْلُبُ شَاتَہٗ وَیَخْدِمُ نَفْسَہٗ. وَکَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ طَوِیْلَ الصَّمْتِ. وَقَالَ اَنَسٌ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلاَ لِمَ صَنَعْتَ وَلَآ اَلَّا صَنَعْتَ وَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً. وَکَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَشَدُّ حَیَآءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِھَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَّکْرَھُہٗ عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ وَتَمَامُہٗ فِیْ کُتُبِ الْحَدِیْثِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.

خطبہ

اصلاح باطن کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُطَّلِعِ عَلٰى خَفِيَّاتِ السَّرَآئِرِ. اَلْعَالِمِ بِمَكْنُوْنَاتِ الضَّمَآئِرِ. مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ. وَغَفَّارِ الذُّنُوْبِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُالْمُرْسَلِيْنَ. وَجَامِعُ شَمْلِ الدِّيْنِ. وَقَاطِعُ دَابِرِ الْمُلْحِدِيْنَ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ. وَسَلَّمَ كَثِيْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ كَوْنَ اِصْلَاحِ السَّرَآئِرِ. دِعَامَةً لِّاِصْلَاحِ الظَّوَاهِرِ. مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْقُرْاٰنُ. وَسُنَّةُ رَسُوْلِ الْاِنْسِ وَالْجَآنِّ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا وَقَالَ تَعَالٰى فَاِنَّهَا لَاتَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ. وَقَالَ تَعَالٰى وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. وَغَيْرُ هَا مِنَ الْاٰيَاتِ. وَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَآ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلاوَھِیَ الْقَلْبُ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِوَابِصَۃَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قَالَ نَعَمْ فَجَمَعَ اَصَابِعَہٗ فَضَرَبَ بِھَا صَدْرَہٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَکَ. اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ. ثَلٰثًا اَلْبِرُّمَا اطْمَئَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَاطْمَئَنَّ اِلَیْہِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ مِنْ اَھْلِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ حَتّٰی ذَکَرَ سِھَامَ الْخَیْرِ کُلِّھَا وَمَا یُجْزٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِہٖ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَیِّبَۃٌ وَّیَقُوْلُ اَھْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِیْثَۃٌ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَقُوْلُ مَلَکُ الْمَوْتِ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ وَیَقُوْلُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْاَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ.

خطبہ

تہذیب اخلاق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ زَیَّنَ صُوْرَةَ الْاِنْسَانِ بِحُسْنِ تَقْوِیْمِهٖ وَتَقْدِیْرِهٖ وَحَرَسَهٗ مِنَ الزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِیْ شَكْلِهٖ وَمَقَادِیْرِهٖ. وَفَوَّضَ تَحْسِیْنَ الْاَخْلَاقِ اِلَی اجْتِهَادِ الْعَبْدِ وَتَشْمِیْرِهٖ. وَاسْتَحَثَّهٗ عَلٰی تَهْذِیْبِهٖ بِتَخْوِیْفِهٖ وَتَحْذِیْرِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ كَانَ یَلُوْحُ اَنْوَارُ النُّبُوَّةِ مِنْ بَیْنِ اَسَارِیْرِهٖ. وَیُسْتَشْرَفُ حَقِیْقَةُ الْحَقِّ مِنْ مَّخَایِلِهٖ وَتَبَاشِیْرِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ طَهَّرُوْا وَجْهَ الْاِسْلَامِ مِنْ ظُلْمَةِ الْكُفْرِ وَدَیَاجِیْرِهٖ. وَحَسَمُوْا مَآدَّةَ الْبَاطِلِ فَلَمْ یَتَدَنَّسُوْا بِقَلِیْلِهٖ وَلَا بِكَثِیْرِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَالْخُلُقُ الْحَسَنُ صِفَةُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. وَاَفْضَلُ اَعْمَالِ الصِّدِّیْقِیْنَ. وَالْاَخْلَاقُ السَّیِّئَةُ هِیَ الْخَبَآئِثُ الْمُبْعِدَةُ عَنْ جِوَارِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلْمُنْخَرِقَةُ بِصَاحِبِهَا فِیْ سِلْكِ الشَّیَاطِیْنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ شَىْءٍ يُّوْضَعُ فِىْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِىَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَآئِمِ اللَّيْلِ وَصَآئِمِ النَّهَارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمُسْلِمُ الَّذِىْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِىْ لَا يُخَالِطُ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰٓى اَذَاهُمْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ.

خطبہ

حفاظت شکم وشرمگاہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَكَفِّلِ بِحِفْظِ عَبْدِهٖ فِیْ جَمِیْعِ مَوَارِدِهٖ وَمَجَارِیْهِ. فَهُوَا لَّذِیْ یُطْعِمُهٗ وَیَسْقِیْهِ. وَیَحْفَظُهٗ مِنَ الْهَلَاکِ وَیَحْمِیْهِ. وَیَحْرُسُهٗ بِالطَّعَامِ وَالشَّرَابِ عَمَّا یُهْلِکُهٗ وَیُرْدِیْهِ. وَیُمَکِّنُهٗ مِنَ الْقَنَاعَةِ بِقَلِیْلِ الْقُوْتِ فَیَکْسِرُبِهٖ شَهْوَةَ النَّفْسِ الَّتِیْ تُعَادِیْهِ. وَیَدْفَعُ شَرَّهَا ثُمَّ یَعْبُدُ رَبَّهٗ وَیَتَّقِیْهِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ النَّبِیْهُ. وَنَبِیُّهُ الْوَجِیْهُ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلَی الْاَبْرَارِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَاَقْرَبِیْهِ. وَالْاَخْیَارِ مِنْ صَحَابَتِهٖ وَتَابِعِیْهِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَخْوَفَ الشَّهَوَاتِ شَهْوَةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ فَاللّٰهَ اَللّٰهَ اَنْ تَغْلُوْ فِیْهِمَا فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا. اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰیٓ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا. وَقَالَ تَعَالٰی وَتَاْکُلُوْنَ

التُّرَاثَ اَکْلاً لَّمًّا. وَقَالَ تَعَالٰی وَلاَ تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً. وَسَآءَ سَبِيْلاً ط وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَتَاْتُوْنَ الذُّکْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّعَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لِعَلِيٍّ يَاعَلِيُّ لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَيْسَ لَکَ الْاٰخِرَةُ. وَسَمِعَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ رَجُلاً يَتَجَشَّا فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَآءِکَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شَبْعًا فِی الدُّنْيَا. وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ کَمَا يُذَمُّ الْاِفْرَاطُ فِیْ هَاتَيْنِ الشَّهْوَتَيْنِ حَيْثُ يَخْتَلُّ بِهٖ حَقُوْقُ اللّٰهِ بِالْاِنْهِمَاکِ فِيْهِمَا کَذٰلِکَ يُذَمُّ التَّفْرِيْطُ فِيْهِمَا بِحَيْثُ يَفُوْتُ بِهٖ حَقُّ النَّفْسِ اَوْحَقُّ الْاَهْلِ کَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ فَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَّلِزَوْرِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَّلِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْکُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا.

خطبہ

زبان کی حفاظت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْسَنَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ وَعَدَلَہٗ. وَاَفَاضَ عَلٰی قَلْبِہٖ خَزَآئِنَ الْعُلُوْمِ فَاَکْمَلَہٗ. ثُمَّ اَمَدَّہٗ بِلِسَانٍ یُّتَرْجِمُ بِہٖ عَمَّا حَوَاہُ الْقَلْبُ وَعَقَلَہٗ. وَیَکْشِفُ عَنْہُ سِتْرَہُ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ اَکْرَمَہٗ وَبَجَّلَہٗ. وَنَبِیُّہُ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ بِکِتَابٍ اَنْزَلَہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مَاکَبَّرَ اللّٰہَ عَبْدٌ وَّھَلَّلَہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللِّسَانَ جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَّجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ. فَلِذٰلِکَ مَدَحَ الشَّرْعُ الصَّمْتَ وَحَثَّ عَلَیْہِ اِلَّا بِالْحَقِّ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِّیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ. وَقَالَ

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّوَّاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَّاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ اِلَى النَّارِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِيْبَةُ قَالُوا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِىْ اَخِىْ مَآ اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِاغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَمَتَ نَجَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَ ذَاوَجْهَيْنِ فِى الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَّمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِىْ مِنْ عَمَلٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ. فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ.

خطبہ

کینہ، حسد اور غصہ کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لاَ یَتَّکِلُ عَلٰی عَفْوِهٖ وَرَحْمَتِهٖۤ اِلَّا الرَّاجُوْنَ. وَلاَ یَحْذَرُسُوْٓءَ غَضَبِهٖ وَسَطْوَتَهٗۤ اِلَّا الْخَآئِفُوْنَ. اَلَّذِیْ سَلَّطَ عَلٰی عِبَادِهِ الشَّهَوٰتِ وَاَمَرَهُمْ بِتَرْکِ مَایَشْتَهُوْنَ. وَابْتَلاَهُمْ بِالْغَضَبِ وَکَلَّفَهُمْ کَظْمَ الْغَیْظِ فِیْمَا یَغْضَبُوْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ تَحْتَ لِوَآئِهِ النَّبِیُّوْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً یُّوَازِیْ عَدَدُهَا عَدَدَ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ. وَیَحْظٰی بِبَرَکَتِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْغَضَبَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّمَا یُنْتَجُ مِنْهُ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ. مِمَّا یَهْلِکُ بِهٖ مَنْ هَلَکَ وَیَفْسُدُ بِهٖ مَنْ فَسَدَ. کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ ذَمِّهٖۤ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاٰیَة وَقَالَ تَعَالٰی

وَلاَ یَجْرِ مَنَّکُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلَی اَلاَّ تَعْدِلُوْا. وَقَالَ تَعَالٰی وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ قَالَ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لاَ تَغْضَبْ فَرَدَّ ذٰلِکَ مِرَارًا قَالَ لاَ تَغْضَبْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَآئِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلاَّ فَلْیَضْطَجِعْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَا غَضُوْا وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ دَبَّ اِلَیْکُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَآ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ یُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لاَّ یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلاَّ رَجُلاً کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَآءُ فَیُقَالُ اَنْظُرُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ.

خطبہ

دنیا کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَرَّفَ اَوْلِیَآءَ ہٗ غَوَآئِلَ الدُّنْیَا وَاٰفَاتِهَا. وَکَشَفَ لَهُمْ عَنْ عُیُوْبِهَا وَعَوْرَاتِهَا. فَعَلِمُوْٓا اَنَّهٗ یَزِیْدُ مُنْکَرُهَا عَلٰی مَعْرُوْفِهَا. وَلاَ یَفِیْ مَرْجُوُّهَا بِمَخُوْفِهَا. لاَیَخْلُوْصَفْوُهَا عَنْ شَوَآئِبِ الْکُدُوْرَاتِ. وَلاَ یَنْفَکُّ سُرُوْرُهَا عَنِ الْمُنَغِّصَاتِ. تُمَنِّیْ اَصْحَابَهَا سُرُوْرًا. وَتَعِدُهُمْ غُرُوْرًا. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُرْسَلُ اِلَی الْعٰلَمِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰهْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ الْاٰیَاتِ الْوَارِدَةَ فِیْ ذَمِّ الدُّنْیَا وَاَمْثِلَتِهَا کَثِیْرَةٌ وَّاَکْثَرُ الْقُرْاٰنِ مُشْتَمِلٌ عَلٰی ذَمِّ الدُّنْیَا وَصَرْفِ الْخَلْقِ عَنْهَا وَدَعْوَتِهِمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ بَلْ

هُوَ مَقْصُوْدُ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَلَمْ يُبْعَثُوْا اِلَّا لِذٰلِكَ فَالْاٰيَاتُ فِيْهَا مَشْهُوْرَةٌ. وَجُمْلَةٌ مِّنَ السُّنَنِ هُنَالِكَ مَذْكُوْرَةٌ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَايَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْبِمَ يَرْجِعُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ لَوْكَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّبِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّبِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْامَا يَبْقٰى عَلٰى مَايَفْنٰى. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَمَآ اَنَا وَالدُّنْيَآ اِلَّا كَرَاكِبِ نِ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ حُبُّ الدُّنْيَارَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى.

خطبہ

بخل اور حب مال میں مذمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُسْتَوْجِبِ الْحَمْدِ بِرِزْقِہِ الْمَبْسُوْطِ. کَاشِفِ الضُّرِّ بَعْدَ الْقُنُوْطِ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ. وَوَسَّعَ الرِّزْقَ. وَاَفَاضَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اَصْنَافَ الْاَمْوَالِ. وَابْتَلَاھُمْ فِیْھَا بِتَقْلِیْبِ الْاَحْوَالِ. کُلُّ ذٰلِکَ لِیَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. وَیَنْظُرُ اَیُّھُمْ اٰثَرَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ بَدَلاً. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ نَسَخَ بِمِلَّتِہٖ مِلَلاً. وَطَوٰی بِشَرِیْعَتِہٖٓ اَدْیَانًا وَّنِحَلاً. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ سَلَکُوْا سُبُلَ رَبِّھِمْ ذُلُلاً. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ

اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ط وَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ
وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ ابۡنُ اٰدَمَ مَالِیۡ مَالِیۡ وَھَلۡ لَّکَ یَا ابۡنَ اٰدَمَ اِلَّا مَآ
اَکَلۡتَ فَاَفۡنَیۡتَ اَوۡلَبِسۡتَ فَاَبۡلَیۡتَ اَوۡتَصَدَّقۡتَ فَاَمۡضَیۡتَ وَقَالَ
عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھۡلَکَ مَنۡ
کَانَ قَبۡلَکُمۡ. وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَایَدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ خِبٌّ
وَّلَا بَخِیۡلٌ وَّلَا مَنَّانٌ. وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَاابۡنَ اٰدَمَ
اَنۡ تَبۡذُلَ الۡفَضۡلَ خَیۡرٌ لَّکَ وَاَنۡ تُمۡسِکَہٗ شَرٌّ لَّکَ وَلَا تُلَامُ
عَلٰی کَفَافٍ وَّابۡدَ اُبِمَنۡ تَعُوۡلُ. وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ ھٰذَ آ اِذَاکَانَ
الۡکَسۡبُ اَوِالۡاِمۡسَاکُ لِغَیۡرِ الدِّیۡنِ فَاَمَّا لِلدِّیۡنِ فَقَدۡ قَالَ اللّٰہُ
تَعَالٰی فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنۡ یَّبۡلُغَآ اَشُدَّھُمَا وَیَسۡتَخۡرِجَا کَنۡزَھُمَا
رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ. وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَیَاۡتِیَنَّ عَلَی
النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَنۡفَعُ فِیۡہِ اِلَّا الدِّیۡنَارُ وَالدِّرۡھَم. وَقَالَ عَلَیۡہِ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا بَأۡسَ بِالۡغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ.
وَقَالَ سُفۡیَانُ الثَّوۡرِیُّ کَانَ الۡمَالُ فِیۡمَا مَضٰی یُکۡرَہُ فَاَمَّا الۡیَوۡمَ
فَھُوَتُرۡسُ الۡمُؤۡمِنِ. اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ. وَاَنۡفِقُوۡا
فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّھۡلُکَۃِ وَاَحۡسِنُوۡا ط اِنَّ
اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ.

خطبہ

حب جاہ اور ریاء کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ. اَلْمُطَّلِعِ عَلٰى سَرَآئِرِ الْقُلُوبِ. اَلَّذِىْ لا يَقْبَلُ مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا مَا كَمُلَ وَوَفٰى. وَخَلَصَ عَنْ شَوَآئِبِ الرِّيَآءِ وَالشِّرْكِ وَصَفٰى. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ زَكَّانَا عَنْ شَوَآئِبِ الشِّرْكِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُبَرَّئِيْنَ مِنَ الْخِيَانَةِ وَالْاِفْكِ. وسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرِّيَآءَ سَوَآءٌ كَانَ فِى الْعَادَاتِ اَوْفِى الطَّاعَاتِ مِنْ اعْظَمِ الْمُوْبِقَاتِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِى الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ

اِلَیۡہِ بِالۡاَصَابِعِ فِیۡ دِیۡنٍ اَوۡدُنۡیَآ اِلَّا مَنۡ عَصَمَہُ اللّٰہُ. وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ مَاذِئۡبَانِ جَآئِعَانِ اُرۡسِلاَ فِیۡ غَنَمٍ بِاَفۡسَدَ لَھَا مِنۡ حِرۡصِ الۡمَرۡءِ عَلَی الۡمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیۡنِہٖ. وَقَالَ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡاَبۡرَارَ الۡاَتۡقِیَآءَ الۡاَخۡفِیَآءَ الَّذِیۡنَ اِذَا غَابُوۡا لَمۡ یُتَفَقَّدُوۡا وَاِنۡ حَضَرُوۡا لَمۡ یُدۡعَوۡا وَلَمۡ یُقَرَّبُوۡا قُلُوۡبُھُمۡ مَّصَابِیۡحُ الۡھُدٰی یَخۡرُجُوۡنَ مِنۡ کُلِّ غَبۡرَآءَ مُظۡلِمَۃٍ. ھٰذَا کُلُّہٗ اِذَا قَصَدَ الۡمُرَآءَ ۃَ لِغَرَضٍ دُنۡیَوِیٍّ اَمَّآ اِذَا لَمۡ یَقۡصُدۡھَا فَلاَ یُذَمُّ. وَقَدۡ قِیۡلَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیۡتَ الرَّجُلَ یَعۡمَلُ الۡعَمَلَ مِنَ الۡخَیۡرِ وَیَحۡمَدُہُ النَّاسُ عَلَیۡہِ وَفِیۡ رِوَایَۃٍ وَیُحِبُّہٗ النَّاسُ عَلَیۡہِ قَالَ تِلۡکَ عَاجِلُ بُشۡرَی الۡمُؤۡمِنِ. وَقَالَ اَبُوۡھُرَیۡرَۃَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ بَیۡنَا اَنَا فِیۡ بَیۡتِیۡ فِیۡ مُصَلاَّیَ اِذۡ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعۡجَبَنِی الۡحَالُ الَّتِیۡ رَاٰنِیۡ عَلَیۡھَا فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَحِمَکَ اللّٰہُ یَآاَبَاھُرَیۡرَۃَ لَکَ اَجۡرَانِ اَجۡرُ السِّرِّوَ اَجۡرُ الۡعَلاَنِیَۃِ. اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ. تِلۡکَ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ نَجۡعَلُھَا لِلَّذِیۡنَ لاَ یُرِیۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ وَلاَ فَسَادًا ط وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ.

خطبہ

عجب اور کبر کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْخَالِقِ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ الْعَلِّيِ الَّذِىْ لاَ يَضَعُهُ عَنْ مَّجْدِهٖ وَاضِعٌ. اَلْجَبَّارُ الَّذِىْ كُلُّ جَبَّارٍ لَّهُ ذَلِيْلٌ خَاضِعٌ. كَسَرَ ظُهُوْرَ الْاَكَاسِرَةِ عِزُّهٗ وَعَلاَءُ هٗ. وَقَصَرَ اَيْدِىَ الْقَيَاصِرَةِ عَظْمَتُهٗ وَكِبْرِيَآءُ هٗ. فَالْعَظْمَةُ اِزَارُهٗ وَالْكِبْرِيَآءُ رِدَآءُ هٗ. وَمَنْ نَّازَعَهٗ فِيْهِمَا قَصَمَهٗ بِدَآءٍ اَعْجَزَهٗ دَوَآءُ هٗ. جَلَّ جَلاَلُهٗ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآءُ هٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ النُّوْرُ الْمُنْتَشِرُ ضِيَآءُ هٗ. حَتّٰى اَشْرَقَتْ بِنُوْرِهٖ اَكْنَافُ الْعَالَمِ وَاَرْجَآءُ هٗ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اَحِبَّآءُ اللّٰهِ وَاَوْلِيَآءُ هٗ. وَخِيَرَتُهٗ وَاَصْفِيَآءُ هٗ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْكِبْرَ

وَالْعُجُبَ دَآءَ انِ مُهْلِكَانِ عِنْدَ اللّٰهِ مَمْقُوْتَانِ. بَغِيْظَانِ وَالْمُتَكَبِّرُ وَالْمُعْجِبُ سَقِيْمَانِ مَرِيْضَانِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ. وَقَالَ تَعَالٰى اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ. وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ. حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ وَّخِنْزِيْرٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَّشُحٌّ مُّطَاعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ اَشَدُّهُنَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُّؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.

خطبہ

غرور (دھوکہ کھانے) کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُخْرِجِ اَوْلِیَآئِہٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ. وَمُوْرِدِ اَعْدَآئِہٖ وَرَطَاتِ الْغُرُوْرِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الْمُخْرِجُ لِلْخَلَآئِقِ مِنَ الدَّیْجُوْرِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ لَمْ تَغُرَّھُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَمْ یَغُرَّھُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ. صَلاَۃً تَتَوَالٰی عَلٰی مَمَرِّ الدُّھُوْرِ. وَمَکَرِّ السَّاعَاتِ وَالشُّھُوْرِ. اَمَّا بَعْدُ فَمِفْتَاحُ السَّعَادَۃِ التَّیَقُّظُ وَالْفِطْنَۃُ. وَمَنْبَعُ الشَّقَاوَۃِ الْغُرُوْرُ وَالْغَفْلَۃُ. فَالْاَکْیَاسُ ھُمُ الَّذِیْنَ انْشَرَحَتْ صُدُوْرُھُمْ لِلْاِقْتِدَآءِ. بِدَلَآئِلِ الْاِھْتِدَآءِ. وَالْمَغْرُوْرُ ھُوَ الَّذِیْ ضَاقَ صَدْرُہٗ عَنِ الْھُدٰی. بِاتِّبَاعِ الْھَوٰی. فَلَمْ یَنْفَتِحْ بَصِیْرَتُہٗ لِیَکُوْنَ بِھِدَایَۃِ نَفْسِہٖ کَفِیْلاً. وَبَقِیَ فِی الْعَمٰی فَاتَّخَذَ النَّفْسَ قَآئِدَہٗ وَالشَّیْطَانَ دَلِیْلاً. وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلاً. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَایَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُاللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰی وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَایَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَایُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَوٰهُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّهٗ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَآءُ كَمَا یَتَجَارَی الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا یَبْقٰی مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّاالظَّنَّ وَمَاتَهْوَی الْاَنْفُسُ ط وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی. اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَاتَمَنّٰی. فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی.

خطبہ

توبہ کے واجب ہونے اور اس کی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِتَحْمِیْدِہٖ یُسْتَفْتَحُ کُلُّ بَابٍ. وَبِذِکْرِہٖ یُصْدَرُ کُلُّ خِطَابٍ. وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ تَوْبَۃَ مَنْ یُّوْقِنُ اِنَّہٗ رَبُّ الْاَرْبَابِ. وَمُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلَاۃً تُنْقِذُنَا مِنْ ھَوْلِ یَوْمِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ. وَتُمَھِّدُنَا عِنْدَاللّٰہِ زُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوْبَۃَ عَنِ الذُّنُوْبِ. بِالرُّجُوْعِ اِلٰی سَتَّارِ الْعُیُوْبِ. وَعَلَّامِ الْغُیُوْبِ. مَبْدَأُطَرِیْقِ السَّالِکِیْنَ وَرَاْسُ مَالِ الْفَآئِزِیْنَ. وَاَوَّلُ اِقْدَامِ الْمُرِیْدِیْنَ. وَمِفْتَاحُ اسْتِقَامَۃِ الْمَآئِلِیْنَ. وَمَطْلَعُ الْاِصْطِفَآءِ وَالْاِجْتِبَآءِ لِلْمُقَرَّبِیْنَ. وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْٓا

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ. وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَااقْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّآئِيْنَ التَّوَّابُوْنَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ وَّالتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَىْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّايَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

خطبہ

صبر وشکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلِ الْحَمْدِ وَالثَّنَآءِ. اَلْمُتَفَرِّدِ بِرِدَآءِ الْكِبْرِيَآءِ. الْمُتَوَحِّدِ بِصِفَاتِ الْمَجْدِ وَالْعَلَاءِ. اَلْمُؤَيِّدِ صَفْوَةِ الْاَوْلِيَآءِ. بِقُوَّةِ الصَّبْرِ عَلَى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ. وَالشُّكْرِ عَلَى الْبَلَاءِ وَالنَّعْمَآءِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُالْاَنْبِيَآءِ. وَعَلٰى اٰلِهٖ سَادَةِ الْاَصْفِيَآءِ. وَعَلٰى اَصْحَابِهٖ قَادَةِ الْبَرَرَةِ الْاَتْقِيَآءِ. وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ صَلٰوةً مَّحْرُوْسَةً بِالدَّوَامِ عَنِ الْفَنَآءِ. وَمَصُوْنَةً بِالتَّعَاقُبِ عَنِ التَّصَرُّمِ وَالْاِنْقِضَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاِيْمَانَ. نِصْفَانِ نِصْفٌ صَبْرٌ وَّنِصْفٌ شُكْرٌ. فَمَآ اَشَدَّ الْاِعْتِنَاءَ بِهِمَا وَمَعْرِفَةَ فَضْلِهِمَا لِيَتَيَسَّرَ فِيْهِمَا الْفِكْرُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ. وَقَالَ تَعَالٰى

وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ. وَقَالَ تَعَالٰى وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ. وَقَالَ تَعَالٰى وَاشْكُرُوْالِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهٗ خَيْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ. وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ. فَالْمُؤْمِنُ يُوْجَرُ فِىْ كُلِّ اَمْرِهٖ حَتّٰى فِى اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَآ اِلٰى فِىْ امْرَاَتِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ يَا عِيْسٰٓى اِنِّىْ بَاعِثٌ مِّنْ بَعْدِكَ اُمَّةً اِذَآ اَصَابَهُمْ مَّايُحِبُّوْنَ حَمِدُوااللّٰهَ وَاِنْ اَصَابَهُمْ مَّايَكْرَهُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَارَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذا لَهُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِّنْ حِلْمِىْ وَعِلْمِىْ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ. بِمَنْزِلَةِ الصَّآئِمِ الصَّابِرِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ فَلَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِىْ جَسَدِهٖٓ اَوْ فِىْ مَالِهٖٓ اَوْ فِىْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَرَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِىْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَلَمْ تَرَاَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيَاتِهٖ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ.

خطبہ

خوف ورجا کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَرْجُوِّلُطْفُہٗ وَثَوَابُہٗ. اَلْمَخُوْفِ قَھْرُہٗ وَعِقَابُہٗ. اَلَّذِیْ عَمَرَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِہٖ. بِرَوْحِ رَجَآئِہٖ. وَضَرَبَ بِسِیَاطِ التَّخْوِیْفِ وَزَجْرِہِ الْعَنِیْفِ وُجُوْہَ الْمُعْرِضِیْنَ عَنْ حَضْرَتِہٖ. اِلٰی دَارِثَوَابِہٖ وَکَرَامَتِہٖ. وَقَادَھُمْ بِسَلاَ سِلِ الْعُنُفِ وَاَزِمَّۃِ اللُّطْفِ اِلٰی جَنَّتِہٖ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ اَنْبِیَائِہٖ وَخَیْرُ خَلِیْقَتِہٖ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرَّجَآءَ وَالْخَوْفَ جَنَاحَان بِھِمَا یَطِیْرُ الْمُقَرَّبُوْنَ اِلٰی کُلِّ مَقَامٍ مَّحْمُوْدٍ. وَمَطِیَّتَان بِھِمَا یُقْطَعُ مِنْ طَرِیْقِ الْاٰخِرَۃِ کُلُّ عَقَبَۃٍ کَؤُدٍ. اَلنُّصُوْصُ مِنْھُمَا مَشْحُوْنَۃٌ. مُنْفَرِدَۃً وَّمَقْرُوْنَۃً فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ. وَقَالَ تَعَالٰی یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا

وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَباً ط وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ ط وَاِنَّ رَبَّکَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَاعِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ وَّلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَاقَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ. وَدَخَلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَابٍّ وَّهُوَ فِی الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُکَ فَقَالَ اَرْجُو اللّٰهَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنِّیْ اَخَافُ عَلٰی ذُنُوْبِیْ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَايَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ ذَاالَّذِیْ يَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَنِّیْ لَآ اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَّاَحْبَطْتُّ عَمَلَکَ اَوْكَمَا قَالَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ.

خطبہ

فقر و زہد کے بیان میں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنَ الطِّیۡنِ اللَّازِبِ وَالصَّلۡصَالِ. وَزَیَّنَ صُوۡرَتَهٗ بِاَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ وَّاَتَمِّ اعۡتِدَالٍ.ثُمَّ کَحَّلَ بَصِیۡرَةَ الۡمُخۡلِصِ فِیۡ خِدۡمَتِهٖ حَتّٰی انۡکَشَفَ لَهٗ مِنَ الدُّنۡیَا قَبَآئِحُ الۡاَسۡرَارِ وَالۡاَفۡعَالِ. فَزَهِدُوۡا فِیۡهَا زُهۡدَ الۡمُبۡغِضِ لَهَا فَتَرَکُوۡهَا وَتَرَکُوا التَّفَاخُرَوَالتَّکَاثُرَ بِالۡاَمۡوَالِ. وَاَقۡبَلُوۡا بِکُنۡهِ هِمَمِهِمۡ عَلٰی دَارٍ لَّایَعۡتَرِیۡهَا فَنَآءٌ وَّلَا زَوَالٌ. وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِیۡکَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ سَیِّدُ اَهۡلِ الۡکَمَالِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَعَلٰٓی اَصۡحَابِهٖ خَیۡرِ اَصۡحَابٍ وَّعَلٰٓی اٰلِهٖ خَیۡرِاٰلٍ. اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ ثَبَتَ بِالنُّصُوۡصِ اَنۡ لَّا مَطۡمَعَ فِی النَّجَاةِ اِلَّا بِالۡاِنۡقِطَاعِ عَنِ الدُّنۡیَا وَالۡبُعۡدِ مِنۡهَا. وَهٰذَاالۡاِنۡقِطَاعُ اِمَّا بِانۡزِوَآئِهَا عَنِ

الْعَبْدِ وَهُوَا لْفَقْرُ وَإِمَّا بِانْزِوَآءِ الْعَبْدِ عَنْهَا وَهُوَالزُّهْدُ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلاً لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جُمًّا. فَالْاَكْلُ كَذٰلِكَ لاَيَكُوْنُ مِمَّنْ رَّضِىَ بِالْفَقْرِ وَالْحُبُّ كَذٰلِكَ لاَ يَكُوْنُ لِمَنِ اتَّصَفَ بِالزُّهْدِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِّصْفِ يَوْمٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِبْغُوْنِىْ فِىْ ضُعَفَآئِكُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِى الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِزْهَدْ فِى الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِىْ مَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَوَّلُ اِصْلاَحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِ هَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ. قَالَ سُفْيَانُ لَيْسَ الزُّهْدُ فِى الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشَبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِى الدُّنْيَا قَصْرُ الْاَمَلِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لِكَيْلاَ تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلاَ تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لاَيُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.

خطبہ

توحیدوتوکل کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ مُدَبِّرِ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ. اَلْمُنْفَرِدِ بِالْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ. اَلرَّافِعِ لِلسَّمَآءِ بِغَیْرِ عِمَادٍ. اَلْمُقَدِّرِ فِیْھَآ اَرْزَاقَ الْعِبَادِ. اَلَّذِیْ صَرَفَ اَعْیُنَ ذَوِی الْقُلُوْبِ وَالْاَلْبَابِ. عَنْ مُّلَاحَظَۃِ الْوَسَآئِطِ وَالْاَسْبَابِ. فَلَمَّا تَحَقَّقُوْآ اَنَّہٗ لِرِزْقِ عِبَادِہٖ ضَامِنٌ وَّبِہٖ کَفِیْلٌ. تَوَکَّلُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْ اَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَامِعُ الْاَبَاطِیْلِ. اَلْھَادِیْٓ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوَکُّلَ عَلٰی اخْتِلَافِ مَرَاتِبِہٖ مَنْزِلٌ مِّنْ مَّنَازِلِ الدِّیْنِ. وَکَذٰلِکَ اَصْلُہٗ مِنَ التَّوْحِیْدِ وَالْیَقِیْنِ. فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لاَ يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْ الَهٗ ط اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰى وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْآاِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَقَالَ رُسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اِنَّ الْاُمَّةَ لَواجْتَمَعَتْ عَلٰۤى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَئْ ءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَئْ ءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰۤى اَنْ يَّضُرُوْكَ بِشَئْ ءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَئْ ءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْقَوِىُّ خَيْرٌوَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِىْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَايَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلاَ تَعْجِزْوَاِنْ اَصَابَكَ شَئْءٌ فَلاَ تَقُلْ لَّوْ اَنِّىْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْتَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ج لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ.

خطبہ

محبت اور شوق اور اُنس و رضا کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ نَزَّہَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِہٖ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰی زُخْرُفِ الدُّنیَا وَنَضْرَتِہٖ. وَصَفّٰی اَسْرَارَھُمْ مِّنْ مُّلَاحَظَۃِ غَیْرِ حَضْرَتِہٖ. ثُمَّ کَشَفَ لَھُمْ عَنْ سُبُحَاتِ وَجْھِہٖ حتیّٰ احْتَرَقَتْ بِنَارِمَحَبَّتِہٖ. ثُمَّ احْتَجَبَ عَنْھَا بِکُنْہِ جَلَالِہٖ حَتّٰی تَاھَتْ فِیْ بَیْدَآءِ کِبْرِیَآئِہٖ وَعَظْمَتِہٖ. فَبَقِیَتْ غَرْقٰی فِیْ بَحْرِمَعْرِفَتِہٖ. وَمُحْتَرِقَۃً بِنَارِ مَحَبَّتِہٖ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خَاتِمُ الْاَنْبِیَآءِ بِکَمَالِ نُبُوَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ سَادَۃِ الْخَلْقِ وَاَئِمَّتِہٖ. وَقَادَۃِ الْحَقِّ وَاَزِمَّتِہٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ. وَقَالَ تَعَالٰی فِی الْمَلٰٓئِکَۃِ یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ

وَالنَّهَارَ لَايَفْتُرُوْنَ. وَهٰذَا لَايَكُوْنُ فِى الْعَادَةِ اِلَّا بِالشَّوْقِ. وَقَالَ تَعَالٰى قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا وَالْاُنْسُ هُوَالْفَرَحُ بِمَا حَصَلَ مَعَ حِفْظِ الْحُدُوْدِ. وَقَالَ تَعَالٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِىْ يُبَلِّغُنِىْ حُبَّكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَآءِ بَعْدَ الْقَضَآءِ وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآءِ كَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَالسَّكِيْنَةُ اَىِ الْاِرْتِيَاحُ هُوَالْاُنْسُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ. وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. وَلَوْيَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْيَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ.

خطبہ

اخلاص وصدق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ. وَنُؤْمِنُ بِهٖ اِيْمَانَ الْمُوْقِنِيْنَ. وَنُقِرُّ بِوَحْدَانِيَّتِهٖ اِقْرَارَ الصَّادِقِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. وَمُكَلِّفُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ. اَنْ يَّعْبُدُوْهُ عِبَادَةَ الْمُخْلِصِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ. وَعَلٰٓى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ. وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ انْكَشَفَ لِاَرْبَابِ الْقُلُوْبِ بِبَصِيْرَةِ الْاِيْمَانِ. وَاَنْوَارِ الْقُرْاٰنِ. اَنْ لَّاوُصُوْلَ اِلَى السَّعَادَةِ اِلَّابِالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ فَالنَّاسُ كُلُّهُمْ هَلْكٰٓى اِلَّاالْعٰلِمُوْنَ. وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰٓى اِلَّاالْعَامِلُوْنَ. وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰٓى اِلَّاالْمُخْلِصُوْنَ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيْمٍ. فَالْعَمَلُ بِغَيْرِ نِيَّةٍ عَنَآءٌ. وَالنِّيَّةُ بِغَيْرِ

اِخْلاَصِ رِّيَآءٌ. وَهُوَ لِلنِّفَاقِ كِفَآءٌ. وَمَعَ الْعِصْيَانِ سَوَآءٌ وَالْاِخْلَاصُ مِنْ غَيْرِ صِدْقٍ وَّتَحْقِيْقٍ هَبَآءٌ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ عَمَلٍ كَانَ بِاِرَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ مَشُوْبًا مَّعْمُوْرًا. وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذٍ اَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِيْكَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ. وَنَادٰى رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ الْاِخْلَاصُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّانَوٰى. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّهُوَا يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّاوَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَّوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَآ اَعُوْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ.

خطبہ

مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْقَآئِمِ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ. اَلرَّقِیْبِ عَلٰی کُلِّ جَارِحَۃٍ بِمَا اجْتَرَحَتْ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ سَادَۃِ الْاَصْفِیَآءِ. وَعَلٰٓی اَصْحَابِہٖ قَادَۃِ الْاَتْقِیَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَحَی النَّجَاۃِ تَدُوْرُ عَلَی الْاَعْمَالِ . وَلَا یُعْتَدُّ بِالْاَعْمَالِ. اِلَّا بِالْمُوَاظَبَۃِ عَلَیْھَا وَعَلٰی حُقُوْقِھَا وَھُوَ الْمُرَابَطَۃُ. وَلَایَتِمُّ ھٰذِہِ الْمُوَاظَبَۃُ وَالْمُرَابَطَۃُ اِلَّا بِاِلْزَامِ النَّفْسِ الْاَعْمَالَ اَوَّلاً وَّھُوَالْمُشَارَطَۃُ. ثُمَّ مُلَاحَظَۃُ ھٰذِہِ الْمُشَارَطَۃِ کُلَّ وَقْتٍ ثَانِیًا وَّھُوَ الْمُرَاقَبَۃُ. ثُمَّ الْاِحْتِسَابُ عَلَی النَّفْسِ فِیْ وَقْتٍ خَآصٍ اَنَّھَا وَفَتِ الشَّرْطَ اَمْ لَاثَالِثًا وَّھُوَالْمُحَاسَبَۃُ. ثُمَّ عِلَاجُھَا بِمَشَقَّۃٍ

تُصْلِحُهَا اِذَالَمْ تَفِ بِالشَّرْطِ رَابِعًا وَّهُوَالْمُعَاقَبَةُ. ثُمَّ
تَأْدِيْبُهَا بِفُنُوْنٍ مِّنَ الْوَظَآئِفِ الثَّقِيْلَةِ جَبْرًا لِمَا فَاتَ
مِنْهَآ اِذَارَاٰهَا تَوَانَتْ خَامِسًا وَّهُوَالْمُجَاهَدَةُ. ثُمَّ تَوْبِيْخُهَا
وَالْعَذْلُ عَلَيْهَا اِذَا اسْتَعْصَتْ وَحَمْلُهَا عَلَى التَّلَافِىْ
سَادِسًا وَّهُوَا لْمُعَاتَبَةُ. وَيَرْجِعُ الْجَمِيْعُ اِلٰى عَدَمِ
اِهْمَالِهَا لَحْظَةً فَتَجْمَحَ وَتَشْرُدَ. وَالنُّصُوْصُ مَشْحُوْنَةٌ
مِّنْهُ فَانْظُرْمَا يُسْرَدُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ
وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى.
وَقَالَ تَعَالٰى وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ. وَعَنْ اَسْلَمَ اَنَّ
عُمَرَ دَخَلَ يَوْمًا عَلٰى اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ وَهُوَا يَجْبِذُ
لِسَانَهٗ فَقَالَ عُمَرُمَهْ غَفَرَاللّٰهُ لَكَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ
هٰذَا اَوْرَدَنِى الْمَوَارِدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ. وَقَالَ
عُمَرُ حَاسِبُوْااَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ
تُوْزَنُوْا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍط . وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.

خطبہ

تفکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَثَّرَ الْحَثَّ فِیْ کِتَابِهٖ عَلَی التَّدبُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ. وَالنَّظَرِ وَالْاِفْتِکَارِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ فِیْ دَارِالْقَرَارِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْیَارِ الْاَبْرَارِ. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَمَرَ بِالتَّفَکُّرِ وَالتَّدَبُّرِ فِیْ مَوَاضِعَ لَاتُحْصٰی مِنْ کِتَابِهِ الْمُبِیْنِ. وَاَثْنٰی عَلَی الْمُتَفَکِّرِیْنَ. فَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا. وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا. وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا. وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا. وَّجَعَلْنَا

اللَّيْلِ لِبَاسًا. وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا. وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا. وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا. وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا. لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا. وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا. وَقَالَ تَعَالٰى قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ. مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ. مِنْ نُّطْفَةٍ ط خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ. ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ. ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ. ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ. كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ. فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ. اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا. ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا. فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا. وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا. وَّزَيْتُوْنًا وَنَخْلاً. وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا. وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا. مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نُزُوْلِ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاٰيَةَ وَيْلٌ لِّمَنْ قَرَاَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيْهَا. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ قَوْمًا تَفَكَّرُوْا فِیْ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَكَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِی اللّٰهِ فَاِنَّكُمْ لَمْ تَقْدِرُوْ اقَدْرَهٗ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ.

خطبہ

موت اور مابعد الموت کا ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی قَصَمَ بِالْمَوْتِ رِقَابَ الْجَبَابِرَۃِ. وَکَسَرَبِہٖ ظُھُوْرَ الْاَکَاسِرَۃِ. وَقَصَرَبِہٖ اٰمَالَ الْقَیَاصِرَۃِ. وَجَعَلَ الْمَوْتَ مَخْلَصًا لِّلْاَتْقِیَآءِ. وَمَوْعِدًا فِیْ حَقِّھِمْ لِلِّقَآءِ. فَلَہُ الْاِنْعَامُ بِالنِّعَمِ الْمُتَظَاھِرَۃِ. وَلَہُ الْاِنْتِقَامُ بِالنِّقَمِ الْقَاھِرَۃِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ذُوالْمُعْجِزَاتِ الظَّاھِرَۃِ. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اُولِی الْکَمَالاَتِ الْبَاھِرَۃِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلِیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَھَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِذَا احْتُضِرَالْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلاَ ٓئِکَۃُ الرَّحْمَۃِ بِحَرِیْرَۃٍ بَیْضَآءَ فَیَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً عَنْکِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰہِ وَرَیْحَان وَّرَبِّ غَیْرِ غَضْبَانَ وَفِیْہِ اَنَّ الْکَافِرَاِذَا احْتُضِرَ اَتَتْہُ مَلٰٓئِکَۃُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَیَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ سَاخِطَۃً

مَّسۡخُوۡطَةً عَلَيۡکِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَاتِيۡهِ مَلَکَانِ فَيُجۡلِسَانِهٖ فَيَقُوۡلَانِ لَهٗ مَنۡ رَّبُّکَ فَيَقُوۡلُ رَبِّیَ اللّٰهُ فَيَقُوۡلَانِ لَهٗ مَادِيۡنُکَ فَيَقُوۡلُ دِيۡنِیَ الۡاِسۡلَامُ فَيَقُوۡلَانِ مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیۡ بُعِثَ فِيۡکُمۡ فَيَقُوۡلُ هُوَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَفِيۡهِ فَيُنَادِیۡ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنۡ صَدَقَ عَبۡدِیۡ فَافۡرُشُوۡهُ مِنَ الۡجَنَّةِ وَاَلۡبِسُوۡهُ مِنَ الۡجَنَّةِ وَافۡتَحُوۡالَهٗ بَابًا اِلَی الۡجَنَّةِ فَيُفۡتَحُ وَاَمَّا الۡکَافِرُ فَذَکَرَمَوۡتَهٗ (وَجَمِيۡعُ حَالِهٖ عَلٰی ضِدِّ ذٰلِکَ) وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعۡدَدۡتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيۡنَ مَالاَ عَيۡنٌ رَاَتۡ وَلَآاُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلۡبِ بَشَرٍ اَلۡحَدِيۡث . وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَهۡوَنَ اَهۡلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنۡ لَّهٗ نَعۡلَانِ وَشِرَاکَانِ مِنۡ نَّارٍ يَّغۡلِیۡ مِنۡهُمَا دِمَاغُهٗ کَمَا يَغۡلِیۡ الۡمِرۡجَلُ مَايُرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنۡهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهۡوَنُهُمۡ عَذَابًا. وَقَالَ عَلَيۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّکُمۡ سَتَرَوۡنَ رَبَّکُمۡ کَمَا تَرَوۡنَ هٰذَا الۡقَمَرَ لَاتُضَآمُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡيَتِهٖ. اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ. کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ط ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ.

خطبہ

عاشورہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِحُسْبَانٍ. وَالنَّجْمَ وَالشَّجَرَ یَسْجُدَانِ. وَفَضَّلَ زَمَانًا عَلٰی زَمَانٍ. کَمَا فَضَّلَ مَکَانًا عَلٰی مَکَانٍ. وَاِنْسَانًا عَلٰی اِنْسَانٍ. وَنَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ هَدٰنَآ اِلَی الْخَیْرَاتِ. وَمِنْهَا صَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یَوْمِ الْحَسَنَاتِ. وَنَهَانَا عَنِ الْمُنْکَرَاتِ. وَمِنْهَا مَاابْتَدَعُوْا فِیْهِ مِنَ الْمُخْتَرَعَاتِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِیْنَ اَقَامُوا الدِّیْنَ الْوَاجِبَاتِ مِنْهَا وَالْمَنْدُوْبَاتِ. وَاَبْطَلُوْا رُسُوْمَ الْجَاهِلِیَّةِ الْمُحَرَّمَاتِ مِنْهَا وَالْمَکْرُوْهَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ.

لِلنَّاسِ فِيْهِ مَعْرُوْفَاتٌ وَّمُنْكَرَاتٌ ظُلُمَآءُ فَمِنَ الْاَوَّلِ اسْتِحْبَابًا نِ الصَّوْمُ فِيْهِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صُوْمُوْا عَاشُوْرَآءَ وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ يَوْمًا وَبَعْدَهٗ يَوْمًا. وَكَانَ عَاشُوْرَآءَ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ وَمِنَ الْاَوَّلِ اِبَاحَةً وَّبَرَكَةً نِ التَّوْسِعَةُ فِيْهِ عَلٰى عَيَالِهٖ. فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّسَّعَ عَلٰى عَيَالِهٖ فِى النَّفَقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَآئِرَ سَنَتِهٖ وَمِنَ الثَّانِى اتِّخَاذُهٗ عِيْدًا وَّمَوْسِمًا اَوِاتِّخَاذُهٗ مَاْتَمًا مِّنَ الْمَرَاثِىْ وَالنِّيَاحَةِ وَالْحُزْنِ بِذِكْرِ مَصَآئِبِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَاتِّخَاذِ الضَّرَآئِحِ وَالْاَعَلَامِ. وَمَايُقَارِنُهَا مِنَ الْمَلَاهِىْ وَالشِّرْكِ وَالْاٰثَامِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ. وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ.

خطبہ

ماہ صفر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ بِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ الْاُمُوْرِ. وَھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْ ءٍ وَّالْمُتَصَرِّفُ فِیْہِ مِنَ الْخَیْرَاتِ وَالشُّرُوْرِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ. وَمَحَا کُلَّ جَھْلٍ وَّدَیْجُوْرٍ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ظَھَرَ بِھِمُ الدِّیْنُ اَتَمَّ ظُھُوْرٍ. وَرَسَخَ بِھِمُ الْیَقِیْنُ فِی الصُّدُوْرِ. مَاتَعَاقَبَتِ الْاَیَّامُ وَالشُّھُوْرُ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَھْرُ صَفَرَ. یَتَشَآءَ مُ بِہٖ بَعْضُ النَّاسِ وَیَتَطَیَّرُ. کَمَا کَانَ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَعَ ھٰذَاالْاِعْتِقَادِ یَبْتَدِعُوْنَ فِیْہِ النَّسِیْ ءَ النُّکُرَ. فَاَبْطَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْلِہٖٓ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ. وَکَذٰلِکَ نَفٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّوْمَ وَالطِّيَرَةَ بِهٖ خُصُوْصًا وَّبِكُلِّ شَیْءٍ عُمُوْمًا. وَاَزَاحَ بِهٰذَا النَّفِیْ عَنَّا هُمُوْمًا وَّغُمُوْمًا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَاعَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ. اَلْحَدِيْثُ قَالَ مُحَمَّدُبْنُ رَاشِدٍ يَّتَشَآءَ مُوْنَ بِدُخُوْلِ صَفَرَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَفَرَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ قَالَهٗ ثَلٰثًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَّا مِنَّآ اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهٗ بِالتَّوَكُّلِ. وَعُلِمَ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ وَسْوَسَةَالطِّيَرَةِ اِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهَا بِالْقَلْبِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمُقْتَضَاهَا بِالْجَوَارِحِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهَا بِاللِّسَانِ لَايُؤَا خَذُ عَلَيْهَا وَهٰذَا هُوَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ. وَمَا رُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ الشُّوْمُ فِی الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ فَهُوَ عَلٰی سَبِيْلِ الْفَرْضِ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ط اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ.

خطبہ

ربیع الاول وربیع الثانی کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى. اَلَّذِىْ بِكَمَالَاتِهٖ ظَهَرَ وَبِذَاتِهٖ اخْتَفٰى. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُصْطَفٰى. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ وِرْدُهُمْ قَدْ صَفَا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ. الَّذِى اعْتَادَ فِيْهِ بَعْضُ النَّاسِ ذِكْرَ الْمَوْلِدِ النَّبَوِيِّ فِى الْمُحْتَفَلِ. فَنَقُوْلُ لِتَحْقِيْقِ الْمَسْئَلَةِ اَنَّهٗ ثَبَتَ بِحَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ. فِى الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. وَغَيْرِهٖ مِنَ الْبَرَاهِيْنِ. وَمِنْهَا اِتِّفَاقُ الْمُحَقِّقِيْنَ. اَنَّ اعْتِقَادَ غَيْرِ الْقُرْبَةِ قُرْبَةً اَوْغَيْرِ اللَّازِمِ لَازِمًا تَغْيِيْرٌ لِلدِّيْنِ. وَاَنَّ اِيْهَامَ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ يُشَابِهُ هٰذَا التَغْيِيْرَ. وَيَلْحَقُ بِهٖ فِى الْحُكْمِ لُحُوْقُ النَّظِيْرِ بِالنَّظِيْرِ. فَهٰذَا الذِّكْرُ الشَّرِيْفُ اِنْ كَانَ خَالِيًا مِّنَ التَّخْصِيْصَاتِ وَالْقُيُوْدِ. فَلَا كَلَامَ فِىْ دُخُوْلِهٖ تَحْتَ

اَلْحُدُوْدِ وَاِنْ کَانَ مُقَارِنًا لَّهَا مَعَ اِبَاحَتِهَا فَاِنِ اعْتَقَدَ كَوْنَهَا لَازِمًا اَوْ مَقْصُوْدًا كَانَ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ. وَاِنْ لَّمْ يَعْتَقِدْ كَوْنَهَا قُرْبَةً لٰكِنْ اَوْهَمَهٗ كَانَ مُشَابِهًا بِالْبِدْعَاتِ. وَيُمْنَعُ عَنْهُمَا مَنْعَ الْمُنْكَرَاتِ. بِتَفَاوُتٍ فِى الْمَنْعِ بِتَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ. فَمَنْ ظَنَّ بِالْفَاعِلِ هٰذَا الْاِعْتِقَادَ اَوْاِيْهَامَ الْفَسَادِ. اَدْخَلَ اعْتِيَادَهٗ فِىْ مَحْظُوْرِ الْاِلْتِزَامِ. وَمَنْ ظَنَّ بِهٖ خُلُوَّهٗ عَنْهُمَا اَدْخَلَ اعْتِيَادَهٗ فِىْ سَآئِغِ الدَّوَامِ. وَالَّذِىْ يُشَاهِدُ حَالَ الْعَوَامِ. مِنْ تَشْنِيْعِهِمْ عَلَى التَّارِكِيْنَ وَالْمَلَامَ. اَشَدَّ مِنْهُ عَلٰى تَارِكِ الْاَحْكَامِ. يُرَجِّحُ تَتَبُّعَ الْمَانِعِ بِلَاكَلَامٍ. وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِنَ الْخَلَفِ كَالْاِخْتِلَافِ مِنَ السَّلَفِ فِى الْعَمَلِ بِاَحَادِيْثِ اِفْرَادِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالصِّيَامِ. وَنُزُوْلِ الْحَآجِّ بِالْمُحَصَّبِ لِلْمَقَامِ. وَمَاضَاهَا هُمَا مِنَ الْاَحْكَامِ. وَاَمَّآ اِذَا قَارَنَ هٰذَا الْاِحْتِفَالُ مُنْكَرَاتٍ بَيِّنَةً. فَالْفَتْوٰى بِالْمَنْعِ مُتَعَيِّنَةٌ. وَهٰذَا هُوَ الْحُكْمُ فِىْ رَسْمٍ اٰخَرَ. يُسَمّٰى بِالْحَادِىْ عَشَرَ. اَلَّذِىْ يَقَعُ فِىْ رَبِيْعِ الثَّانِىْ. وَهُوَ عُرْسُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِىْ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ.

خطبه

رجب کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی. ثُمَّ مِنْهُ اِلَی السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْوَرٰی. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ کَشَفُوا الدُّجٰی. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَجَبَ الْاَصَمِّ. لَهٗ اَحْکَامٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ اَهَمُّ. فَمِنْهَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ. وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. وَمِنْهَا الصَّوْمُ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِهٖ تَخْصِیْصًا وَّفِیْهِ رِوَایَاتٌ. اَلْاَوَّلُ مَارُوِیَ مَرْفُوْعًا وَّلَمْ یَصِحَّ مِنْهَا شَیْءٌ وَّغَایَتُهُ الضُّعْفُ وَجُلُّهَا مَوْضُوْعٌ. وَالثَّانِیْ مَاعَنْ خَرَشَةَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ

الْخَطَّابِ يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِيْ صَوْمِ رَجَبَ حَتّٰى يَضَعُوْهَا فِي الطَّعَامِ. وَالثَّالِثُ مَاهُوَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى اَبِي هُرَيْرَةَ مَنْ صَامَ يَوْمَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَّجَبَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ صِيَامَ سِتِّيْنَ شَهْرًا. وَهٰذَا مِثْلُ مَاوَرَدَ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى ذَكَرَ هٰذَا كُلَّهٗ فِيْ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ. وَمُقْتَضَى الثَّالِثِ الصَّوْمُ لٰكِنْ لَّابِاِعْتِقَادِ السُّنَّةِ وَثُبُوْتِهٖ عَنِ الشَّارِعِ بَلْ مِنْ حَيْثُ الْاِحْتِيَاطِ. وَمُقْتَضَى الْبَاقِيَتَيْنِ عَدَمُ الصَّوْمِ تَخْصِيْصًا صَوْنًا لِّلْاَحْكَامِ عَنِ الْاِخْتِلَاطِ. وَمِنْهَا مَا اخْتَرَعَهُ الْعَوَآمُّ اَوِالْخَوَآصُّ كَالْعَوَآمِّ مِنَ اتِّخَاذِهِمْ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مَوْسِمًا وَيَذْكُرُوْنَ فِيْهَا قِصَّةَ الْمِعْرَاجِ الشَّرِيْفِ. وَالْحُكْمُ فِيْهِ هُوَالْحُكْمُ الَّذِيْ سَبَقَ فِيْ خُطْبَةِ الْمَوْلِدِ الْمُنِيْفِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ.

خطبہ

ماہ شعبان کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ قَدَّرَالْاَرْزَاقَ وَالْاٰجَالَ. وَاَمَرَ بِذِکْرِهٖ وَطَاعَتِهٖ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَالْکَمَالِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّاٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ شَعْبَانَ. اَلَّذِیْ هُوَ مُقَدِّمَةُ رَمَضَانَ. لَهٗ بَرَکَاتٌ وَفَضَآئِلُ. وَیَتَعَلَّقُ بِهٖ بَعْضُ الْمَسَآئِلِ. فَاسْمَعُوْهَا. وَعُوْهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ. لِرَمَضَانَ. وَکَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا یَحْفَظُ مِنْ غَیْرِهٖ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَایَتَقَدَّ مَنَّ اَحَدُکُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْیَوْمَیْنِ اِلَّآاَنْ یَّکُوْنَ رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا فَلْیَصُمْ ذٰلِکَ الْیَوْمَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ یَعْنِیْ لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدِ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِیْهَا اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ هَالِکٍ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِیْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِیْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ اَلْحَدِیْث. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَاکَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَصُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَامِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ اَلَامُبْتَلًی فَاُعَا فِیَهٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ وَقَالَ صَاحِبُ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَمِنَ الْبِدَعِ الشَّنِیْعَةِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِیْ اَکْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ اِیْقَادِ السُّرُجِ وَضْعِهَا عَلَی الْبُیُوْتِ وَالْجُدْرَانِ وَتَفَاخُرِهُمْ بِذٰلِکَ وَاجْتِمَاعِهِمْ لِلَّهْوِ وَاللَّعِبِ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْکِبْرِیْتِ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ وَهُوَ الظَّنُّ الْغَالِبُ اِتِّخَاذًا مِّنْ رُّسُوْمِ الْهُنُوْدِ فِیْ اِیْقَادِ السُّرُجِ لِلدِّوَالِیْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ. فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ. اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ.

خطبه

رمضان شریف کی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْظَمَ عَلٰی عِبَادِهِ الْمِنَّةَ. بِمَادَفَعَ عَنْهُمْ كَيْدَالشَّيْطٰنِ وَفَنَّهٗ. وَرَدَّاَمَلَهٗ وَخَيَّبَ ظَنَّهٗ. اِذْجَعَلَ الصَّوْمَ حِصْنًا لِّاَوْلِيَآئِهٖ وَجُنَّةً. وَفَتَحَ لَهُمْ بِهٖ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَآئِدُ الْخَلْقِ وَمُمَهِّدُ السُّنَّةِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْاَبْصَارِ الثَّاقِبَةِ وَالْعُقُوْلِ الْمُرْجَحِنَّةِ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ رَمَضَانُ. اَلَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ. هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. فَاسْتَقْبِلُوْهُ بِالشَّوْقِ وَالْهَيَمَانِ. وَاَصْغُوْا اِلٰى مَارَوٰى فِيْهِ سَلْمَانُ. قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ. فَقَالَ يَآ يُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ. شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ

شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَايُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِى اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مُذْقَةِ لَبَنٍ اَوْتَمْرَةٍ اَوْشَرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِىْ شَرْبَةً لَّايَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَا للّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

خطبہ

روزے کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَآ اِلٰی سَبِیْلِ الْهِدَایَةِ وَالْعِرْفَان. وَجَعَلْنَا مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْقَان. نَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلٰی اَنْ اَظَلَّنَا شَهْرٌ عَظِیْمٌ یُّسَمّٰی رَمَضَانَ. تَرْمَضُ فِیْهِ الذُّنُوْبُ. وَتُكْشَفُ فِیْهِ الْكُرُوْبُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ شَهَادَةً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَان. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ عَرَّفَنَا مَایُدْخِلُنَا الْجِنَانَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَكْمَلِ اَهْلِ الْاِیْمَان. وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً كَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ دَّخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ. فَخُذُوْا بَرَكَاتِهٖ بِالطَّاعَاتِ وَالتَّنَزُّهِ عَنِ الْعِصْیَان. كَمَا حَضَّنَا عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَالَا یَتَنَا هٰی مِنَ الزَّمَانِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا

كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمْضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ
وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ
وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّيُنَادِىْ
مُنَادٍ يَّابَاغِىَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَابَاغِىَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ
عُتَقَآءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلاَمُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ
اَمْثَالِهَآ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ
فَاِنَّهٗ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِىْ
لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَلِقَآءِ رَبِّهٖ
وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْمِسْكِ
وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلاَ يَرْفُثْ
وَلاَ يَصْخَبْ فَاِنْ سَآبَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّى امْرُأٌ
صَآئِمٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَالْئٰنَ
بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَكُلُوْا
وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ
الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ.

خطبہ

تراویح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَلّٰی نَهَارَ رَمَضَانَ بِالصِّیَامِ. وَجَلّٰے لَیَالِیَهٗ بِالْقِیَامِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَشَّرَهُمْ اَنَّ هٰذَا الشَّهْرَ اَوَّلُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ رَحْمَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ الْعَذَابِ الْغَرَامِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ سَادُوْهُمْ بِالْفَضْلِ التَّآمِّ. وَقَادُوْهُمْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مِنْ وَّظَآئِفِ شَهْرِ رَمَضَانَ. قِیَامَ لَیَالِیْهِ بِالصَّلٰوةِ وَالْقُرْاٰنِ. وَالتَّخْفِیْفُ فِیْهَا وَالتَّبْعِیْضُ فِیْهِ مُسَوَّغَانِ. بِغَیْرِ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِمَا خَلَلٌ اَوْنُقْصَانٌ. کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ صِیَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ

فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَامِنْ مُّصَلٍّ اِلَّا وَمَلَكٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَمَلَكٌ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاِنْ اَتَمَّهَا عَرَجَا بِهَا وَاِنْ لَّمْ يُتِمَّهَا ضَرَبَا بِهَا عَلٰى وَجْهِهٖ. وَسُئِلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. قَالَ بَيِّنْهُ تَبْيِيْنًا وَّلَا تَنْثُرْهُ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلَا تَهُذَّهُ هٰذَا الشِّعْرِ وَلَايَكُنْ هَمُّ اَحَدِكُمْ اٰخِرَ السُّوْرَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا. نِّصْفَهٗ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا. اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا.

خطبہ

شب قدر اور اعتکاف کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لَنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ هِیَ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ وَاَفْضَلُ اَفْرَادِ الزَّمَانِ. وَشَرَعَ لَنَا الْاِعْتِكَافَ فِیْ بُيُوْتِ الرَّحْمٰنِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْبَوَادِیْ وَالْعُمْرَانِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ سَادَاتِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ وَالْعِرْفَانِ. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ الْعَشْرُ الْاَخِيْرُ مِنْ رَّمَضَانَ. هُوَ زَمَانُ الْاِعْتِكَافِ وَزَمَانُ تَحَرِّیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِنَيْلِ الْاَجْرِ وَالرِّضْوَانِ. وَقَدْ نَطَقَ بِفَضْلِهِمَا الْحَدِيْثُ وَالْقُرْاٰنُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَاتُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَآئِمٍ اَوْقَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْزٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ مَنْ شَهِدَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظِّهٖ مِنْهَا وَكَاَنَّهٗ تَفْسِيْرٌ لِّلْمَرْفُوْعِ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ فَالَّذِيْ شَهِدَ فِيْ جَمَاعَةٍ لَّمْ يُحْرَمْ خَيْرَهَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ. وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ.

خطبہ

عیدالفطر کے احکام کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنَا لِتَكْمِيْلِ عِدَّةِ رَمَضَانَ. وَنُكَبِّرُهٗ عَلٰى مَاهَدٰنَا لِخِلَالِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَان. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْاَمِيْنُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اٰنَ انْقِضَآءُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَاِظْلَالُ يَوْمِ الْفِطْرِ. لَهُمَا طَاعَاتٌ وَّاَعْمَالٌ. لَاتُحْتَمَلُ الْغَفْلَةُ عَنْهَا وَالْاِمْهَالُ. مِنْهَا التَّلَافِیْ لِمَا فَرَطَ مِنَّا فِیْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ. لِئَلَّا تَرْغَمَ اُنُوْفُنَا كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهٗ. وَمِنْهَآ اِحْيَآءُ لَيْلَةِ الْعِيْدِ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لَّمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ. وَمِنْهَا صَدَقَةُ الْفِطْرِ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَاعٌ مِنْ بُرٍّاَوْ قَمْحٍ عَنِ اثْنَيْنِ صَغِيْرٍ اَوْكَبِيْرٍ حُرٍّاَوْعَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْاُنْثٰى اَلْحَدِيْثَ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمَرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَّاَمَرَ بِهَآاَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ فَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَىْءٍ يَّبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ط وَلِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

خطبہ

زیارت حرمین کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا. وَاَكْرَمَهٗ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی نَفْسِهٖ تَشْرِیْفًا وَّتَحْصِیْنًا وَّمَنًّا. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَسَیِّدُ الْاُمَّةِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ قَادَةِ الْحَقِّ. وَسَادَةِ الْخَلْقِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ اَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهَا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ط شَوَّالٌ وَّذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْحَجِّ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْسُلْطَانٌ جَآئِرٌ اَوْمَرَضٌ حَابِسٌ

فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَّاِنْ شَآءَ
نَصْرَانِيًّا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ
فَلَمْ يَرْفَثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ. وَاعْتَمَرَ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِىْ ذِى
الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِىْ كَانَتْ مَعَ حَجَّةِ الْحَدِيْثِ. قَالَ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا
يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ وَمِنْ مُّكَمِّلَاتِ الْحَجِّ زِيَارَةُ
سَيِّدِ الْقُبُوْرِ لِسَيِّدِ اَهْلِ الْقُبُوْرِ وَوَرَدَ فِىْ فَضْلِهَا
السُّنَنُ اِسْنَادُ بَعْضِهَا حَسَنٌ. كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ مَنْ زَارَ قَبْرِىْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِىْ وَاَنَا
اُنَبِّئُكُمْ بِاَمْرِيُّهِمُّكُمْ. وَهُوَا اَنَّ ذَاالْقَعْدَةِ الَّتِىْ يَلِىْ
شَوَّالاً لَّمَّا كَانَ مِنْ اَشْهُرُ الْحَجِّ وَوَقْتًا لِّوُ قُوْعِ عُمَرِ
النَّبِىِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. فَاَىُّ شَكٍّ فِىْ يُمْنِهٖ
وَاَىُّ كَلَامٍ. فَمَآ اَشَدَّ شَنَاعَةَ مَنْ يَعْتَقِدُ فِيْهَا شُوْمًا
كَبَعْضِ مَنْ لَّاخُبْرَةَ لَهٗ بِالْاَحْكَامِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ
رِجَالاً وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ.

خطبہ

ماہ ذوالحجہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَوْلاَ لُطْفُہٗ مَااهْتَدَیْنَا. وَلَوْلاَ فَضْلُہٗ مَا تَصَدَّقْنَا وَلاَ صَلَّیْنَا. وَلاَ صُمْنَا وَلاَ ضَحَّیْنَا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْٓ اُنْزِلَتْ بِهِ السَّکِیْنَةُ عَلَیْنَا. عَلَیْهِ اَنْفُسَنَا وَاَهْلِیْنَا فَدَیْنَا. وَلَوْلاَهُ مَاعَرَفْنَا الْحَقَّ وَلاَدَرَیْنَا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهِ الَّذِیْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا وَّحُنَیْنًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ ذُوالْحِجَّةِ الْحَرَامُ. شُرِعَتْ لَنَا فِیْهَآ اَحْکَامٌ. وَاَعْظَمُهَا التَّضْحِیَّةُ مِنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ. وَسَتُذْکَرُ فِیْ خُطْبَةِ عَاشِرِ هٰذِهِ الْاَیَّامِ. وَمِنْهَا صِیَامُ الْعَشْرِ بِمَعْنَی التِّسْعِ وَالْقِیَامُ. وَکُلُّ عَمَلٍ مِّنْ شَرَآئِعِ الْاِسْلاَمِ. فَقَالَ فِیْهَا سَیِّدُ الْاَنَامِ. عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ. مَامِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِیْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ

يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. لَاسِيَّمَا صَوْمَ عَرَفَةَ الَّتِىْ قَالَ فِيْهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ وَمِنْهَا التَّكْبِيْرُ دُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ. وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَكَانَ عَلِىٌّ يُّكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ. وَمِنْهَآ اِحْيَآءُ لَيْلَةِ الْعِيْدِ. وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ وَقَدْ سَبَقَا فِىْ خُطْبَةِ اٰخِرِ رَمَضَانَ. وَنُكَرِّرُ اَوَآئِلَهُمَا تَسْهِيْلاً عَلَى الْاِخْوَانِ وَهِىَ مَنْ اَحْيٰى لَيْلَتَىِ الْعِيْدَيْنِ اَلْحَدِيْثَ. وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ.

خطبہ

عید الفطر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّان. ذِى الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَان. ذِى الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ اُرْسِلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِى الْبُلْدَان. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَالَمَعَ الْقَمَرَان وَتَعَاقَبَ الْمَلَوَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِّلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَآئِدُ الْاِحْسَان. وَرَجَآءِ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَان. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَامَلٰٓئِكَتِىْ مَاجَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَاِمَآئِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَكَرَمِىْ وَعُلُوِّىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَهٰذَ الَّذِىْ ذُكِرَ فِىْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ كَانَ فَضْلُهٗ وَاَمَّا اَحْكَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ قَدْ كَتَبْنَا هَا فِى الْخُطْبَةِ الَّتِىْ قَبْلَهٗ. نَعَمْ بَقِيَتِ الْمَسْئَلَتَان. فَنَذْكُرُهمَا الْاٰنَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْاَوَّلُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. اَلثَّانِيَةُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِىْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.

خطبہ

عید الاضحیٰ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ لِكُلِّ اُمَّةٍ مَّنْسَكًا لِّيَذْكُرُوااسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ وَعَلَّمَ التَّوحِيْدَ وَاَمَرَ بِالْاِسْلَامِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِىْ هَدَانَآ اِلٰى دَارِالسَّلَامِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِاقَامَةِ الْاَحْكَامِ. وَبَذَلُوْآ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَالَهُمْ مِّنْ كِرَامٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ شَرَعَ لَكُمْ مَّافِيْهِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَقَدْ سَبَقَتْ فِى الْخُطْبَةِ قَبْلَ هٰذَا الْعَشْرِ ذَبْحُ الْاُضْحِيَّةِ. بِالْاِخْلَاصِ وَصِدْقِ النِّيَّةِ. وَبَيَّنَ نَبِيُّهٗ وَصَفِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وُجُوْبَهَا وَفَضَائِلَهَا. وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِهٖ مِنْ سُنَنِهٖ فِيْ كُتُبِ الْفِقْهِ مَسَائِلَهَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّامَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِّاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الْاَضَاحِيُّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى. وَعَنْ عَلِيٍّ مِّثْلُهٗ وَهٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَائِلِ. وَتَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَآءِ الْمَسَائِلَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَادِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ.

خطبہ

استسقاء

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ الَّذِیۡ قَالَ فِیۡ کِتٰبِهٖ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِهٖ ج وَاَنۡزَلۡنَامِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا۔ لِّنُحۡیِیَ بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا وَّنُسۡقِیَهٗ مِمَّاخَلَقۡنَآ اَنۡعَامًا وَّاَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا۔ وَنَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِیۡکَ لَهٗ وَنَشۡهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ الَّذِیۡ کَانَ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡهِهٖ۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ الَّذِیۡنَ وَصَلُّوۡا مِنَ الدِّیۡنِ اِلٰی کُنۡهِهٖ۔ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا۔ اَمَّا بَعۡدُ فَیٰۤاَیُّهَا الۡمُسۡلِمُوۡنَ اِنَّکُمۡ شَکَوۡتُمۡ جَدۡبَ دِیَارِکُمۡ وَاسۡتِیۡخَارَ الۡمَطَرِعَنۡ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنۡکُمۡ وَقَدۡ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَدۡعُوۡهُ وَوَعَدَکُمۡ اَنۡ یَّسۡتَجِیۡبَ لَکُمۡ اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفۡعَلُ مَایُرِیۡدُ۔ اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ الۡغَنِیُّ وَنَحۡنُ الۡفُقَرَآءُ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا الۡغَیۡثَ وَاجۡعَلۡ مَآ اَنۡزَلۡتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰی حِیۡنٍ۔ اَللّٰهُمَّ اسۡقِنَا غَیۡثًا

مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ غَيْرَ اٰجِلٍ. اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ. اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْعًا غَدَقًا مُّجَلْجَلاً عَامًا طَبَقًا سَحًّادَآئِمًا. اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلاَ تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلاَدِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّاوَآءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْكِ مَالاَ نَشْكُوْهُ اِلَّآ اِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّلَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ. اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرٰى وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ مَالاَيَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا. وَحَوَّلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رِدَآءَهٗ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ فَجَعَلَ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ وَظَهْرَ الرِّدَآءِ لِبَطْنِهٖ وَبَطْنَهٗ لِظَهْرِهٖ وَاَخَذَ فِى الدُّعَآءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَالنَّاسُ كَذٰلِكَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ.

خطبہ ثانی

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لاَيَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلاَ يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَشَدُّ هُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَآءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِىٌّ وَّفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

وَحَمْزَةُ اَسَدُ اللّٰهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا. اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ. وَخَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ. وَالسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ط یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِیْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ.

خطبه....نکاح

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلاَتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّنِسَآءًط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِيْمًا.

عائے عقیقہ

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ (اس جگہ بچہ کا نام لے) دَمُھَابِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ (اور اگر لڑکی ہے تو) بِدَمِھَا اور بِلَحْمِھَا اور بِعَظْمِھَا اور بِجِلْدِھَا اور بِشَعْرِھَا کہے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآاَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ط وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔